TIGHT BINDING BOOK



Checked 1969.

ماہوار اڈیشن

۵ جنوری ۱۹۲۹ء



دارالاشاعت پنجاب لاہور

دماغی کمزوریوں کو دور کرنے والا ایک نادر تحفہ

بیگم ہیر آئیل

تیار کردہ جناب ڈاکٹر ایم اے خواجہ لکھنؤ

یہ وہ تیل نہیں۔ جو عموماً اشتہاری دنیا میں دکھلائی دیتے ہیں۔ بلکہ خاص انگریزی ادویات کو کیمیکل طریقہ پر تیار کیا گیا ہے۔ جو بال گرنے اور بال بڑھانے اور دماغی خشکی و دردِ سر کیلئے بے نظیر ثابت ہو چکا ہے۔ نیز اُن کیلئے جنکے بال قبل از وقت سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں باوجود آمیزش ادویہ خوشبو نہایت دلکش و بہتر واقع ہوئی ہے خصوصاً دماغی کام کرنے والوں کیلئے ایک نادر تحفہ ہے۔ قیمت فی شیشی عہ ۔ جو شہر کے تمام دواخانوں و اسٹور سے ملسکتا ہے۔ یا

مینیجر دی خواجہ ہومیوپیتھک فارمیسی وکٹوریہ گنج لکھنؤ سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

سیاحوں کی کہانیاں

اس کتاب میں ان جوانمرد سیاحوں کا حال درج کیا گیا ہے جنہوں نے دنیا کے نئے نئے حصوں کو معلوم کرنے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ سخت سے سخت مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائیں اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ امریکہ۔ آسٹریلیا۔ اور قطب شمالی و جنوبی۔ دریائے نیل کا منبع اور تبت کے پایۂ تخت لاسا وغیرہ کا حال اس میں درج ہے۔

قیمت عہ ۔ پتہ:۔ **دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور**

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اطلاع

یکم جنوری ۱۹۲۹ء سے پسنجر ٹرین میں جانے والے اسباب اور تمام پارسلوں کے کرایہ میں تقریباً ۱۵ فی صدی رعایت کر دی جائے گی۔

۲۔ نیز اس وقت اسباب کا کرایہ دس دس سیر کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ یکم جنوری سے پانچ پانچ سیر کے حساب سے کرایہ وصول کیا جائے گا۔ مثلاً ایک پارسل جس کا وزن ۱۱ سیر ہے۔ اور جس کا کرایہ اب ۱۱ سے ۲۰ سیر تک کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ یکم جنوری سے ۱۱ سے ۱۵ سیر تک کے حساب سے وصول کیا جائے گا۔

مفصل حالات اسٹیشن ماسٹروں سے مل سکتے ہیں۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس

لاہور۔ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۸ء

جے۔ ایچ۔ جیبر چیف کمرشیل مینیجر

پھول مالا

مزے دار نظموں کی بہت خوب صورت کتاب۔

قیمت بارہ آنے (۱۲ر) پتہ:۔

دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

| جلد ۳۲ | لاہور۔ ہفتہ ۔ ۵ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۱ |

تہذیب نسواں

لاہور۔ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین

دماغی کمزوریوں کو دور کرنے والا ایک نادر تحفہ

بیگم ہیئر آئیل

تیار کردہ جناب ڈاکٹر ایم اے خواجہ لکھنؤ

یہ وہ تیل نہیں۔ جو عموماً اشتہاری دنیا میں دکھلائی دیتے ہیں۔ بلکہ خاص انگریزی ادویات کو کیمیکل طریقہ پر تیار کیا گیا ہے۔ جو بال گرنے اور بال بڑھانے اور دماغی خشکی و درد سر کیلئے بے نظیر ثابت ہو چکا ہے۔ نیز اُن کیلئے جنکے بال قبل از وقت سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں باوجود آمیزش ادویہ خوشبو نہایت دلکش و بہتر واقع ہوئی ہے خصوصاً دماغی کام کرنے والوں کیلئے ایک نادر تحفہ ہے۔ قیمت فی شیشی عہ۔ جو شہر کے تمام دواخانوں و اسٹور سے مل سکتا ہے۔ یا

مینیجر دی خواجہ ہومیوپیتھک فارمیسی وکٹوریہ گنج لکھنؤ سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

سیّاحوں کی کہانیاں

اس کتاب میں ان جوانمرد سیاحوں کا حال درج کیا گیا ہے۔ جنہوں نے دنیا کے نئے نئے حصوں کو معلوم کرنے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ سخت سے سخت مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائیں اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ امریکہ۔ اسٹریلیا۔ اور قطب شمالی وجنوبی۔ دریائے نیل کا منبع اور تبت کے پایۂ تخت لاسا وغیرہ کا حال اس میں درج ہے۔

قیمت عہ۔ پتہ:۔ **دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور**

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اطلاع

یکم جنوری ۱۹۲۹ء سے پسنجر ٹرین میں جانے والے اسباب اور تمام پارسلوں کے کرایہ میں تقریباً ۵ فی صدی رعایت کر دی جائے گی۔

۲۔ نیز اس وقت اسباب کا کرایہ دس دس سیر کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ یکم جنوری سے پانچ پانچ سیر کے حساب سے کرایہ وصول کیا جائے گا۔ مثلاً ایک پارسل جس کا وزن ۱۴ سیر ہے۔ اور جس کا کرایہ اب ۱۱ سے ۲۰ سیر تک کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ یکم جنوری سے ۱۱ سے ۱۵ سیر تک کے حساب سے وصول کیا جائے گا۔

مفصّل حالات اسٹیشن ماسٹروں سے مل سکتے ہیں۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈکوارٹرز آفس

لاہور۔ مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۸ء

جے ایچ چینر چیف کمرشیل مینیجر

پھول مالا

مزے دار نظموں کی بہت خوب صورت کتاب

قیمت بارہ آنے (۱۲؍) پتہ:۔

دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

نئے سال کا پیغام

جو صابر ہیں وہ گھبراتے نہیں رنج و مصیبت سے　　باسانی نکل جاتے ہیں وہ ہر ایک دقت سے
خدا کے آسرے پر دن گزر جاتے ہیں راحت سے　　نہ ہونا چاہئے مایوس اس کی شانِ رحمت سے

مصیبت کاٹ کر انسان کو آرام ملتا ہے۔
خزاں کے دن گزر جائیں تو پھر گلزار کھلتا ہے

وہ جنہیں سابقہ جن کو پڑا ہو رنج پیہم سے۔　　جنہیں محزوں رکھا ہو گردشِ ایام نے غم سے
گہر بن کر گرے ہوں جن کے آنسو چشمِ پُرنم سے　　انہیں کہہ دو کہ صبر و ضبط کا گر سیکھ لیں ہم سے

کہ ہم نے بھی قیامت کے غم و آلام دیکھے ہیں۔
بہت اندوہ میں لپٹے ہوئے ایام دیکھے ہیں

اسی تہذیب کا سُن لیجئے پُر درد افسانہ۔　　کہ یہ اخبار شمعِ قوم و ملت کا تھا پروانہ
تھا حُبِ ساقیٔ کوثر سے لبریز اس کا پیمانہ۔　　یہ تھا علم و عمل کا ایک ہدیہ ایک نذرانہ

مگر ٹھکرا دیا تھا قوم نے اس کی محبت کو۔
بُھلا ڈالا تھا اک مدت تک اسکے حقِ خدمت کو۔

کیا برداشت ہم نے صبر سے رنج و مصیبت کو　　سہا لوگوں کے ہر اک طعن کو ہر اک اذیت کو۔
ہزاروں آفتوں پر مستقل رکھا طبیعت کو　　جنوں کہتے تھے سب تہذیب کے اس جوشِ خدمت کو

معین وقت آیا زورِ نفرت گھٹ گیا آخر۔
اُجالا ہو گیا ظلمت کا بادل چھٹ گیا آخر

یہ دن نوروز ہے بہنو۔ شروعِ سال ہے بہنو۔　　وداعِ رنج ہے خوشیوں کا استقبال ہے بہنو
طبیعت میں اگر صبر اور استقلال ہے بہنو۔　　خدا کا فضل پھر ہر دم شریکِ حال ہے بہنو

ہمیں اس وقت سب کو بس یہی پیغام دینا ہے۔
اسے ہی آنے والی زندگی میں کام دینا ہے

"تہذیب"

تہذیب ۱۹۲۸ء میں

آج جب ہم پہلی بار ۱۹۲۹ء کی روشنی میں سانس لے رہے ہیں۔ اور نئے سال کے ساتھ نئی آرزوؤں اور اُمنگوں نے ہمارے دلوں کو اپنی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ نامناسب نہ ہوگا۔ اگر ایک نظر اپنے گزشتہ سال کے کام پر بھی ڈال لی جائے۔ تاکہ ماضی کے تجربے اصلاح حال میں ہماری رہنمائی کریں۔ اور ہم زیادہ اعتماد اور حوصلے کے ساتھ اپنی ترقی کی کوششوں کو جاری رکھ سکیں *

تہذیب کے متعلق عام طور سے ایک یہ شکایت سننے میں آتی تھی۔ کہ اس کے مضامین اہم اور مفید تو ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن تفریح اور دلچسپی کی چیزیں بہت عرصہ بعد اور بہت ہی کم تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ اسی لئے اخبار کچھ خشک سا معلوم ہوتا ہے۔ گزشتہ سالوں میں ترقی تہذیب کی جو تجاویز اخبار میں چھپیں۔ ان میں سے اکثر کا لب لباب بھی یہی تھا۔ کہ اخبار کو زیادہ مرغوب بنانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس میں افسانوں۔ دستکاری کے مضامین۔ کھانوں کی ترکیب اور معموں کے شائع کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ ۱۹۲۸ء میں تہذیب کا سب سے بڑا کام ماہوار اڈیشن کی اشاعت ہے۔ جس میں ترقی تہذیب کے متعلق معاونین اخبار کے اہم مشورں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی گئی۔ اور نئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اس میں صفحے زیادہ کئے گئے۔ اور تصاویر شامل کردی گئیں۔ ہمیں خوشی ہے۔ کہ ہماری مساعی توقع سے زیادہ پسند کی گئیں۔ سب سے زیادہ فخر اس بات پر ہے۔ کہ علیا حضرت سابق فرمانروائے بھوپال نے بھی ہماری ترقی کی کوششوں کو استحسان کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا جس سے ہمارا دل مضبوط ہوا اور کمر ہمت بندھ گئی *

گزشتہ سال ترقی تہذیب کے متعلق صرف ایک تجویز سید محمد مجتبیٰ صاحب منصف آرہ کی طرف سے اخبار میں شائع ہوئی جس میں آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا۔ کہ ماہوار اڈیشن میں چار صفحے مستقل طور پر مذہبی معلومات کے لئے مخصوص کردئے جائیں۔ اس تجویز پر اگرچہ گزشتہ سال میں پورے طور پر عمل نہیں ہوسکا۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ تہذیب میں مذہبی معلومات کے مضامین کی افسوسناک کمی نظر آتی رہی۔ سید صاحب کی تجویز کے مطابق ہم ایسا انتظام کرنے کی کوشش میں بھی مصروف ہیں۔ کہ چند

صفحے مستقل طور سے صرف مذہبی معلومات کے مضامین کے لئے مخصوص ہو جائیں۔ لیکن اس کام کے لئے کسی مناسب معاون کی تلاش اس قدر دشوار ہے۔ کہ غالباً تاخیر قابل معافی قرار دی جائے گی۔ کسی مستقل معاون کے بغیر محض مضمون نگاروں کے بھروسے پر اس بڑے اہم کام کو شروع کر دینا ہمارے نزدیک قرین مصلحت نہیں۔

مضامین کے اعتبار سے سنہ ۲۸ء کا کام ہر طرح قابل قدر معلوم ہوتا ہے۔ مضامین کا تنوع اور معیار خاطر خواہ ہے۔ خواتین کی گھر کی اور گھر سے باہر کی زندگی کے متعلق مفید و کارآمد مضامین شائع ہوئے۔ ان میں سے بعض مضامین کے موضوع بالکل اچھوتے تھے۔ اور بعض کے موضوع اگرچہ پامال تھے لیکن ان پر نئے نقطۂ نظر سے قابل قدر خیالات کا اظہار کیا گیا تھا۔

بعض اصلاحی مضامین نہایت خلوص اور دلسوزی سے لکھے گئے۔ خلع اور پردے کے متعلق اس سال خصوصیت سے نہایت معقول و مدلل مضامین شائع ہوئے۔ ان پر نہایت متانت اور وقار سے بحث ہوتی رہی۔ جن میں ان مسائل کے تمام پہلوؤں پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی۔

ملک کے اہم ہنگامی واقعات پر بھی نسبتاً زیادہ توجہ کی گئی۔ اور حسب ضرورت ان پر بھی مضامین شائع ہوتے رہے۔ کئی مضامین افریقہ۔ یورپ اور ایشیا کے دوسرے ممالک سے آئے۔ جو خاص دلچسپی سے پڑھے گئے۔ شاعرانہ اور ادبی چاشنی کے مضامین بھی شائع ہوئے۔ نیز دلچسپ معلومات میں بھی حسب معمول دوسرے ممالک کی خواتین کی سرگرمیاں اور خواتین ہند کے لئے دوسری مناسب اطلاعات شائع کی گئیں۔

یہ سب باتیں بے انتہا حوصلہ افزا اور مستحق مبارکباد ہیں۔ لیکن اس مبارکباد کی حقیقی حقدار وہ معاونین بہنیں ہیں۔ جن کی تہذیب نسواں سے محبت ہندوستان میں بلا تکلف عدیم النظیر کہی جا سکتی ہے۔ ان ہی کی توجہ نے اخبار کو اب تک سنبھالا اور اپنے موجودہ معیار تک پہنچایا ہے۔ اور مزید ترقی کے لئے بھی اخبار انہی کی امداد و معاونت کا محتاج ہے۔

آج سنہ ۲۹ء کی صبح کو ہم سب تہذیبی بہنوں کی خدمت میں نئے سال کی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ قوم کی ان ہمدرد فرض شناس بیگمات کو ہمیشہ شاد و بامراد رکھے۔ اور انہیں مذہب و ملت کی خدمات ادا کرنے کی بیش از پیش توفیق عطا فرمائے۔

سید امتیاز علی تاج

مضامین کا شمار

اس اخبار کے ساتھ ۱۹۲۸ء کے تمام نمبروں کی فہرست مضامین بھی روانہ کی جارہی ہے۔ اس فہرست سے مضمون نگاروں کے مضامین شمار کیئے گئے۔ اور سال بھر میں جن بہنوں اور بھائیوں کے مضامین تین یا تین سے زائد نکلے۔ ان کے نام اور مضامین کا شمار ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ گزشتہ سال سے مقابلے کے لئے ان کے ۱۹۲۷ء کے مضامین کی تعداد بھی درج کی جاتی ہے۔

نام	۱۹۲۷ء	۱۹۲۸ء
امتیاز علی تاج	۷	۲۶
خدیجۃ الکبرےٰ	۳۱	۲۰
فاطمہ بیگم	۱۶	۲۰
مس حجاب اسمٰعیل	۳	۱۹
ایس۔ آر۔ کے	۳۶	۱۲
ڈاکٹر بشارت احمد	۔	۱۲
گ۔ ن	۔	۱۱
محمدی بیگم	۔	۱۰
ظفر جہاں	۳۰	۱۰
مشتاق فاطمہ	۶	۹
ممتاز احمد فاروقی	۱۲	۷
ہری چند اختر	۔	۶
ابو الاثر حفیظ	۔	۶
امۃ الوحی	۱۳	۵
اے۔ ڈی قادری	۰	۵
مسز ہمایوں مرزا	۰	۴
نور جہاں	۰	۴
امتیاز جہاں	۰	۴
محمودہ اسحاق	۰	۳
ہمشیرہ محمد عاقل	۳	۳
زہرہ مراد	۰	۳
ہمشیرہ احمد مبین	۰	۳
حامدہ بیگم	۰	۳
"خاتون"	۰	۳
اہلیہ محمد علی	۰	۳
ظہور فاطمہ	۰	۳
حامد اللہ افسر	۰	۳
شرف الدین احمد	۰	۳
محمود الحسن صدیقی	۱۵	۳
سیدہ ممتاز علی	۲۵	۳

ہم ان سب بہنوں کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے سال بھر اخبار کو یاد رکھا اور جیسا موقع پایا۔ اس کے لئے مضامین ارسال فرمائے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسری بہنوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تہذیبی انعامات

۱۹۲۸ء کی آخری ششماہی کے نامہ نگاروں میں سے جو خواتین اور حضرات انعام کے مستحق ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ آخری ششماہی میں آپ کے مضامین کے کالم شمار میں جتنے نکلے۔ وہ بھی نام کے سامنے درج ہیں:۔

محترمہ آر۔ کے صاحبہ	۷۷ کالم
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	۸۶ کالم
محترمہ مس حجاب اسمٰعیل	۵۳ کالم
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ	۱۵ کالم
محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ	۵۰ کالم
محترمہ ظفر جہاں بیگم صاحبہ	۴۲ کالم

ان میں سے اپنے بزرگ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی خدمت میں انعام پیش کرنا چھوٹا منہ بڑی بات معلوم ہوتا ہے۔ آپ ضعیفی اور پیرانہ سالی میں تہذیب نسواں میں جو دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور اپنے جس قدر مفید اور گراں قدر مضامین سے اخبار کی امداد فرما رہے ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کرنے کو ہمارے پاس مناسب الفاظ نہیں۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرصہ دراز تک ہمارے سر پر سلامت رکھے۔ اور ہمیں آپ کی نصائح سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے:۔ مضمون نگاروں کے لئے حسب ذیل انعامات تجویز کئے گئے:۔

محترمہ آر۔ کے کو	اول انعام	۳۰ روپے
مس حجاب اسمٰعیل کو	دوسرا انعام	۲۰ روپے
محترمہ محمدی بیگم کو	تیسرا انعام	۱۵ روپے
محترمہ فاطمہ بیگم کو	تیسرا انعام	۱۵ روپے
محترمہ ظفر جہاں بیگم کو	چوتھا انعام	۱۰ روپے

اگرچہ یہ انعام مقدار کے اعتبار سے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ لیکن یہ مضمون نگاروں کی امداد کا معاوضہ نہیں محض احسان مندی کا ایک اعتراف ہے:۔

ان بہنوں کے مضامین مستغنی عن التعریف ہیں۔ اور تہذیبی حلقے میں بہت ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کے انداز تحریر پر اس سے پیشتر اظہار خیال کیا جا چکا ہے۔ انعام پانے والوں میں سے صرف محترمہ محمدی بیگم نئی مضمون نگار ہیں۔ آپ نے اسی ششماہی میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ اور اتنی کم مدت میں اتنے مضامین ارسال فرمائے۔ کہ انعام بھی حاصل کیا۔ اور تہذیبی بہنوں کے دل میں اپنی جگہ بھی بنا لی ہے۔ ان بہنوں کے علاوہ ہم ان سب بہنوں اور بھائیوں کا بھی دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جن کے ایک ایک دو مضامین اخبار کو ملتوع اور زنگار رنگ بناتے رہے:۔

نیاز نامہ

میری علالت کے دوران میں تہذیبی بہنوں اور بچیوں نے جو موثر اور مخلصانہ خطوط میرے نام لکھے ہیں۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ان کا میرے دل پر کس قدر اثر ہوا + ان خطوط کا اخبار میں رسمی طور پر کئی مرتبہ شکریہ ادا کیا جا چکا ہے لیکن میرا جی چاہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ اپنے قلم سے بھی ان معصوم بچیوں اور بچوں کی ماؤں کا دلی شکریہ ادا کروں۔ جن کے ہاتھ میری صحت کی دعا کے لئے اٹھتے رہے + اس علالت کے دوران میں انہوں نے جیسی گہری محبت و الفت اور دردمندی کا ثبوت دیا۔ اس کا خیال کرتا ہوں۔ تو میرا دل بھر آتا ہے۔ اور ان کی درازی عمر کے لئے بے اختیار میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں +

ان ہی کی دعاؤں کا اثر ہے۔ کہ آج اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے میں تندرست ہوں۔ کشمیر کی آب و ہوا مجھے غیر معمولی طور پر موافق آئی۔ اس سے نہ صرف کاربنکل کا زخم پورے طور پر مندمل ہو گیا۔ بلکہ جن عوارض کی شکایات اس تکلیف سے پہلے رہا کرتی تھیں۔ ان میں بھی کچھ کمی ہو گئی +

علالت کے دوران میں میں اگرچہ نہ تہذیب میں کچھ لکھ سکا۔ اور نہ اس کی نگرانی ہی کر سکا۔ لیکن پھر بھی اخبار سے بالکل غافل نہیں رہا۔ ڈاک میں سے تہذیبی بہنوں کے خطوط اپنے ہاتھ سے کھولنے کا شوق مجھے ہمیشہ سے ہے + اخبار کی ڈاک دیکھ کر اس کے متعلق خاصی صحیح رائے قایم کی جا سکتی ہے + اس دوران میں جو خطوط اور مضامین ڈاک میں میری نظر سے گزرے۔ ان سے یہ معلوم ہو کر مجھے بے حد خوشی ہوتی رہی کہ بہنوں کی دلچسپی اخبار میں روز افزوں ہے۔ اور وہ برابر اس کے لئے مفید و دلچسپ مضامین روانہ فرماتی رہتی ہیں +

بہنیں اخبار سے مطمئن ہیں۔ اور مجھ میں اب پھر اخبار کا تمام بوجھ سنبھالنے کی ہمت نہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اخبار کا انتظام تو یوں ہی امتیاز کے ہاتھ میں رہے البتہ میں اس میں مضمون لکھتا رہوں۔ یا ضرورت ہو۔ تو بعض مضامین کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کر دیا کروں +

جو بہنیں اپنے خطوط میں ازراہ محبت یہ لکھتی رہی ہیں۔ کہ وہ تہذیب کو پھر میری نگرانی میں دیکھنے کی آرزومند ہیں۔ امید ہے۔ کہ وہ میری معذوری کو مدنظر رکھ کر اخبار سے میرا اتنا ہی تعلق گوارا فرما لیں گی +

خاکسار سید ممتاز علی

+ + +

خدا رسیدگی کا غلط معیار

از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ مذہب صرف اسی کا نام ہے۔ کہ نماز روزہ کر لیا۔ بڑی دوڑ لگائی۔ تو حج کر لیا۔ حالانکہ یہ چیزیں اس اصل علت غائی کے حصول کے مختلف ذرائع ہیں۔ جو اسلام کا مقصد ہے۔ اصل علت غائی یہ تھی۔ کہ مسلمان کا اس اکیلے قادر مطلق خدا کے ساتھ محبت اور کامل فرمانبرداری کا تعلق ہو۔ اور اس کا اثر اس کے اعمال پر یہ ہو۔ کہ اپنے ابنائے جنس کی ہمدردی اور مخلوق کی شفقت اس میں بہترین شکل میں پائی جائے۔ اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے ہر ایک کے ساتھ اس کا برتاؤ عدل و انصاف کے رنگ میں ہو۔

بدقسمتی سے جو کتابیں زنبیات کی مستورات کو پڑھائی جاتی ہیں۔ اس میں بھی نماز روزہ۔ وضو طہارت سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر مستورات نماز روزہ کی تو پابند ہوتی ہیں۔ مگر زندگی کے چکر کے مختلف شعبوں میں انہیں کچھ بھی علم نہیں ہوتا۔ کہ خدا اور رسول کا کیا حکم ہے۔ اور اس وجہ سے بہت سے پیر اور ملا انہیں ٹھگ لیتے ہیں۔ اپنی شعلہ بار آنکھوں اور ہیبت ناک نعروں سے یا پراسرار ہتھکنڈوں سے رعب ڈال کر بھولی عورتوں کو لوٹ لے جاتے ہیں۔

وہ بے چاریاں سمجھتی ہیں۔ کہ یہ بڑے خدا رسیدہ ہیں۔ اور غیر معمولی خوبی کے لوگ ہیں۔ ان کے ذہن میں خدا رسیدہ لوگوں کا ایک غلط نقشہ جما ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ کوئی سبز پوش بزرگ ہوں جن کے لباس میں سیکڑوں رنگ برنگ کے مربع پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں مالا یا ایک چمٹا ہو۔ آنکھیں خون کی طرح سرخ ہوں۔ منہ میں کف ہو۔ بڑے جذبے سے بات کرتے ہوں۔ حکم پر حکم چلاتے ہوں۔ بات بات میں بگڑتے ہوں۔ بعض بے معنی باتیں بھی ہنکارتے ہوں۔ جن کو علم غیب تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہو۔ کہ قضا و قدر سب انہی کے ہاتھ میں ہے۔

کوئی عورت ہو۔ تو کبھی ہنستی ہو۔ کبھی روتی ہو۔ جھلیوں کی طرح۔ لوگوں کی تقدیر ان کے چہروں سے پڑھتی ہو۔ ہاتھ میں تسبیح لے کر ہر وقت ہونٹوں کو ہلاتی رہتی ہو۔ گویا کچھ پڑھ رہی ہے۔ عورتوں کے تمام دکھوں کا علاج اور ان کی سوکنوں کو مارنے کی تدبیریں کرنے اور ان کے بچوں کو بیماریوں اور آنے والے دکھوں اور مصائب کو محض تعویذ عملیات۔ ٹونے ٹوٹکوں سے دور کر دینے کا دعوے رکھتی ہو۔

بس پھر گیا ہے۔ اس پیر مرد یا پیر زال کے گھرے ہیں۔ پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں۔ حالانکہ خدا رسیدگی کی یہ علامت نہیں۔ بلکہ پیشہ ور مکار لوگوں کی علامتیں ہیں۔ جو مذہب کو محض لوٹنے کھانے کا ذریعہ بناتے ہیں + خدا رسیدگی تو اخلاق فاضلہ اور تلبیت اور بے نفسی اور مخلوق کے ساتھ شفقت اور ہمدردی پیدا کرتی ہے۔ اور یہ باتیں ایک شخص کے روزمرہ کے حالات اور معاملات سے نظر آتی ہیں + ولایت اور بزرگی تو ہمارے کامل ایمان اور نیک اعمال سے ہے۔ جو مطابق قرآن و سنت ہو۔ اس کے لئے کسی خاص نقشے اور ہیئت کذائی کی ضرورت نہیں + ان ہی باتوں کو سمجھانے کے لئے بہت سے بزرگوں نے کتابیں لکھیں تعلیم و تربیت نے بھی بہت کچھ اصلاح کی۔ مگر ابھی تک ایسے واقعات سننے میں آ جاتے ہیں۔ جن میں بزرگی کا سوانگ رچا کر کوئی مرد یا عورت سیدھی سادی عورتوں کو ٹھگ کر لوٹ لے جاتے ہیں +

اب ایک سچا اور تازہ واقعہ سنو:۔

ابھی حال ہی میں ایک شہر میں ایک بڑی چلتی ہوئی بڑھیا وارد ہوئی۔ وہ مکارہ بھی مذہبی ٹھگ تھی۔ سب سے پہلے تو اس نے امیروں کے گھروں کی ماماؤں کو گانٹھا۔ کیونکہ جب تک گھروں کے نوکروں سے ساز باز نہ کیا جائے مالک لُٹتے نہیں۔ عام چوروں اور ٹھگوں کا بھی یہی دستور ہوتا ہے۔ اور مذہبی ٹھگ بھی اسی اصول پر چلتے ہیں۔ اور گھروں

کا تو مجھے پتہ نہیں۔ مگر میں اپنے ایک رشتہ دار خاندان کا ذکر کرتا ہوں۔ جو اس شہر کے رئیسوں میں شمار ہوتے ہیں +

پہلے تو گھر کی ماما نے کہنا شروع کیا "کہ بیوی ایک اللہ کی پیاری اس شہر میں وارد ہوئی ہیں۔ جن کے چہرے پر نور ہی نور برستا ہے۔ سبحان اللہ شہر کی خوش قسمتی ہے۔ جو ان کا آنا ہوگیا۔ بیکڑوں دُکھیا درد مند آتے ہیں۔ اور مرادیں حاصل کر کے چلے جاتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا۔ جو آپ بھی ان کی زیارت کرتیں" + بیوی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ فوراً ماما کو بھیجا کہ جس طرح بھی بنے منت و زاری کر کے ساتھ لے آ + وہ بڑھیا فوراً آن موجود ہوئی۔ گھر کی بیوی اللہ کا جی بڑی سیدھی سادی۔ جیسے اپنا دل صاف ویسا ہی سب کا دل صاف سمجھتی ہیں + اس اللہ کی پیاری کی سواری آتے دیکھ کر بچھ ہی تو گئیں + کہاں بٹھاؤں کہاں رکھوں۔ غرضکہ خاطر تواضع کی انتہا کر دی۔ چند سے عمدہ کھانے۔ گھر میں تین لڑکیاں تینوں ہاتھ باندھی غلام + اس بڑھیا نے بھانپ لیا۔ کہ شکار بہت اچھا پھنسا ہے +

ایک دن کھانا کھانے بیٹھیں۔ تو چھوٹی لڑکی۔ جس کی عمر کوئی ۹ یا ۱۰ سال کی ہے۔ خدمت کے لئے پاس کھڑی تھی + وہ مکارہ آنکھیں اٹھا کر اس لڑکی کی طرف دیکھے۔ اور پھر آنکھیں نیچی کر لے۔ پھر دیکھے۔ اور پھر آنکھیں نیچی کر لے۔ اور کبھی کبھی ٹھنڈے سانس بھرے + گھر کی بیوی نے جو حرکت دیکھی

تو گھبرا کے، پوچھنے لگیں۔ کہ "حضرت کیا معاملہ ہے۔ آپ اس بچی کو دیکھتی ہیں۔ اور آنکھیں نیچی کر لیتی ہیں۔ ٹھنڈی سانسیں لیتی ہیں" ؟

حضرت بی بولیں۔ کہ "کیا بتاؤں۔ سنو گی۔ تو رنج ہو گا۔ جانے دو" ۔

اس انکار کا لازمی نتیجہ اصرار تھا۔ آخری بڑی ردوکد کے بعد بولیں۔ کہ بی کیا پوچھتی ہو۔ یہ لڑکی جب اٹھارہ برس کی ہو گی۔ تو مر جائے گی ۔

یہ سنتے ہی سارا کنبہ رو پڑا۔ وہ بچی بھی بڑی روئی۔ اس کی ماں، بہنیں بھی خوب روئیں۔ بیری اب تک سمجھ میں نہ آیا۔ کہ اس بڑھیا کے علم غیب پر ان کا اس قدر ایمان کیوں پیدا ہو گیا۔ آخر حضرت بی کو رحم آیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ تمہارے رونے دھونے سے میرا دل بھی بہت کڑھتا ہے۔ اس لئے میں اس کا آتارا کر دیتی ہوں۔ یہ تقدیر ٹل جائے گی۔ میں ایک وظیفہ کرتی ہوں جس دن وظیفہ ختم ہو گا۔ اس دن ایک بکرے کی سری منگا کر اس کے اندر گیارہ تولہ چاندی۔ ماش کی دال لڑکی کے سر کے بال (اور خدا جانے کیا کیا۔ مجھے یاد نہیں رہا۔) وغیرہ وغیرہ رکھ کر سری میرے پاس لے آنا ۔

اب کیا تھا۔ دن رات بڑھیا کے تر نوالے اور وظیفے جاری رہے۔ اور نقدی اور کپڑوں کی بھرمار الگ رہی ۔

کچھ دن بعد وہ وظیفہ ختم ہوا۔ سری آئی۔ اس میں گیارہ روپے اور الابلا سب رکھ کر بیوی نے بڑھیا کے سامنے پیش کی ۔ بڑھیا اسے دوپٹے کے اندر لے کر کچھ پڑھتی رہیں۔ اس کے بعد نوکر کو دیا۔ کہ دریا کے کنارے رکھ آئے۔ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھے ۔

وہ بھی بے وقوف لڑکا تھا۔ وہ سچ مچ سری کو دریا کے کنارے رکھ واپس دوڑ آیا ۔ رستہ میں کسی ہمسایہ نے بھانپ لیا۔ کہ یہ سارا کنبہ کسی مکر و فریب کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ اس نے نوکر کو کہا۔ کہ اب اگر پھر سری رکھنے کا موقع ہو۔ تو مجھے خبر کرنا ۔

خیر حضرت بی نے خوب انعام و اکرام حاصل کیا۔ مگر اسی پر بس نہیں کیا۔ چند دنوں کے بعد ان کے لڑکے پر بھی وار کیا۔ کہنے لگیں۔ کہ "اگرچہ یہ ابھی لمبی بیماری سے اٹھا ہے۔ مگر اس کی سختی ابھی کٹی نہیں۔ جو آگے آنے والی ہے۔ اس میں جان کا سخت خطرہ ہے" ۔

وہ لڑکا ٹائی فائڈ فیور کے ایک لمبے اور خطرناک حملے سے ابھی ابھی اٹھا تھا۔ اس کی ماں کا تو سن کر دم بند ہو گیا ۔ ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں ۔ کہنے لگیں۔ کہ "بی! اللہ کچھ ایسا جتن کرو۔ کہ یہ مصیبت ٹل جائے" ۔

اس پر حضرت بی کو پھر رحم آ گیا۔ فرمانے لگیں "اچھا تمہاری خاطر مجھے بہت منظور ہے۔ میں پھر وظیفہ کرتی ہوں۔ مگر اب کی دفعہ سری کے منہ میں

گیارہ تولہ چاندی کے علاوہ ایک تولہ سونا بھی رکھو۔ غرضکہ اب کی دفعہ سری کے مُنہ میں سونا چاندی سب کچھ رکھ کر پھر بڑھیا کے آنچل میں دیا۔ بڑھیا نے کلام پڑھ کر نوکر کے حوالے کیا۔ نوکر دریا کو چلا۔ تو ہمسایہ کو بھی خبر کی۔ وہ بھی پیچھے پیچھے چلا۔

نوکر تو سری دریا کے کنارے رکھ کر نوک دُم بھاگا۔ مگر اس ہمسایہ نے فوراً سری کے مُنہ کی تلاشی لی۔ تو نہ سونا تھا نہ چاندی۔ البتہ ماش کی دال۔ بال وغیرہ سب کچھ موجود تھا۔ اس نے آکر لوگوں سے ذکر کیا۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت بی جب سری کو دوپٹہ کے اندر لے کر کلام پڑھا کرتی تھیں۔ تو سونا چاندی نکال لیا کرتی تھیں۔ خیر اس کے بعد خوش اعتقادی میں ذرا کمی ہوئی۔ تو حضرت بی رخصت ہوئیں۔ مگر چھپے کھلے بہت کچھ سمیٹ کر لے گئیں۔ جو مدت کے لئے کافی تھا۔

مجھے جو میری وہ عزیزہ خاتون ملیں۔ تو میں نے بڑے آڑے ہاتھوں لیا۔ لڑکیوں پر بہت خفا ہوا۔ کہ تم نے پڑھ لکھ کر ڈبو دیا۔ آخر میں نے انہیں نوٹس دیا۔ کہ اس قسم کی جو بڑھیا تمہیں ملے۔ اسے بیرنگ پارسل کر کے میرے پاس بھیجدیا کرو۔ اور اب میں اخبار تہذیب کے ذریعے اپنی تمام بہنوں بیٹیوں کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ اس قسم کی جو بڑھیا نظر آئے۔ اسے میرا پتہ دیدیں۔ میرے پاس ان کا حکمی علاج موجود ہے۔ ایک کراماتی استرہ ہے۔ جو سر پر بال مونڈتے وقت اُلٹا چلتا ہے۔ اس قسم کے مکر و فریب کے دماغی مرکز اور غیب دانی کے دعوے بس بالوں کے منڈنے کے ساتھ ساتھ ہی صاف ہونے چلے جاتے ہیں۔

خاموشیاں

اس صبح اس کا چہرہ نہایت زرد تھا ———۔

ہوائیں الم انگیز سریں نکال رہی تھیں۔ جیسے کسی اندھیرے غار میں کوئی دور اندر بیٹھا موت کا راگ گا رہا ہو۔ میں نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ نہ اس نے اس کی کوشش کی۔ کیونکہ ہم دونوں کا نسوانی خیال یہی تھا۔ کہ دو محبت کرنے والوں کو بُرے موسم کی صبح میں ہم کلام نہ ہونا چاہئے۔

میں دیر تک دریچے میں چپ چاپ کھڑی سمندر کی موجوں کو گنتی رہی۔ اور وہ خاموشی سے ایک کوچ پر بیٹھی اپنے باجے کے شکستہ تاروں کو بجانے کی کوشش کرتی رہی۔

دلفگار۔ مس حجاب اسمٰعیل

لنگر

(از محترمہ ظفر جہاں بیگم صاحبہ)

کئی سال کا عرصہ ہوا۔ محلہ کی ایک بڑی بی ہمارے یہاں آیا کرتی تھیں۔ اور خدا انہیں غریق رحمت کرے۔ مجھ سے تو بہت ہی محبت کرتی تھیں۔ ذرا سا کوئی کام کر دو۔ تو بے اختیار دعائیں دینے لگتی تھیں۔ اور سب سے بڑی دعا ان کی یہ ہوتی تھی۔ کہ "بیٹی خدا تجھے اتنا دے۔ کہ تیرے دروازہ پر لنگر زاری (جاری) ہو"۔

میں ہنس کر کہہ دیتی۔ کہ بڑی بی خدا تمہاری دعا قبول کرے۔ لیکن خدا مجھے چاہے جتنا بھی دے۔ لنگر تو میں کبھی زاری نہ کروں گی۔ بڑی بی کہتیں "ہے ہے بچی۔ ایسے نہیں کہتے۔ خدا تجھے لنگر زاری کرنا نصیب کرے"۔

خیر میں ہنس کر خاموش ہو جاتی۔ مگر بڑی بی کی اس دعا کا اکثر مجھے خیال آ کر افسوس ہوتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے۔ کہ جس طرح خیرات کے اور بہت سے بیہودہ طریقے ہمارے یہاں رواج پا گئے ہیں۔ انہی میں یہ ایک لنگر بھی ہے۔ بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے۔ روپے کی بربادی سب سے زیادہ اس طریق سے ہوتی ہے۔ کیونکہ روزمرہ غیر مستحق پیشہ ور فقیروں کو جو بھیک دی جاتی ہے۔ یا اسی قسم کے اور طریقوں سے خیرات ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس میں تھوڑا ہی تھوڑا پیسہ برباد ہوتا ہے۔ لیکن لنگر میں سیکڑوں سے لے کر ہزاروں روپیہ تک یکمشت بیکار کر دیا جاتا ہے۔

شاید میری یہ تحریر لنگر کی شوقین بہنوں کو ناگوار ہو۔ اس لئے میں باادب ان سے معافی کی خواستگار ہوں۔ لیکن ساتھ ہی یہ درخواست بھی ضرور کروں گی۔ کہ لنگر جاری کرنے سے سوائے اس کے اور کیا فائدہ ہوتا ہے۔ کہ چند آدمی (خواہ وہ سیکڑوں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔) صرف ایک وقت کا کھانا کھا لیتے ہیں؟ میں پوچھتی ہوں۔ کہ اگر ہم نے سیکڑوں روپیہ خرچ کر کے ایک وقت کسی کا پیٹ بھر دینے کا ثواب کمایا۔ تو کیا کمایا؟ اور خاص کر اس صورت میں کہ لنگر کی روٹی کھانے والے سب کے سب مستحق ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ اکثر اعراس و محرم کے زمانہ میں جو لنگر ہوتا ہے۔ اس کو تبرک سمجھ کر امیر غریب سب ہی شریک ہوتے ہیں۔ اور اگر پیٹ بھر کر نہ سہی تو نوالہ ہی نوالہ تبرکاً چکھ لیتے ہیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے یہاں دیکھا ہے۔ کہ محرم کی نویں تاریخ کو لوگ کثرت سے لنگر کرتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ روٹی کے ٹکڑے کر کے بڑے بڑے تھیلوں میں بھر کر اونٹ پر

لا دیتے ہیں۔ اور ایک آدمی گردن کے قریب اسی اونٹ پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے وہ ٹکڑے لٹانا شروع کرتا ہے۔ جس کو لینے کے لئے سیکڑوں آدمی ایک پر ایک گرتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ اور جب ہاتھوں میں ٹکڑے نہیں آتے۔ تو چھتریاں کھول کر الٹی کر لیتے ہیں۔ اور جو ٹکڑے ان میں آ کر گرتے ہیں۔ ان کو جمع کر لیتے ہیں + نہیں معلوم کتنے ٹکڑے زمین پر بھی گرتے ہوں گے۔ جو سوائے اس کے کہ لوٹنے والوں کے پیروں میں پامال ہوں۔ اور کس کام آتے ہیں +

اکثر مکانوں اور دکانوں کی چھتوں پر بیٹھ کر بھی لنگر ہوتا ہے۔ اور اس کا بھی بالکل یہی حشر ہوتا ہے۔ جو اونٹ والے لنگر کا ہوتا ہے +

شربت کا لنگر اس سے بھی زیادہ بدتر طریقہ سے ہوتا ہے۔ سرراہ کسی اونچے درخت پر ایک بڑا مچان باندھ لیا جاتا ہے۔ اور اس پر دو تین ٹبوں میں شربت بھر کر رکھ لیا جاتا ہے۔ اور سیکڑوں مٹی کی کلیاں ایک شخص لے کر مچان پر بیٹھ جاتا۔ اور ہر شخص کو غڑپ غڑپ ٹب میں سے کلیاں بھر دئے جاتا ہے۔ جس میں برابر اس کا ہاتھ بھی ڈوبتا جاتا ہے۔ اور لینے والوں کی چھینا جھپٹی میں اس قدر شربت زمین پر گرتا ہے۔ کہ ذرا ہی سی دیر میں مچان کے نیچے کیچڑ کی دلدل بن جاتی ہے +

اکثر خانقاہوں اور رئیسوں کے یہاں بھی محرم کی پہلی تاریخ سے لے کر دسویں تک روزانہ لنگر ہوتا ہے۔ جس کا حساب پچیس نہیں اور پچاس سے لے کر سو روپے روز تک پہنچتا ہے۔ اور دسویں تاریخ تک ایک ہزار روپیہ خرچ ہو جاتا ہے جس کا فائدہ صرف اس قدر ہوتا ہے۔ کہ جس محلے میں لنگر ہوتا ہے۔ اکثر دس روز تک اس کے کسی غریب گھر میں چولھا نہیں جلتا۔ اور وہاں کے جتنے لوگ کہیں نوکر ہوتے ہیں۔ کیا مرد کیا عورتیں دس روز کے لئے اپنا کام چھوڑ کر گھر آ بیٹھتے ہیں + (شاید بری طرح اور بہنوں کو بھی تجربہ ہو گا۔ کہ محرم اور کسی عرس کے زمانہ میں ہمیشہ نوکروں کا کال ہو جاتا ہے۔ اور وہ نوکر بھی رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ جو پہلے سے مستقل کام کر رہے تھے۔) دس دن کے بعد بھی اکثر گھروں میں بچا بچایا پلاؤ زردہ اور روٹی کے ٹکڑے چارپائیوں پر سوکھتے دیکھے ہیں مگر آخر تابکے؟ جب رفتہ رفتہ ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو پیٹ کی فکر پھر کام کرنے پر مجبور کرتی ہے +

اب دوسری طرف اسی ایک ہزار روپے کا دوسرا مصرف یہ ہو سکتا ہے۔ (اور میرے نزدیک تو یہی بہتر ہے) کہ اس کو تعلیمی اور صنعتی کاموں میں صرف کیا جائے + بیس روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کیجئے۔ تو یہ آپ کی ایک مرتبہ کی خیرات کا روپیہ جو صرف دس روز میں بغیر اپنا کوئی مستقل اثر قایم کئے ہوئے) فنا ہو جاتا ہے۔ چار سال تک کام دے سکتا ہے۔ اور اس سے

آپ ایک ایسے طالب علم کی مدد کر سکتے ہیں۔ جو کسی نہ کسی طرح مر پٹ کر میٹرک پاس کر چکا ہے۔ لیکن اب اپنی تعلیم کو جاری رکھنے کی اس کی ناداری اجازت نہیں دیتی ؛

آپ اپنی اس دس روزہ خیرات کو بند کر کے (جس سے صرف شکم پُری اور زبان کا ذائقہ ہوتا ہے) چار سال میں اسے بی اے کی معزز ڈگری دلا سکتے ہیں۔ جس کے بعد وہ نہایت قابل عزت طریقے سے اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کے قابل ہو جائے گا ؛

اسے بھی جانے دیجئے۔ آپ کے محلے میں جو آوارہ گرد لڑکوں کی ایک پلٹن کی پلٹن گالی گلوچ دھینگا مشتی کرنے اور گلی ڈنڈا کھیلنے میں ہر وقت مصروف نظر آتی ہے۔ اسی میں سے دو کو آپ لے لیجئے۔ اور دس دس روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر کے دو سال کسی پرائمری کارپنٹری یا دوسرے صنعتی اسکول میں تعلیم دلوائیے۔ اگر خدا کا فضل شامل رہا۔ تو چار سال میں وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ روپیہ دو روپیہ روز پیدا کر کے اپنی اور اپنے متعلقین کی گزر اوقات کر سکیں ؛

اسی طرح اگر ہر سال آپ اپنے لنگر کا روپیہ اسی مصرف میں لگاتے جائیں۔ تو انشاء اللہ چند سال میں آپ کو لنگر تقسیم کرنے وقت کم از کم اپنے محلہ میں کوئی اس کا لینے والا نظر نہ آئے گا۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ تبرکاً اس میں سے کچھ لے لے۔ لیکن در اصل اس کو اس کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور اس طرح آپ کی سالانہ خیرات اصلی معنوں میں خیرات ہوگی جو رفتہ رفتہ اس کے لینے والوں کو خیرات کی ضرورت سے بے نیاز کر دے ؛

یہاں ایک اعتراض یہ ضرور ہو سکتا ہے۔ کہ میں نے انہی لوگوں کو مدد پہنچانے کی صلاح دی ہے۔ جن کی حالت اصلاح پذیر ہے۔ لیکن وہ مفلس محتاج۔ اپاہج فاقہ کش کیا اسی حالت میں چھوڑ دیئے جائیں۔ جو نہ تو کوئی کام سیکھنے کے قابل ہیں۔ اور نہ اب ان میں اتنی سکت باقی ہے۔ کہ وہ کوئی بھی کام کر سکیں ؟

تو اس کے لئے میرا جواب یہ ہے۔ کہ نہیں جناب سب سے پیشتر ایسے ہی لوگوں کی دستگیری ہمارا انسانی فرض ہے۔ میں تو کہتی ہوں۔ کہ دس روز کے لنگر کا پلاؤ زردہ۔ قورمہ اور خمیری روٹی ان کو سال کے باقی دنوں کے لئے غذا کی ضرورت سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔ اور لنگر کے یہ مقررہ دن گزر جانے کے بعد بھی ان کی دستگیری مخیر اصحاب کا فرض عین ہے ؛

لیکن اس پر بھی میں لنگر کو فضول ہی نہیں بلکہ مضر بھی سمجھتی ہوں۔ اس لئے کہ لنگر میں عمدہ سے عمدہ کھانے پکائے جاتے ہیں۔ اور بلا تخصیص امیر غریب سب کو کھلائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے غریبوں کو سال میں صرف دس روز تو زرا پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوتا ہے۔ اور باقی دنوں

ہیں وہ فاقہ کشی کرنے کے لئے چھوڑ دئے جاتے ہیں ÷

اس کا علاج یہ ہے۔ کہ لنگر کی رسم کو قطعاً بند کر دیا جائے۔ اور جو رقم آپ کو اس کام میں صرف کرنی ہے۔ اس کو علیحدہ کر کے آپ اپنے محلہ کے غریبوں کا حساب لگا بیٹھیے ÷ اگر دس گھر آپ کے محلے میں غریب ہیں۔ تو زیادہ تر امکان یہی ہے۔ کہ ان میں ایک کمانے والا ہوگا۔ اور اس کے اپنے اہل وعیال کے علاوہ ضعیف والدین یا بیوہ بہن یا بھاوج کا بار بھی اسی کے سر ہوگا۔ اور اس وجہ سے سارے خاندان کو عسرت کی تکلیف کا سامنا ہوگا ÷

ایسے لوگوں کے لئے سخت ضرورت ہے۔ کہ کہ وہ مخیر اصحاب کے دستر خوان پر مدعو کئے جائیں لیکن صرف وہی ضرورت مند اور از کار رفتہ ہستیاں جن کی وجہ سے تمام خاندان کو تنگی سے گزر کرنی پڑتی ہے ÷ یہ ضرورت نہیں۔ کہ آپ سارے کنبے کو اپنے لنگر خانے میں شریک کر لیں۔ کیونکہ جب یہ ایک دو اشخاص جو کسی کام کے قابل نہیں ہیں۔ اپنا بوجھ اس ایک کمانے والے کے سر سے ہٹا لیں گے۔ تو نسبتاً اُسے کچھ نہ کچھ فراغت ضرور حاصل ہوگی ÷ بس اب آپ اس کی اتنی مدد کر کے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اور کمانے کھانے دیجئے۔ مفت خوری کی عادت خدا کے لئے نہ ڈلوایئے ÷

اب رہ گئے۔ یہ نئے مہمان۔ ان کے لئے آپ اپنا لنگر خانہ بجائے دس روز کے تین سَو پینسٹھ دن تک برابر کھلا رکھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان غریبوں کے لئے پلاؤ زردے اور قورمے قلیئے کا اہتمام نہ کیجئے۔ بلکہ معمولی سے معمولی کھانا دیجئے ÷ اگر پانچ روپے ماہوار فی کس صرف کیا جائے۔ تو ۱۹ آدمیوں کو دونوں وقت اسی ایک ہزار میں سال بھر تک کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ اور نہ صرف یہ ایک شخص کے ذمے ہونا چاہیئے۔ بلکہ محلے کے اور مخیر اصحاب بھی اس میں شرکت کر کے اگر ایک کمیٹی بنا لیں۔ اور چندہ سے اپنے غریب اہل محلہ کی اس طرح مدد کریں۔ تو نہ صرف یہ کہ ان کو فاقہ کشی کی مصیبت سے بچا سکیں گے۔ بلکہ مفت خوری اور چٹورپن کی عادتوں سے بھی محفوظ رکھ سکیں گے ÷

لیکن اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کا خیال بھی نہایت ضروری ہے۔ جو تعلیم و تربیت کے محتاج ہیں۔ کیونکہ اگرچہ کسی کا پیٹ بھر دینا بھی بہت ثواب کا کام ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ثواب کا کام یہ ہے۔ کہ اسے خود نہ صرف اپنا بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کا بھی پیٹ بھرنے کے قابل بنا دیا جائے۔ اس لئے پیٹ تو صرف ان کا بھرنا چاہیئے۔ جو خود کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ لیکن جو کچھ ذرا سا کام کرنیکے بھی قابل ہیں۔ انکو سہارا دیکر اپنے پیروں آپ کھڑا ہونے دیجئے ÷

قرۃ العین

(از محترمہ سلطانہ آصف فیضی صاحبہ بمبئی)

تاریخ اسلام میں ہزارہا ایسی عجیب و غریب ہستیوں کا ذکر موجود ہے۔ جن کے کارناموں پر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی۔ اور ان میں سے اکثر کے حالات زندگی بہت مشہور بھی ہو چکے ہیں۔ مگر جناب طاہرہ قرۃ العین کے حالات سے لوگوں کو بہت کم واقفیت ہے۔

یہ وہ عالمہ۔ فاضلہ اور شاعرہ بی بی تھیں۔ جن کی ہستی پر ایران آج تک ناز کرتا ہے۔ وہ حسن۔ علم اور قابلیت میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھیں۔ گو جناب طاہرہ کی پیدائش اور پرورش ایک مسلمان گھرانے میں ہوئی۔ مگر کچھ عرصے کے بعد انہوں نے بابی مذہب اختیار کر لیا۔ اور اسی مذہب پر وعظ کرتے کرتے اور اپنے اصول کے لئے لڑتے لڑتے وہ شہید ہو گئیں۔

ایران کے لوگ اب تک بڑی ہی عزت و حرمت سے جناب طاہرہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ کریں گے۔ وہ ایک ایسا نہ مٹنے والا نام چھوڑ گئیں۔ کہ گو تعصب پرست لوگوں نے ان کی پاک ہستی مٹا دی۔ اور بڑی ہی تکلیف سے ان کی جان لی۔ تب بھی ان کا نام نہ مٹا سکے۔ افسوس مجھے ان کی تاریخ ولادت نہ مل سکی۔ تاہم ان کا جو کچھ حال ادھر اُدھر کتابوں سے ملا۔ تہذیبی بہنوں کی دلچسپی کے لئے قلم بند کرتی ہوں۔

آپ کا نام زریں تاج اور لقب قرۃ العین تھا۔ اور جناب طاہرہ کا آپ کو خطاب ملا تھا۔ والد کا نام حاجی ملا محمد صالح تھا۔ جو قزوین کے باشندے تھے۔ جب زریں تاج تعلیم سے فارغ ہو چکیں۔ تو ان کے والد ماجد نے ان کو کربلا بھجوایا۔ وہاں کسی شیخ کی شاگردی میں بہت کچھ فیض حاصل کرنے کے بعد قرۃ العین نے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ حسن اور قابلیت میں بے نظیر ہونے کے علاوہ خدا نے ان کو خطبہ اور وعظ کرنے کی بھی حیرت انگیز قوت دی تھی۔ اور ان کے کلام میں ایک نرالی شیرینی اور دل فریبی تھی۔

یہ وہی زمانہ تھا۔ جبکہ ایران میں ایک شیرازی مرزا علی محمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور خود کو مہدی ظاہر کیا۔ چونکہ وہ خود کو سچائی کا رہنما اور "دروازہ" کہتے تھے۔ اس لئے لوگ ان کو باب کہنے لگے۔ اور ان پر اعتقاد لانے والے بابی کہلانے لگے۔

مرزا علی محمد کے نئے مذہب میں کچھ عجیب

اثر تھا۔ کہ یہ نیا مذہب آگ کی طرح سے سارے ایران میں پھیل گیا۔ اور حکومت ایران نے اس کو جس قدر دبانے کی کوشش کی۔ اسی قدر اس کو زیادہ ترقی حاصل ہونے لگی ؛

۱۸۴۴ء میں جب بابی مذہب شروع ہوا۔ تو اس وقت قرۃ العین کربلا میں تھیں ۔ وہاں وہ اپنے کئی ساتھیوں اور شاگردوں سمیت بابی ہوگئیں۔ اور اپنے نئے اعتقاد کے فوائد پر وعظ کہنے لگیں ۔ ان کی شیریں بیانی میں کچھ ایسا جادو تھا۔ کہ ہر جگہ ان کے وعظ کے اثر سے لوگ بابی ہونے لگے۔ اور حکومت ایران متفکر و پریشان ہو گئی ۔ اس نئے مذہب کو دبانے کے لئے حکومت نے بابیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اور ایران میں ایک خاصہ ظلم کا میدان پھیل گیا ۔ یہ حالات دیکھ کر ملا محمد صالح جا کے بیٹی کو قزدین واپس لے آئے ؛

کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے بابی مذہب پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں :۔

"جب قرۃ العین ایران واپس آئیں۔ تو ان کے والد ملا محمد صالح نے ان کی شادی اپنے برادر زادہ ملا محمد سے کردی ۔ ملا محمد ایک زاہد اور پکے مسلمان تھے۔ اور قرۃ العین بابی تھیں۔ دونوں کا نباہ ناممکن تھا۔ اس لئے کچھ مدت کے بعد طلاق ہوگئی"؛

ایک جگہ پروفیسر براؤن کی کتاب میں میں نے دیکھا۔ کہ قرۃ العین کی شادی پہلے ہی ان کے چچا کے بیٹے ملا محمد سے ہوگئی تھی۔ اس کے بعد وہ بابی ہوئیں ۔ خیر جو کچھ بھی ہو۔ مگر ان میاں بیوی کا آپس میں نباہ نہ ہوسکا۔ اور جلد ہی علیحدگی ہوگئی ؛

قرۃ العین کے چچا جو ان کے خسر بھی تھے۔ ملا آدمی اور بہت عالم و زاہد تھے۔ اور اسی وجہ سے بابیوں کے سخت دشمن تھے۔ اور اکثر بابیوں کو۔ باب کو اور ان کے اعتقادات کو برا بھلا کہا کرتے تھے ۔ اسی دشمنی کی وجہ سے ایک روز بعد نماز فجر ایک مسجد میں کسی نوجوان بابی نے ان کو قتل کر دیا ۔ ان کے قتل کے سلسلے میں کئی بابی گرفتار ہوئے۔ جن میں قرۃ العین بھی تھیں۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ان کی بے گناہی کا ثبوت ملنے پر انہیں رہا کر دیا گیا ؛

پروفیسر براؤن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ بابی مذہب کا سب سے بڑا معجزہ قرۃ العین تھیں۔ ایسی قابلہ اور عالمہ فاضلہ بی بی کا اس مذہب کے لئے وعظ کرنے کرنے اور اپنے اصول کے لئے لڑتے لڑتے مر جانا بذات خود ایک معجزہ ہے ؛

بعض وقت جناب طاہرہ وعظ کرتے کرتے اتنی بیخود ہو جاتی تھیں۔ کہ ان کے چہرے

سے نقاب سرک جاتی تھی۔ اور ان کو خبر نہ ہوتی تھی۔ تاہم کچھ دیر کے بعد وہ خود ہی اسے درست کر لیتی تھیں۔ آتنی پاک۔ نیک اور ولی صفت بی بی تھیں۔ کہ علی محمد باب نے ان کو طاہرہ کا خطاب دیا تھا۔ اور ابتک ایران میں وہ جناب طاہرہ کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔ ان کو بابی مذہب سے اس قدر عشق تھا۔ کہ اپنے نئے اعتقاد کی دھن میں انھوں نے عجیب موثر اشعار لکھے ہیں۔ دو تین یہاں نقل کرتی ہوں۔

من وعشق آن مہ خوبرو کہ چو شد صلائے بلا برو۔
بنشاط و قہقہہ شد فرو کہ انا الشہید بکربلا۔
تو و ملک و جاہ سکندری۔ من و رسم و راہ قلندری۔
گر آں خوش است تو در خوری و گر ایں بد است مرا سزا
تو چہ فلس ماہی حیرتی۔ کہ زنی بہ بحر وجود دم۔
بنشیں چو طاہرہ دم بدم بشنو خروش نہنگ را

قرۃ العین کے علم و فضل۔ قابلیت اور حُسن کو دیکھ کر ان کے والدان سے کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تو اپنی اس قابلیت۔ علم و عقل کے ساتھ "باب" (مہدی) یا اس سے بھی زیادہ ہونے کا دعویٰ کرے تو میں خوشی سے اسے تسلیم کر لوں۔ مگر افسوس تو یہ ہے۔ کہ تو اس شیرازی لڑکے (علی محمد باب) پر ایمان لے آئی ہے"۔

جب قرۃ العین کا موثر وعظ بہت اثر لانے لگا۔ اور لوگ بابی ہونے لگے۔ تو ایرانی حکومت ڈر کر اس فکر میں پڑ گئی۔ کہ کسی نہ کسی طرح اس چراغ کو ٹھنڈا کر دینا چاہئے۔ جس کی روشنی دور دور پھیل رہی ہے۔ اسی سلسلے میں ان کو گرفتار کر کے دارالسلطنت طہران لایا گیا۔ اور وہ قید کر دی گئیں۔

مقید ہونے کے بعد بھی ان کا وعظ جاری رہا اور قید خانہ کے ساتھی بڑے شوق سے ان کی خوش الحانی کو سنتے رہے۔ آخر اگست ۱۸۵۲ء کی کسی تاریخ کو جو میں ٹھیک طرح معلوم نہیں کر سکی۔ یہ بولتا ہوا بلبل ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا۔ کسی کو صحیح طور پر معلوم نہیں۔ کہ اسے کیوں کر خاموش کیا گیا۔ مگر کہتے ہیں۔ بہت ہی تکلیف سے جان لی گئی۔ بعض کی روایت ہے۔ کہ پھانسی دی گئی۔ بعض جگہ سُنا گیا۔ کہ شاہی باغ میں ایک سوکھا کنواں ہے۔ اسی میں ان کو زندہ دفن کیا گیا۔

جو کچھ بھی ہو۔ مگر اتنا ظاہر ہے۔ کہ عین عالم جوانی میں ان قابل بی بی نے بہت ہی بہادری اور بیحد مردانگی سے جان دی۔ گو کم عمری میں قتل کر دی گئیں۔ مگر ان کی زندگی کے یہ چند سال کچھ ایسے چمکتے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے ان کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔

بابی لوگ تو خیر ان بی بی کو ولیہ سمجھ کے بہت ہی عزت سے ان کی یاد کرتے ہیں۔ اور باب کے خاص مصاحبین میں سے ان کو ایک مصاحب

مانتے ہیں۔ مگر عام ایرانی بھی قرۃ العین کی علم و قابلیت کی وجہ سے ان کا احترام کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور گو تعصب کی وجہ سے ایسی قابل بی بی یوں بے رحمی سے قتل کی گئیں۔ پھر بھی ایرانی لوگ اس عجیب ہستی کو ہمیشہ یاد کریں گے۔ جس نے اپنے اصول کے لئے شہادت کا درجہ حاصل کیا۔ اخیر وقت میں قرۃ العین سے پوچھا گیا۔ کہ اگر اب بھی وہ بابی مذہب کو چھوڑ دیں۔ تو ان کی جان بخشی جائے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ زندہ رہنے والا نام اس چند روزہ زندگی سے زیادہ پسند کیا۔ اور خوشی اور صبر سے سر جھکا دیا۔

ہم کو سب سے بڑا سبق جو ان کی زندگی سے ملتا ہے۔ وہ ان کی مضبوطی ارادہ ہے۔ انہوں نے اپنے اصول پر قایم رہ کے جان دینا منظور کرلی مگر اپنے ارادہ سے نہ پھریں۔

+ + +

تقویم نسواں

جنوری	مئی	اگست	فروری	جون	ستمبر	اپریل	۱۹۲۹ء				
اکتوبر	+	+	مارچ	+	دسمبر	جولائی					
+	+	+	نومبر	+	+	+					
سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	+	۵	۱۲	۱۹	۲۶
اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	+	۶	۱۳	۲۰	۲۷
پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	+	۷	۱۴	۲۱	۲۸
منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	۴	۱۱	۱۸	۲۵	+

تاریخ معلوم کرنے کا قاعدہ:-

ہر ماہ کے دنوں کے مقابل میں تاریخ معلوم ہوسکتی ہے۔ مثلاً جنوری کو منگل کے دن کون کون سی تاریخ ہوگی۔ تو جنوری کے خانوں کے دنوں میں منگل کے مقابل ۱۔ ۸۔ ۱۵۔ ۲۲۔ اور ۲۹ تاریخ ہوگی۔ وغیرہ

مرتبہ شہزادی بیگم مرادآباد

پردہ

(از مولوی شیخ محمد عبداللہ صاحب علی گڑھ)

میں نے آج تک پردے پر کوئی ایسا مضمون نہیں لکھا جس سے عام محسوسات سوسائٹی کو کوئی صدمہ پہنچے۔ مگر اب وقت آگیا ہے۔ کہ لوگوں پر پردے کی اصلیت بھی ظاہر کی جائے۔ کہ یہ رسم کہاں سے پیدا ہوئی۔ اور کن کن ممالک اور طبقوں میں اس کا رواج رہا۔ اور کب سے اس میں کمی شروع ہوئی۔ اور اب کن کن ممالک نے اس کو ترک کر دیا ہے۔ اور کون لوگ اس کو ترک کر رہے ہیں۔ اور آیندہ اس کا کیا حشر ہونے والا ہے*

قبل اس کے کہ پردے کے بارے میں کوئی دوسری بات کہی جائے۔ یہ کہنا نہایت ضروری ہے۔ کہ پردے سے اور مذہب سے مطلق کوئی سروکار نہیں ہے* مذہب نے پردے کے بارے میں مطلق کوئی حکم نہیں دیا۔ بڑے سے بڑا حکم جو بڑی تلاش سے ہم پیش کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ مسلمان عورتیں جب گھروں سے باہر جائیں۔ تو اپنی چادر نیچی کر لیا کریں* یہ نہایت مناسب ارشاد ہے۔ اور تہذیب و شائستگی کے لئے اور عورت کی عزت و وقار کے لئے ضروری ہے۔ کہ جب وہ گھر سے باہر نکلے۔ تو سر سے کپڑا اُتار کر یا بال کھول کر باہر نہ نکلے۔ بلکہ سر اچھی طرح سے ڈھانک کر باہر نکلے* موجودہ زمانے کے علما بعض باتوں میں زبردستی بھی کرتے ہیں۔ کہ جب ان کو کسی معاملے میں سند نہیں ملتی۔ تو ناراض ہونے لگتے ہیں* بات بالکل صاف ہے۔ اگر آپ کو کوئی صریح حکم کہیں معلوم ہو۔ کہ عورتیں چاردیواری کے اندر بند رہا کریں۔ یا سر اور چہرے پر ایک غلاف چڑھا کے باہر نکلا کریں۔ تو بسم اللہ لائیے۔ وہ حکم پیش کیجئے۔ اور اگر پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر زمانے کو اپنی چال چلنے دیجئے۔ مذہب کی آڑ پکڑنے اور دوسروں پر طعنہ زنی کرنے اور کسی کو بُرا بھلا کہنے سے کیا فائدہ ہے؟

آپ کے مقابلے میں ہم شرع کی مسلمہ کتاب ہدایہ پیش کرتے ہیں۔ جس میں صاف لکھا ہے۔ کہ عورت کے لئے مُنہ اور ہاتھ کا پردہ نہیں ہے* اس کے علاوہ آپ مولوی عبدالماجد صاحب کا وہ مضمون ضرور پڑھ لیجئے۔ جو موصوف نے کچھ عرصہ ہوا بڑی تحقیقات کے بعد لکھا۔ اور شائع کرایا ہے۔ اور جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے۔ کہ مذہب میں عورت کے لئے نہ چاردیواری کا پردہ ہے۔ اور نہ سر اور مُنہ لپیٹے رہنے کا پردہ ہے* پس پردہ کی حمایت میں مذہب کی دُہائی ایک غلط بات ہے۔ اس دعوے کے لئے نہ کوئی ثبوت ہے۔ اور نہ

کوئی حکم پیش کیا جا سکتا ہے +

پردہ ایک رسم ہے - میں یہ نہیں کہوں گا - کہ سب رسمیں بری اور خراب ہی ہوتی ہیں + پردہ کی رسم اپنے وقت میں ضروری اور مناسب رسم ہوگی + اب بھی جو لوگ پردے کی رسم قایم رکھنا چاہیں - خوشی سے قایم رکھیں - مجھے ان سے کوئی تنازعہ نہیں ہے + رسمیں بہت آہستہ آہستہ اور بتدریج قایم ہوتی ہیں - اور اسی طرح بتدریج ان کا خاتمہ بھی ہوتا ہے - زبردستی کسی رسم کے توڑنے کی دنیا میں کوشش کرنا نہایت سخت غلطی ہے + انسانی خیالات پر روشنی ڈالنا - اور سوسائٹی کی طرز زندگی میں انقلاب پیدا کرنا ایک دوسری بات ہے + دوسروں کے خیالات سے جنگ لڑنا بالکل ہی ایک دوسری بات ہے + جو لوگ پردہ کے حامی ہیں - وہ اگر انصاف سے اس بات کو تسلیم کرلیں - کہ پردہ صرف ایک رسم ہے - اور مذہب سے اس کو کچھ واسطہ نہیں ہے - لیکن ہم اس کو اچھا سمجھتے ہیں - تو پھر پردے کے مخالفین کی سخت غلطی ہوگی - کہ وہ اس کے توڑنے میں جلدی یا سختی کریں +

یہ رسم اسلام سے قبل ہی بعض ممالک میں موجود تھی - بالخصوص ایران میں پہلے ہی سے اس نے اپنے قدم جمار کھے تھے + شاہی خاندانوں اور وزرا امرا کی بہو بیٹیاں نخوت کی وجہ سے عام عورتوں کی طرح گھروں سے بالکل نہیں نکلتی تھیں - اسی طرح پر وسطی زمانہ میں ہندوستان کی رانیاں مہارانیاں بھی رنواسوں میں رہتی تھیں - اور عام لوگوں کے سامنے نہ وہ آتی تھیں - اور نہ عام لوگوں کو ان کے سامنے جانے کی اجازت تھی +

ایک زمانے میں تو بعض ممالک میں مقتدر طبقے کے مرد بھی پردہ کرنے لگے تھے + بغداد کے خلفاء پردے کے پیچھے بیٹھ کر لوگوں کی درخواستوں پر حکم صادر کرتے تھے - اور نہایت ہی محدود تعداد خدام یا وزرا کی ان کے سامنے آنکھیں نیچی کرکے جایا کرتی تھی + مصر میں بھی فاطمی خلفاء پردہ کرتے تھے + زمانہ حال تک چین کا بادشاہ پردہ نشین تھا - کوئی بھی شاہ چین کے سامنے نہیں جا سکتا تھا - وہ جب کبھی باہر نکلتا تھا - تو فوج کے آدمی اس رستے کی جانب پیٹھ موڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے - جس رستے سے بادشاہ کی سواری نکلتی تھی - اور جب بادشاہ کے گھوڑے کی ٹاپ ان کے قریب آتی ہوئی سنائی دیتی تھی - تو سجدے میں زمین پر گر پڑتے تھے + مراکش کا بادشاہ بھی لوگوں کے سامنے نہیں آیا کرتا تھا + رفتہ رفتہ خدا خدا کرکے مردوں میں اس رسم کا خاتمہ ہوا - یا یوں کہئے - کہ جو مرد پردہ کرتے تھے ان ہی کا خاتمہ ہوگیا +

اب عورتوں کے پردہ کی طرف توجہ کیجئے - تو معلوم ہوگا - کہ ایک زمانہ میں ایران - توران - ترکی - عرب مصر - ہندوستان - افغانستان غرضکہ ایشیا کے اکثر ممالک میں عورتیں پردہ کیا کرتی تھیں + (باقی آیندہ)

خدائی دربار

(از جناب ضمیر احمد صاحب ہاشمی)

باری تعالےٰ کے دربار میں مجھے ایک دن شرف حضوری نصیب ہوا۔ مجھے ارشاد ہوا۔ کہ "اے بندے کیوں حاضر ہوا ہے؟" میں نے کہا۔ اپنے بھائی "مرد" کو ملزم قرار دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس نے میری بہن عورت کو نہایت ہی ذلیل و خوار کیا ہے۔ اس کو طرح طرح کی تکالیف دی ہیں۔ اس کے دست و پا شکستہ ہیں۔ اور اس کو جسمانی اذیت دے کر گھر سے باہر شارع عام پر پھینک دیا ہے۔ جہاں وہ بحیثیت اپاہج و لاچار پڑی ہوئی ہے۔ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ کہ سلطنت اس سے لے لی جائے۔ کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں۔ اس کے دونوں ہاتھ خون سے آلودہ ہیں۔ اور وہ غریب بیکسوں پر ظلم کرتا ہے۔ یہ انعام مجھ کو مرحمت فرمایا جائے کہ میرے ہاتھ ہر قسم کی معصیت سے پاک ہیں"

باری تعالےٰ نے فرمایا۔ "تیرے ہاتھ واقعی پاک ہیں۔ لیکن کیا تو اپنا چغہ کا دامن اُٹھا سکتا ہے؟" میں نے اپنا دامن اُٹھایا۔ تو میرے دونوں پاؤں خون سے آلودہ تھے۔ خون بھی تازہ اور نہایت سرخ۔ مجھ ہی سے استفسار ہوا۔ "یہ کیا ماجرا ہے؟"

میں نے گڑگڑا کر عاجزی کی۔ "اے میرے رحیم خدا۔ دنیا کے راستے بہت ہی آلودہ ہیں۔ سیدھا ان راستوں پر چلوں۔ تو میرے کپڑے باہر سے آلودہ ہو جائیں گے۔ لیکن دیکھئے۔ میرے کپڑے کتنے صاف ہیں۔ اور اس لئے میں اپنا قدم بچا کر رکھتا ہوں"۔

خدا نے پوچھا۔ "کس پر؟"

سوائے سکوت کے اور میرا کوئی جواب نہ تھا۔ سرنگوں کئے خاموش کھڑا رہا۔ اور چغے کے دامن کو بھی گرا دیا۔ پھر خاموشی سے باہر چلا گیا۔ مجھے ڈر تھا۔ کہ کہیں فرشتے میری اس حالت کو نہ دیکھ لیں۔

(۲)

آسمانوں کے دروازے پر پھر مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ میں اور "ایک اَور" ہم دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے کھڑے تھے۔ اور دونو تھکان سے چور تھے۔ ہم دونوں کی نگاہیں عالیشان دروازے پر جمی ہوئی تھی۔ کہ فرشتوں نے دروازہ کھول دیا۔ اور ہم اندر چلے گئے۔ ہمارے کپڑے گرد و غبار سے بھرے ہوئے تھے۔ ہم مرمریں فرش پر سے گزرتے ہوئے تخت شاہی کے سامنے جا پہنچے۔ فرشتوں نے ہم کو "مجھے اور میری بہن عورت کو" جدا جدا کھڑا کر دیا۔ اس

کو فرشتوں نے سب سے اونچی سیڑھی پر جگہ دی اور مجھے نیچے فرش پر کھڑا کیا۔ یہ کہتے ہوئے۔ "کہ گزشتہ مرتبہ جب یہ آدمی آیا تھا۔ تو اس کے پاؤں خون سے آلودہ تھے۔ اور ہم کو آنسوؤں سے فرش کو صاف کرنا پڑا تھا"۔

پھر اس نے "یعنی میری بہن" نے جس کے ہمراہ میں آیا تھا۔ میری جانب دیکھا۔ اور میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ فرشتے جو مسرت کی وجہ سے چمک رہے تھے۔ ہمارے پاس سے بلا تکلف اِدھر اُدھر آنے جانے اور گزرنے رہے۔ پہلے میں خوف زدہ ہوتا تھا۔ لیکن اب ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مدتوں سے وہیں مقیم ہوں۔

خدا نے مجھ سے سوال کیا۔ "اب پھر کیوں آیا؟" میں نے اپنی بہن کو ذرا آگے کی طرف بڑھایا۔ کہ وہ صاف طور پر دکھائی دے سکے۔ خدا نے پھر پوچھا۔ "تم دونوں آج اکٹھے کیسے ہو؟"

میں نے جواب دیا "اے قادرِ مطلق یہ رستہ میں پڑی ہوئی تھی۔ اور آدمی برابر اس کے اوپر سے گزر رہے تھے۔ میں بھی اس کے قریب جا لیٹا۔ اور آدمیوں نے مجھ پر سے بھی گزرنا شروع کر دیا۔ ہم ایک دوسرے سے قریب تر ہونے گئے۔ ہم نے بانہیں ایک دوسرے کے گلے میں ڈال دیں۔ اور پھر ہم میں ایک نئی قوت نمودار ہوئی اور ہم دونوں کھڑے ہو گئے۔

خدا نے پوچھا۔ "اب کس کو ملزم قرار دینے آیا ہے؟" میں نے جواب دیا "کسی کو نہیں"۔ ایک لمحہ کے لئے سکوت غالب ہو گیا۔ اور پھر خدا نے ہماری جانب جھک کر فرمایا۔ "میرے پیارے بندو! کس چیز کے متلاشی ہو؟ میری بہن نے میری طرف اشارہ کیا۔ گویا کہ میں ہی اس کے خیالات کی ترجمانی کروں۔

میں نے درخواست کی "اے عالم الغیب اے بادشاہوں کے بادشاہ ہماری خواہش ہے۔ کہ تو اپنا پیغام پھر ہمارے بھائی آدمی تک پہنچا۔ بلکہ ہم کو اپنا پیغام دے۔ کہ ہم اس تک لے جائیں۔ تاکہ وہ سمجھ سکے۔ اور اس پر عمل"۔

خدا نے کہا۔ "اچھا جاؤ۔ اور میرا پیغام سناؤ"۔ میں نے پوچھا "لیکن کیا پیغام؟" خدا نے کہا۔ "وہی جو تمہارے دلوں پر نقش ہے۔ اسی کو اپنے بھائی تک پہنچا دو"۔

ہم پھر واپس ہوئے۔ اور فرشتے ہمارے ہمراہ دروازہ تک آئے۔ وہ ہماری طرف غور سے دیکھتے تھے۔ ایک نے کہا۔ "دیکھو۔ ان کے کپڑے کیسے چمک رہے ہیں"! دوسرے نے کہا۔ "میرا خیال تھا۔ جب یہ داخل ہوئے تھے۔ تو گرد آلود تھے لیکن اب بالکل سنہرے ہیں"! ایک اور نے کہا۔ "نہیں۔ یہ ان کے چہروں کی روشنی کا نتیجہ ہے"۔ اور ہم نیچے اپنے بھائی انسان کے پاس اتر آئے۔ (ماخوذ از اوثورہبرسا)

شاہنامہ اسلام کا ایک ورق

ہمارے لئے یہ اطلاع موجب مسرت ہے۔ کہ ملک کے نامور شاعر مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری مدیر مخزن "شاہنامہ اسلام" کے نام سے روایات اسلامی اور بہادران اسلام کے کارناموں کو نظم کا جامہ پہنانے میں مشغول ہیں۔ شاہ نامہ کی پہلی جلد جس میں روئے ارضی پر خلافت آدم سے لے کر آنحضرت صلعم کے ہجرت فرمانے تک کے واقعات نظم کئے گئے ہیں۔ قریب الختم ہے۔ اور جناب حفیظ اسے عنقریب شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ جو خواتین شاہنامہ خرید نے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ وہ اس کی قیمت کے پیشگی ارسال فرمائیں۔ تاکہ کتاب کی طباعت پر خاطر خواہ طور پر روپیہ صرف کیا جاسکے۔ جو خواتین پیشگی روپیہ ارسال فرمائیں گی۔ انہیں روپے کی رسید فوراً بھیج دی جائے گی۔ اور شاہنامہ کی پہلی جلد شائع ہوتے ہی ان کی خدمت میں روانہ کی جائے گی۔

حفیظ صاحب نے جو اہم اور عظیم الشان کام سرانجام دینے کا ارادہ کیا ہے۔ اس میں وہ ہر طرح حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔ ہمیں امید ہے۔ کہ جن خواتین کو اس ضروری اور فائدہ مند تصنیف سے دلچسپی ہوگی۔ وہ جلد از جلد اس کی اشاعت میں جناب حفیظ کی معاونت فرمائیں گی۔ ترسیل زر کے لئے ابوالاثر حفیظ جالندھری مدیر "مخزن" لاہور کافی پتہ ہے۔

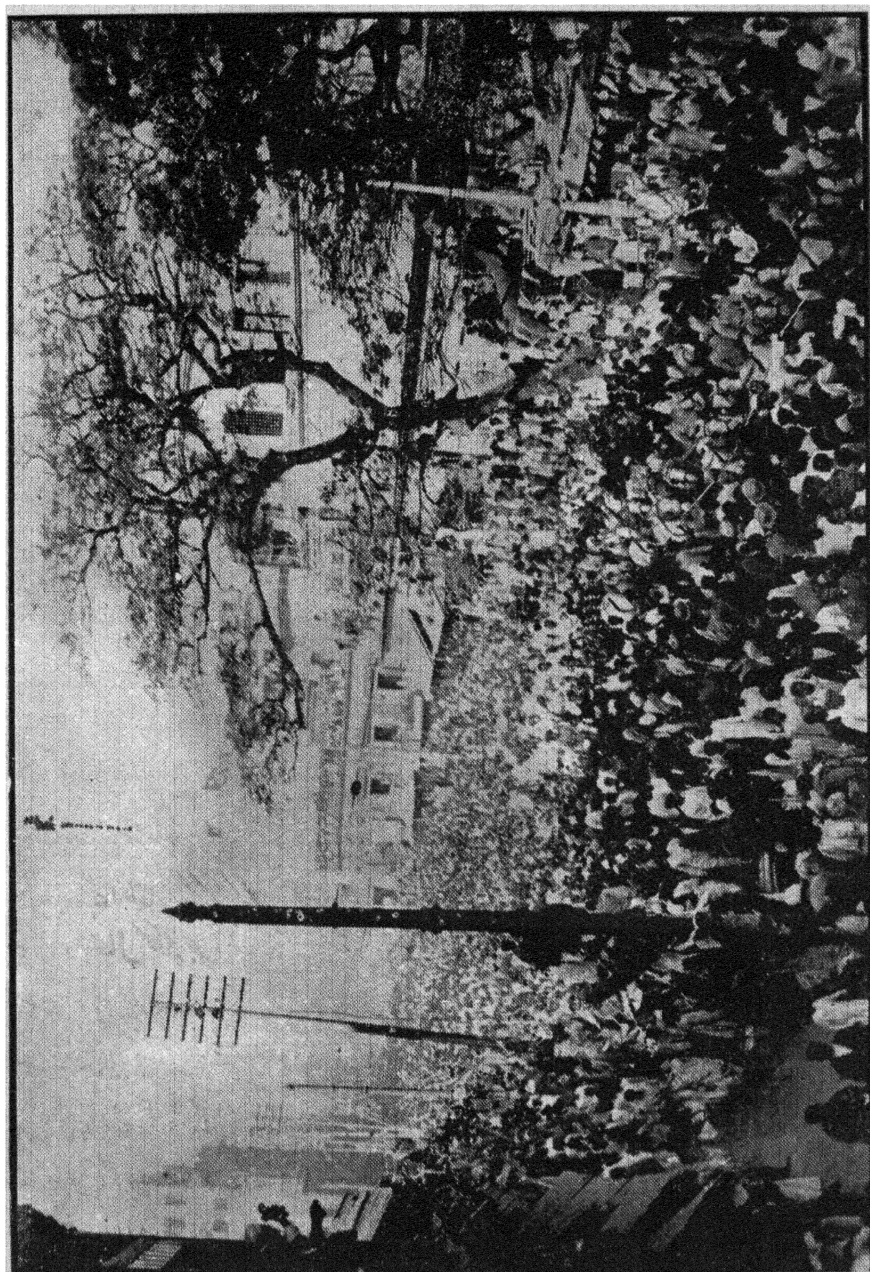
خواتین کی دلچسپی کے لئے ہم شاہ نامہ اسلام کی ایک نظم بھی حفیظ صاحب سے حاصل کرکے یہاں درج کر رہے ہیں۔

خلیل اللہ جناب ہاجرہ اور شیر خوار اسمٰعیل کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ حضرت ہاجرہ دھوپ میں پانی کے لئے سعی کرتی ہیں۔ چشمہ زمزم کا ظہور۔

پیمبر نے دعا کے بعد اس وادی سے رخ موڑا
جناب ہاجرہؑ کو اور بچے کو وہیں چھوڑا
یہاں صحرا ہی صحرا تھا۔ چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جناب ہاجرہ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں
نہ دانہ تھا نہ پانی تھا۔ بھروسا تھا فقط رب پر
بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر
زمیں کا ذرہ ذرہ مہر کی صورت چمکتا تھا۔
بہت بیتاب تھی ماں گود میں بچہ بلکتا تھا
عطش سے کرب دیکھی جو دیکھی اپنے جائے میں
لٹایا خاک پر بچے کو اک پتھر کے سائے میں



صفائی کا حیرت انگیز آلہ



صفا و مروہ پر ہر سُو تلاشِ آب میں دوڑیں — بلند و پست پر فکرِ شئے نایاب میں دوڑیں
کبھی اس سمت جاتی تھیں کبھی اُس سمت جاتی تھیں — خیال آتا تھا ننھے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں

تڑپتے دیکھ کر کچھ اَور بڑھ جاتی تھی بیتابی — ٹپک پڑتی تھی اشکِ یاس سے پانی کی نایابی
قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے — جلی جاتی تھیں آنکھیں آب میں بچے میں دل ڈالے
بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے — جدھر اُٹھی نظر جھلسے ہوئے ٹیلے نظر آئے

یوں ہی بس سات بار آئیں گئیں پانی نہیں پایا — چٹانیں سرخ پائیں دشت شعلہ آفریں پایا
سُنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی — تڑپ اُٹھیں کہ ساعت آگئی ہے جان کھونے کی

پلٹ آئیں تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے — کہ جس تپھر کے سائے میں لٹایا تھا۔ وہ تپتا ہے
زمیں پر یوں رگڑنے ایڑیاں دیکھا جو بچے کو — پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ سچے کو
قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبریل کو پایا — انگوٹھا چوستے سائے میں اسمٰعیل کو پایا
ٹھٹک کر رہ گئیں اِک اَور اچنبھا سا نظر آیا — قریب پائے اسمٰعیل فوارا نظر آیا
جہاں پر ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بنا جاری — ہوا تھا چشمہ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری

یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسمٰعیل کمسن سے
کہ چشمہ جس کا زمزم نام ہے جاری ہے اس دن سے

تصاویر

۱- پہلی تصویر شہزادی الزبتھ کی ہے۔ جو ڈیوک آف یارک کی بیٹی اور حضور ملک معظم کی پوتی ہیں۔ انگلستان میں مرتبہ کے اعتبار سے اس ننھی خاتون کا درجہ چوتھا ہے۔

۲- اس سال کلکتہ میں صدر کانگریس پنڈت موتی لال نہرو کا جلوس بے نظیر نکالا گیا تھا۔ یہ تصویر اسی موقع کی ہے۔

۳- یہ صفائی کی ایک مشین ہے۔ جو انگلستان میں عام ہوتی جا رہی ہے۔ یہ جہاں کسی گرد کی جگہ پر چلائی جائے۔ گرد کے ایک ایک ذرے کو چوس کر اندر تھیلے میں جمع کر لیتی ہے۔ اس مشین کی وجہ سے ہر چیز کو گرد سے بالکل پاک کر لینا ممکن ہو گیا ہے۔

۴- یہ مشین بالوں میں گھنگر و ڈالنے کی ہے۔ اس کا استعمال اگرچہ بکھیڑے کا کام ہے۔ لیکن نتائج حیرت انگیز ہوتے ہیں۔ مدیر

نئے سال کی خوشی میں

جناب مولانا سید ممتاز علی صاحب کو رہبر نسواں کا خطاب

گزشتہ ہفتہ خبروں کے کالم میں یہ اطلاع شائع ہو چکی ہے۔ کہ علی گڑھ میں خواتین نے ایک جلسہ کیا۔ جس میں مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ کو "رہبر نسواں" کا خطاب دیا گیا۔ گزشتہ ہفتہ تو یہ خبر کسی دوسرے اخبار سے نقل کر کے درج کی گئی تھی۔ لیکن اس ہفتے خود محترمہ عبداللہ بیگم صاحبہ نے اس جلسے کی کارروائی تہذیب میں شائع کرنے کی غرض سے روانہ فرمائی ہے۔

جن دنوں مولوی صاحب قبلہ اخبار کا اہتمام فرماتے تھے۔ ان کی کوشش رہتی تھی۔ کہ حتی الامکان ایسی اطلاعات اور مراسلات اخبار میں شائع نہ کریں جن سے کسی طرح ان کی یا اخبار کی تعریف کا پہلو نکلتا ہو۔ لیکن میری رائے میں اس جلسے کی اطلاع کو تہذیب میں شائع نہ کرنے سے ناشکری اور ناپسندیدگی کا پہلو نکلنے کا احتمال ہے۔ لہذا میں اسے مسرت اور مولوی صاحب قبلہ کے دلی شکریہ کے ساتھ درج کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

میں اپنی تہذیبی بہنوں کو نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ ۱۳ دسمبر کو مسز ہمایوں مرزا صاحبہ علی گڑھ تشریف لائیں۔ اور میرے ہاں مقیم رہیں۔ اور قرار پایا۔ کہ مسلم گرلز انٹرمیڈیٹ کالج میں جلسہ کر کے جناب قبلہ مولوی ممتاز علی صاحب بانی تہذیب نسواں کو فرقہ نسواں کی طرف سے کوئی خطاب دیا جائے۔

چنانچہ ۱۴ دسمبر کو بیبیوں کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کی صدر مسز شریف صاحبہ منتخب ہوئیں۔ مسز ہمایوں مرزا صاحبہ نے پہلے بورڈنگ کی لڑکیوں کو کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب قبلہ کے لئے "رہبر نسواں" کا خطاب پیش کیا خاکسار نے اس تجویز کے متعلق کہا۔ کہ مولوی صاحب قبلہ نے ہمارے فرقہ نسواں کی ترقی و بہبود کے لئے جس قدر جانفشانی سے کوشش کی ہے۔ آپ سب کو معلوم ہے۔ اخبار تہذیب نسواں جو ملک بھر کے خاندانوں میں جاتا ہے۔ ہماری ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ صحت خراب ہو جانے اور ڈاکٹروں کے کام سے منع کرنے کے باوجود بھی مولوی صاحب موصوف برابر ہماری خدمت کئے جاتے ہیں۔ میں بڑے زور اور دلی خلوص سے اس کی تائید کرتی ہوں۔ اور عرض کرتی ہوں۔ کہ اس رزولیوشن کو آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کے جلسے میں بھی پاس کیا جائے۔ میری خواہش محترمہ بہن نفیس دلہن صاحبہ سے یہ ہے۔ کہ وہ لیڈیز کانفرنس کے اجلاس میں اس تحریک کو پیش کر کے پاس کرائیں۔ عبداللہ بیگم

دستکاری

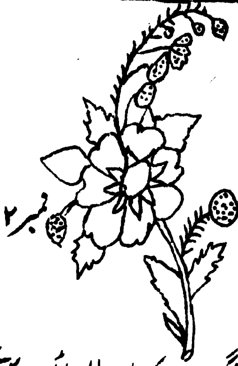
ماں اور بچہ



یہ ڈرائنگ میں نے اپنے ننھے بھائی پاشا جان کی شبیہ کو مدنظر رکھ کر تیار کیا تھا۔ جو اسے نہایت پسند آیا۔ اب تہذیب میں دیتی ہوں۔ جن بہنوں کے چھوٹے بھائی ہوں۔ وہ اپنے بھائیوں کو ان کے تکئے کے غلافوں یا کشنوں پر کاڑھ دیں ؎

سر سیاہ کاڑھئے۔ کالر اور کف سفید۔ قمیص کسی ہلکے رنگ کی۔ نکر نیلی یا اودی۔ موزے سیاہ۔ شوز مٹیالے وغیرہ۔ کشیدہ کی ترکیب کو احاطۂ تحریر میں لانا دشوار ہے۔ معاف فرمائیں۔ جو بہنیں ترکیب جانتی ہوں۔ وہی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

رومال کے پھول





یہ پھول حسب پسند مناسب رنگوں سے کاڑھ لئے جائیں۔ اس سے بھی کشیدہ کاری سے واقف بہنیں ہی فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔ فاطمہ بیگم بنگلور

کروشیا کا مُرغ

مسز نور جہاں ناگ۔ بمبئی

دستر خوان پر

انڈوں کے سموسے

ترکیب :- آدھ سیر بیسن میں حسب خواہش نمک مرچ ڈال کر گوندھ لیں۔ پانی آدھ سیر کافی ہوگا۔ پھر بارہ انڈے لے کر اُبالیں۔ خیال رہے کہ انڈے بیچ میں سے کچے نہ رہیں۔ ہر ایک انڈے کو اُوپر سے نیچے کو دو حصّوں میں کاٹ لیں۔ پھر کڑاہی میں گھی یا تیل گرم کریں۔ اَور ہر ایک انڈے کو بیسن میں ڈبو کر کڑاہی میں ڈالتے جائیں۔ جب سُرخ ہو جائیں۔ تو نکال لیں۔ بڑے مزے دار ہوں گے ٭

راقمہ منظور فاطمہ ہری پور ہزارہ

انڈے کی مٹھائی

کھویا ایک پاؤ۔ میدہ ایک پاؤ۔ شکر آدھا سیر گھی ڈیڑھ پاؤ۔ انڈے دس عدد۔ میوہ زعفران حسب پسند۔ پہلے انڈے کی سفیدی۔ زردی دونوں ملا کر خوب حل کریں۔ پھر مذکورہ بالا چیزیں یکے بعد دیگرے ڈالیں۔ اور ایک گھنٹے تک پھینٹیں۔ بعد پھینٹنے کے زعفران ڈالیں اَور پھر اچھی طرح حل کر کے میدہ ڈال دیں۔ اَور کوئلے کی آگ نیچے اُوپر دیں ٭ آدھا گھنٹے بعد دیکھیں۔ اگر پھول گیا ہو۔ تو اُتار لیں۔ قدرے سُرخی بھی آ جائے۔ ٹھنڈا ہونے پر نوش جان کریں۔ بہت عمدہ ہوتا ہے ٭

خاکسار ممتاز النساء بیگم دختر خورد ڈاکٹر خلیل الرحمان پنشنر رائے پور سی پی۔

گاجر کا حلوا

گاجر تازہ ایک سیر لے کر اور بیج نکال کر دو سیر دودھ میں جوش دیں۔ جب گل جائیں تو اُتار کر سِل پر پیس لیں۔ اور ان میں آدھ سیر گھی ملا کر چولھے پر رکھ دیں۔ جب پک کر سُرخ ہو جائے۔ اَور گھی چھوڑ دے۔ تو تین پاؤ قند ڈال دیں۔ خوب اچھا پک جائے۔ تو اتار کر تین ماشہ زعفران ایک تولہ کیوڑے میں حل کر کے ڈال دیں۔ اَور ملا کر نوش کریں بہت لذیذ ہوگا ٭

حلوائے بادام

مغز بادام آدھ سیر۔ شکر سفید آدھ سیر گھی آدھ سیر یا تین پاؤ۔ ورق پستہ چار ماشہ ورق نقرہ چار عدد۔ کیوڑہ چار ماشہ۔ پہلے نشاستہ اور پسے ہوئے بادام روغن زرد میں بھونیں۔ پھر شکر کا تار بند قوام بنا کر ڈالیں۔ جب قوام درست ہو جائے تو کیوڑہ ڈال کر اور پرچوں پر ورق نقرہ اَور پستہ لگا کر نوش فرمائیں ٭

راقمہ رضیہ سلطانہ

محفل تہذیب

میں نہایت رنج افسوس کے ساتھ لکھ رہی ہوں۔ کہ میری والدہ ماجدہ صاحبہ بروز ہفتہ شام کے پانچ بجے بتاریخ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء بعارضہ فالج ایک گھنٹہ کے اندر اندر دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون اب تہذیبی بہنوں سے میری التجا ہے۔ ایک ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھ کر میری والدہ مسمی حاضرا بی بی صاحبہ اہلیہ محمد جہانگیر خاں صاحب مرحوم کے نام سے ایصال ثواب پہنچا دیجئے۔ ممنون ہوں گی + راقمہ آمنہ۔

میں نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں۔ کہ میری دختر خدیجہ بیگم جو مرض دق میں مبتلا تھیں۔ یکم ماہ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ صبح جمعہ نماز کے وقت اپنے ضعیف باپ کو آہ و فغاں کرنے کے لئے چھوڑ کر خود راہی جنان ہو گئیں۔ مرحومہ اخبار کی بہت پرانی خریدار تھیں۔ اس لئے میرے ناقص تصور میں مستحق دعائے مغفرت ہیں + جوان بیٹی کا سوگوار بدنصیب باپ میر نذر حسین۔

میرے والد ماجد صاحب نے ہم سب کو روتے اور تڑپتے چھوڑ کر ۵ رجون کو عالم جاودانی کی راہ لی تھی۔

والدہ صاحبہ دس روپیہ کی حقیر رقم بغرض ثواب رسانی والد صاحب مرحوم و مغفور آپ کی خدمت میں بذریعہ منی آرڈر روانہ فرماتی ہیں + آخر میں آپ سے التجا ہے۔ کہ آپ عنایت فرما کر قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات والد مرحوم کسی لایق شاعر سے عمدہ سی لکھوانے کی سعی فرمایئے۔ تو باعث احسان مندی ہو گا + خاکسار امت الحق عرف حلیمہ بیگم

جن بہن صاحبہ کے والد ماجد کو اختلاج قلب یعنی دل دھڑکنے کی شکایت ہے۔ وہ اس گولی کا استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ بہت جلد فائدہ حاصل ہو گا + یہ گولی اس مرض کے لئے نہایت ہی مفید اور مجرب ہے + اس کا نام (cactina Pillala) کاکٹینا پلٹس ہے جو کہ بڑے بڑے دواخانوں سے مل سکتی ہے قیمت بھی کچھ زیادہ نہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی سبز رنگ کی گولیاں ہوتی ہیں۔ اور بالکل بے ضرر۔ خود میرے گھر میں تجربہ کیا گیا ہے + اگر ہماری تہذیبی بہن اس کا استعمال کریں۔ امید خدا کی ذات سے ہے۔ کہ جلد فائدہ ہو گا۔ ترکیب استعمال دوا کے ساتھ ہے +

۲ - جن بہن صاحبہ کے بھائی جان صاحب کو آنکھ کی شکایت ہے - اُن کو چاہیئے کہ بھائی صاحب کی آنکھ کا معاینہ ڈاکٹر سر بیندر ناتھ ماہر امراض چشم - جنرل ہسپتال پٹنہ سے کرائیں + یہ جرمنی کے سند یافتہ اور بہت تجربہ کار ڈاکٹر ہیں + آپ کی خیر خواہ - عائشہ بی - نواسی ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مہندرو - پٹنہ

غالباً دو ماہ ہونے آتے - کہ میں نے اخبار تہذیب میں سرکہ کی ترکیب دریافت کی تھی ہر ہفتہ اس کے جواب کا انتظار کرتی ہوں - مگر ہنوز کسی بہن نے توجہ نہ فرمائی + میں ایک ایسے مقام پر مقیم ہوں - جہاں سرکہ عنقا ہے - اور اگر دستیاب ہوتا ہے - تو بہت گراں - دہلی میں تین چار آنہ سیر بکتا ہے - اور یہاں روپے سیر جب ضرورت ہوتی ہے - تو دہلی یا جے پور سے منگواتی ہوں +

اس تکلیف کو رفع کرنے کی خاطر سرکہ کی ترکیب دریافت کی گئی ہے - تاکہ خود گھر میں بنا سکوں - جو بہن صحیح ترکیب سے مطلع فرمائیں گی اُن کی خدمت میں پیشگی شکریہ قبول ہو -

ٹونک راج - رین بسیرا - بیگم نورالحسن صاحب برلاس ہیڈ ماسٹر بی - اے - بی - ٹی

یکم دسمبر کے تہذیب میں مس منظور احمد صاحبہ نے نان خطائیوں کی جو ترکیب لکھی تھی - اس کے مطابق دو دفعہ نان خطائیاں بنائیں مگر افسوس ہے لاگت بھی گئی - اور وقت بھی ضائع ہوا + بہن صاحبہ کو معلوم ہونا چاہیئے - کہ تہذیب جیسے اخبار میں آزمودہ نسخہ لکھنا چاہیئے - ورنہ تہذیب کا صفحہ سیاہ کرنے سے کیا حاصل -

(۲) اگر کسی بہن کو دانتوں کے ہلنے کا نسخہ معلوم ہو - تو وہ بذریعہ تہذیب مطلع کریں - دانت قبل از وقت ہلنے لگے ہیں -

(۳) ایک مجھے گول گپوں کا نسخہ مطلوب ہے جن میں کھٹائی کا پانی بھر کر پیتے ہیں - راقمہ خاکسار مسز یزدانی قریشی

مجھے فرخ آباد کی تہذیبی بہنوں کا پتہ مطلوب ہے - لہذا بہنیں اپنے پتہ سے بذریعہ تہذیب یا رقعہ بھیج کر مطلع کریں - ممنون ہونگی راقمہ ایک ملنسار بہن مسز کوتوال شہر درحال کوتوالی فرخ آباد

بہن صاحبہ بسیلپوری کو معلوم ہو - کہ تصنیفات محترمہ طیبہ بیگم بلگرامی اہلیہ نواب خدیو جنگ مرحوم کے متعلق نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد سیاسات سرکار نظام حیدرآباد دکن سے دریافت کریں - یہ مرحومہ کے برادر ہیں - کتاب "گودڑ" کے لال کے لئے پیسہ اخبار لاہور کو لکھیں + مسز مہدی علیخان از دہلی -

انعامی معمہ

ایک بادشاہ نے ایک مرتبہ چوبیس سپاہیوں سمیت اپنی شکارگاہ میں قیام کیا + اس شکارگاہ میں نو کمرے تھے۔ رات کے وقت خود بادشاہ نے تو بیچ کے کمرے میں آرام کیا۔ اور ارد گرد کے آٹھ کمروں میں سپاہیوں کو اس طرح رکھا۔ کہ چاروں طرف حفاظت کو نو نو سپاہی موجود رہیں + شکارگاہ کے کمرے اور ان میں جس طرح سپاہی رکھے گئے تھے۔ وہ اس نقشے سے واضح ہو جائے گا +

۳	۳	۳
۳	بادشاہ	۳
۳	۳	۳

اتفاق سے شکارگاہ میں بادشاہ کو کئی دن لگ گئے۔ سپاہی پہرہ دیتے دیتے اُکتا گئے۔ ان کا جی چاہتا تھا۔ کہ پاس کے کسی گاؤں میں جا کر تاش کھیلیں۔ اور لوگوں سے بات چیت کریں۔ مگر بادشاہ کے ڈر کے مارے نہ جاتے تھے۔ بادشاہ سونے سے پہلے خود دیکھنے کو آتا تھا۔ کہ چاروں طرف نو نو سپاہی ہیں یا نہیں + آخر سپاہیوں نے ترکیب نکال لی +

۱۔ ایک رات چار سپاہی تو شکارگاہ سے باہر چلے گئے۔ اور باقی سپاہی کمروں میں ایسی ترکیب سے بیٹھ گئے۔ کہ جب بادشاہ نے دیکھا۔ تو چاروں طرف نو نو سپاہی موجود تھے۔

۲۔ دوسری رات کوئی سپاہی تو باہر نہ گیا۔ بلکہ خلاف قاعدہ گاؤں کے چار دوست شکارگاہ میں بُلا لئے گئے۔ اور انہیں کمروں میں ایسی طرح رکھا۔ کہ جب بادشاہ معائنہ کو آیا۔ تو اُسے یہی معلوم ہوُا۔ کہ چاروں طرف نو نو سپاہی موجود ہیں +

۳۔ تیسری رات آٹھ آدمی شکارگاہ میں آئے اور بادشاہ کو معائنے کے وقت معلوم نہ ہونے پایا۔

۴۔ چوتھی رات بارہ آدمی اندر بُلائے گئے اور حسب معمول کھپائے گئے۔

۵۔ پانچویں رات چھ سپاہی شکارگاہ سے چلے گئے اور بادشاہ کو معائنہ کے وقت پتہ نہ چلنے پایا +

پانچ جدا جدا نقشوں میں عدد بھر بھر کر بتائیے۔ کہ سپاہیوں نے بادشاہ کو کیونکر دھوکا دے لیا؟ صحیح بھیجنے والوں میں سے جس کا نام قرعہ اندازی کے ذریعے نکلے گا۔ اُسے پانچ روپے کا انعام دیا جائے گا۔ لیکن اس مقابلے میں صرف وہی جوابات شامل کئے جائیں گے۔ جو ایک آنے کے ٹکٹ سمیت "اڈیٹر معمہ" کے نام ۲۰ر جنوری تک پہنچ جائیں +

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

شاہی مشغلے

شاہی خاندان کے لوگ درباری آداب و رسوم میں اس درجہ اُلجھے رہتے ہیں۔ کہ انہیں ان سے فرصت ملنا تقریباً ناممکن ہے۔ مگر شہزادیاں ان مصروفیتوں سے تنگ آکر کوئی نہ کوئی ایسا مشغلہ نکال ہی لیتی ہیں۔ جن سے چند گھڑیاں دل بہل جاتا ہے۔

ملکہ الیگزینڈریا کے زمانے میں دربار کے قوانین بہت سخت تھے۔ چنانچہ وہ جب ان تکلفات سے اُکتا جاتی تھیں۔ تو فوٹوگرافی کے کام سے دل بہلایا کرتی تھیں۔ انہوں نے عہد دوشیزگی ہی میں فوٹوگرافی کا فن سیکھ لیا تھا۔ اور ملکہ بننے تک انہوں نے اس کام میں اس درجہ مشق ہوگئی تھی۔ کہ ایک دفعہ بحیرہ روم کی سیاحت کے دوران میں آپ نے پُرفضا مقامات کی کچھ نہیں تو ایک ہزار تصویریں اُتاری تھیں۔ ان میں سے بعض تصویریں ایک چینی کے برتن والے کارخانے کو بھیج دی تھیں۔ کہ انہیں چائے کی پیالیوں اور طشتریوں پر نقش کردیا جائے۔

ہماری ملکہ میری کو بھی فوٹوگرافی سے از حد دلبستگی ہے۔ گو آج کل دربار کی رسوم میں ویسی اُلجھنیں نہیں رہیں۔ پھر بھی آپ نے فوٹوگرافی کو اپنے اوقات فرصت کا مشغلہ بنا رکھا ہے۔ آپ کا قاعدہ ہے۔ کہ جہاں کہیں سیر و سیاحت کی غرض سے تشریف لے جاتی ہیں۔ وہاں کے قابل دید مناظر اور دلچسپ مقامات کی تصویریں ضرور اپنے البم میں محفوظ کرلیتی ہیں لیکن ان کے البم میں بیشتر تصویریں ایسی ہیں۔ جو دوسروں کی اُتاری ہوئی ہیں۔ یوں تو آپ خود بھی اکثر کیمرے سے فوٹو اُتارتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں انہیں اس فن میں ایسی دسترس نہیں جیسی ملکہ الیگزینڈریا (آنجہانی) کو تھی۔ ملکہ میری فوٹوگرافی کے علاوہ کشیدہ کاری کے کام میں بھی ماہر ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دنوں انگلستان کی ایک نمائش میں آپ کو کوٹ بُننے پر ایک انعام بھی ملا تھا۔

ملکہ میری کے مشغلے نہ صرف ان کے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی خالی از لطف نہیں ہوتے ہیں۔ آپ کا قاعدہ ہے۔ کہ نوادرات خرید خرید کر جمع نہیں کرتیں۔ بلکہ انہیں اپنے احباب کی نذر کردیتی ہیں۔ بعض چیزیں تو شادی کے موقعوں پر بطور تحفہ دے ڈالی جاتی

ہیں۔ اور بعض کو مختلف درسگاہوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

گزشتہ سال ویمبلی کی جو نمائش ہوئی تھی اس میں ایک حصہ ہانگ کانگ کے نوادرات کے لئے بھی مخصوص تھا۔ آپ نے اس جگہ سے ایک نہایت عجیب و غریب چین کا بنا ہوا کھلونا خریدا۔ اور ایک اسکول کو عنایت کر دیا۔

ہمارے بادشاہ سلامت ملک معظم جارج پنجم شہسواری اور شکار کے بے حد شوقین ہیں پرنس آف ویلز شکار کے ساتھ رقص و سرود کی محفلوں میں بھی شریک ہوتے ہیں، ڈیوک آف یورک (چھوٹے شہزادے) کا مشغلہ ٹینس ہے۔

شاید اطالوی شاہی خاندان اس بات میں سب سے ممتاز ہے۔ کہ اس کے تمام افراد کا مشغلہ ایک ہی ہے، گرما کے ایام میں یہ سارے کا سارا خاندان کوہستان الپائن میں اپنے شاہی محل میں فروکش ہونے چلا جاتا ہے۔ وہاں یہ سب دن بھر مچھلیاں پکڑنے میں مشغول رہتے ہیں، خاندان کے ہر فرد کی یہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ میں دن میں سب سے زیادہ مچھلیاں پکڑوں۔

چنانچہ جتنی مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں، ان کی فہرست ایک علیحدہ کتاب میں درج کی جاتی ہے۔ اور ہر ایک کے نام کے آگے لکھا جاتا ہے۔ کہ اس نے کتنی مچھلیاں پکڑی ہیں، اس مقابلے میں جو اوّل رہتا ہے۔ اسے انعام دیا جاتا ہے۔

ملکہ ایلنا کو ڈوری اور بنسی سے مچھلیاں پکڑنے میں کمال حاصل ہے۔ ۱۹۲۶ء کے مقابلے میں آپ کا نام فہرست میں چوٹی پر تھا، آپ نے ہفتہ بھر میں ۲۶۸ مچھلیاں پکڑی تھیں، اطالیہ کے بادشاہ نے ہفتے بھر میں ۷۹ مچھلیاں پکڑی تھیں۔ اور آپ دوئم درجہ پر تھے۔ تینوں اطالوی شہزادیاں مچھلیاں پکڑنے میں اپنے بھائی شہزادہ ہمبرٹ سے بڑھ گئی تھیں۔ اس فہرست میں شہزادہ ہمبر کا نام سب سے آخر میں درج تھا۔

ہماری شہزادی صاحبہ کو مچھلیاں پکڑنے کا بہت شوق ہے، مارلوج میں آپ کی تصویریں ٹنگی ہوئی ہیں، جن میں کہیں تو موصوفہ مچھلیاں پکڑنے کا لباس پہنے نظر آتی ہیں۔ کہیں ہاتھ میں بنسی پکڑی ہوئی ہے۔ اور ڈوری کے سرے پر ایک مچھلی تڑپ رہی ہے۔

پودوں کی نشو و نما

باغ یا کھلی زمین میں اُگے ہوئے پودے تو اپنی جڑوں کو اپنی مرضی کے مطابق جہاں تک چاہیں پھیلا کر اپنی حفاظت اور دیکھ

بھال خود کر لیتے ہیں۔ مگر گملوں میں لگے ہوئے پودوں کی دیکھ بھال تمام تر اُن لوگوں پر عاید ہوتی ہے۔ جو پھولوں کے شوقین ہیں۔ اگر انہیں تھوڑی خوراک دی جائے۔ تو سوکھ کر کانٹا ہو جائیں۔ اگر زیادہ خوراک دی جائے تو وہ اُن کے لئے زہر ہو جاتی ہے۔ اگر پانی نہ ملے۔ تو مرجھا جائیں۔ اور اگر گملوں کو ہر وقت پانی سے لبریز رکھا جائے۔ تو ان کی جڑیں گل کر سڑ جائیں۔

علاوہ ازیں کمروں میں رکھے ہوئے پودوں پر گرد و غبار جمنا ضروری بات ہے۔ لیکن اگر پودے باغ یا کھلی زمین میں ہوں تو مینہ اور آندھی سے گرد و غبار دھل کر صاف ہو سکتا ہے۔ لیکن کمروں میں رکھے ہوئے پودوں کو یہ بات نصیب نہیں۔ اگر ان کے وہ مسامات گرد پڑ پڑ کر بند ہو جائیں جن کے ذریعے پودے کاربانک گیس کھینچتے اور آکسیجن گیس باہر نکالتے ہیں۔ تو پودوں کا مرجھا جانا ضروری بات ہے۔

پھولوں کے شوقینوں کو چاہئے۔ کہ پودوں کے پتوں کو گرد و غبار سے صاف رکھیں۔ اُن کی ضرورت کے مطابق انہیں روشنی اور پانی پہنچائیں۔ پانی کے متعلق یہ احتیاط رکھنی چاہئے۔ کہ نہ تو زیادہ پانی دیا جائے۔ نہ کم۔ ایسی کمی بیشی سے پودوں کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

پودوں کو پانی دینے کے کئی طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ گملوں کو ہر وقت پانی سے لبریز رکھا جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے۔ کہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد پودوں کو پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹے دیئے جاتے ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب گملے کی مٹی خوب سوکھ جاتی ہے۔ تو اس میں اتنا پانی ڈال دیا جاتا ہے۔ کہ گملے کے نیچے کے سوراخ تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد جب تک مٹی پھر سوکھ نہ جائے پانی نہیں دیا جاتا۔

پہلے دونوں طریقے غلط ہیں۔ تیسرا طریقہ صحیح ہے۔ گملے کو ہر وقت پانی سے بھرا رکھنے سے یقیناً جڑیں گل جائیں گی۔ اگر پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹے دیئے جائیں گے۔ تو پانی پودوں کی جڑوں تک نہیں پہنچے گا۔ اس لئے تیسرے ہی طریقہ پر عمل کرنا چاہئے۔

اگر پودے کا گملا بدلنے کی ضرورت ہو۔ تو اسے جلد بدل ڈالیئے۔ اور بدلتے وقت اس بات کا خیال رکھئے۔ کہ گملا پہلے گملے سے بڑا ہو۔ پھر جوں جوں پودا بڑھتا جائے۔ بتدریج بڑے گملوں میں بدلتے جایئے نہیں تو پودے کے بڑھنے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔

خانہ داری کے اشارات

یوکلپٹس آئیل بہت ہی کار آمد دوا ہے یہ تو سب جانتے ہیں۔ کہ سر کو ہوا لگ جائے۔ زکام ہو جائے۔ تو اس کے چند قطرے رومال پر چھڑک دیجئے اور رومال کو سونگھتے رہنے سے آرام آجاتا ہے۔ لیکن شاید اس کا یہ فائدہ سب کو معلوم نہ ہو۔ کہ کھانسی میں مصری کی ڈلی پر اس کے چار یا پانچ قطرے ڈال کر کھانے سے کھانسی دور ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر ریشمی یا ملائم کپڑوں پر چکنائی یا سیاہی کے داغ دھبے پڑ گئے ہوں۔ تو ایک صاف ستھری دھجی کو یوکلپٹس آئیل میں تر کر لیجئے۔ اور داغ دھبوں پر خوب گھسیئے۔ داغ مٹ جائیں گے۔

اگر اعصاب کی کمزوری کی وجہ سے درد سر کی شکایت ہو گئی ہو۔ تو ایسے قہوے کے ایک پیالے میں جو نہ بہت تیز ہو نہ بہت ہلکا لیموں کی دو یا تین پھانکوں کا رس نچوڑ کر پی لیجئے درد جاتا رہے گا۔

آلو بڑے پڑے پرانے ہو گئے ہوں۔ تو انہیں اُبالتے وقت پانی میں تھوڑی سی شکر ملا دیجئے۔ آلو جلد گل جائیں گے۔

چمڑے کے بوٹوں پر سوکھی ہوئی کیچڑ کو برش سے کبھی صاف نہ کیجئے۔ اس سے چمڑا اچھل جاتا ہے۔ اس کے بجائے ایک کپڑے کو پانی سے تر کر کے نچوڑ لیجئے۔ پھر اس کپڑے کو کیچڑ پر جما دیجئے۔ کیچڑ گیلی ہو کر بآسانی اُتر جائے گی۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ بوٹوں پر شکن نہ پڑیں۔ اور پھٹ نہ جائیں۔ تو مہینے میں دو مرتبہ بوٹ پر تھوڑی سی وسیلین یا زیتوں کا تیل مل کر چند گھنٹوں کے لئے اسے اسی طرح پڑا رہنے دیجئے۔ بعد ازاں بوٹ کو کپڑے سے صاف کر کے بوٹ پالش ملئے۔ بوٹ میں خوب چمک آجائے گی۔

جن کپڑوں کو مایا لگی ہوئی ہو۔ انہیں دھوتے وقت ٹھنڈے پانی میں بھگو لیں۔ تاکہ پرانی مایا ملائم ہو جائے۔ اور دُھل کر اُتر جائے۔ ورنہ اس کے زرد پڑ جانے کا احتمال ہوتا ہے۔

اگر ڈبل روٹیاں کُلچے سوکھ گئے ہوں تو ایک کپڑے کو پانی میں تر کر کے نچوڑ لیجئے اور ڈبل روٹی یا کلچے کو اس میں لپیٹ دیجئے۔ پھر ایک دو منٹ کے بعد چولھے پر گرم کر لیجئے۔ ڈبل روٹی اور کلچے نرم ہو جائیں گے۔

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ۔ ۲۰ دسمبر۔ جنوری کے مہینہ سے ٹرکی کے تمام مرد و عورت جن کی عمریں سولہ اور ۴۵۔ سال کے درمیان ہیں تعلیمی مشاغل میں مصروف ہو جائیں گے۔

تمام ملک سے جو لوگ لازمی فوجی خدمت ادا کرنے آئیں گے۔ ان کو فوجی مدارس کے اندر لاطینی رسم الخط کی تعلیم دی جائے گی۔

یہی نہیں کہ پڑھائی صرف اسکولوں میں ہی ہوگی بلکہ تمام مسجدوں۔ قہوہ خانوں۔ ہوٹلوں۔ کاسلوں تھیٹروں اور سینما گھروں میں بھی ہوگی۔

جو لوگ عربی حروف سے واقف ہیں اُن کے لئے دو ماہ اور جو قطعی ان پڑھ ہیں۔ ان کے لئے چار ماہ کا کورس ہوگا۔ کورس کے ختم ہونے پر ایک قسم کا امتحان ہوگا اور جو لوگ اس میں پاس نہ ہوں گے ان کو سزائیں دی جائیں گی۔

ڈیلی ایکسپرس لکھتا ہے۔ کہ جمعیت اقوام کا وفد حکم برداری اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ صوریہ کا موجودہ دستور اساسی عنقریب تبدیل کر دیا جائے گا۔ اور وہاں اسی نمونے کی سلطنت قائم کی جائے گی۔ جیسی کہ انگریزوں کے زیر سایہ عراق میں ہے۔

جدید سلطنت شام کے بادشاہ شاہزادہ عادل بن عیاد ہوں گے۔ آپ مسلمان ہونے کے علاوہ فرانس کے حقوق شہریت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ آپ پیرس کے قریب پاسی میں تشریف رکھتے ہیں آپ نے جو مکان کرایہ پر لیا ہوا ہے اسے آپ نے مشرقی طرز سے آراستہ کر کے خاصہ شاہی محل بنا لیا ہے۔ آپ نوابیہ میں سے ہیں۔ آپ کی ملکہ شاہ فواد والئے مصر کی بھانجی ہیں۔

ایران کی مجلس نے ایک قانون منظور کیا ہے۔ جس کی رو سے ایران میں اب انگریزی لباس اور پہلوی ہیٹ کا پہننا لازمی ہو گیا۔ اور علماء اور مذہبی طلباء کو عمامہ باندھنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ پہلوی ہیٹ کی وضع فرانس کی جنگی ٹوپی جیسی ہے۔

مصر میں بحیرۂ احمر کے کنارے بمقام قیصر زمرد کی ایک کان دریافت ہوئی ہے۔ یہاں کی ایک کان سے پہلے بھی زمرد نکلتا تھا۔ لیکن وہ بہت معمولی اور ادنیٰ قیمت کا ہوتا تھا۔ اس نئی کان سے اعلےٰ قسم کا بیش قیمت زمرد نکلنے کی توقع ہے زمرد نکالنے کا کام عنقریب شروع ہو جائے گا۔

بادشاہ سلامت کی علالت نے پھر ترقی کر لی ہے۔ اور کمزوری بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ مشورہ دیا جا رہا ہے کہ طاقت قائم رکھنے کے لئے بادشاہ سلامت کے جسم میں کسی جوان آدمی کا خون داخل کیا جائے۔

بادشاہ سلامت کو ایک امریکن نے دوا پیش کی تھی جو شکریہ کے ساتھ منظور کر لی گئی۔ یہ دوائی بذریعہ جہاز لنڈن پہنچ گئی۔

مایوسی بخش اطلاعات سے ملک بھر میں رنج و فکر کیا جا رہا ہے۔ اور بہت سی پبلک تقاریب ملتوی کر دی گئی ہیں ؂

سر لزلی اسکاٹ کو جو والیان ریاست ہند کی جانب سے بٹلر کمیٹی کے سامنے وکالت کر رہے تھے۔ ۱۵ لاکھ روپے کی رقم دی گئی ہے۔ ابتدا میں ۴۰ ہزار پونڈ کی رقم فیس کے طور پر دی گئی تھی۔ لیکن بعد میں کام بڑھ جانے پر یہ رقم ۱۵ لاکھ روپے کر دی گئی ؂

ایبرڈین یونی ورسٹی میں جب لارڈ برکن ہیڈ بحیثیت ریکٹر ایڈریس دیتے کھڑے ہوئے تو اس وقت لڑکوں نے بہت کچھ گڑبڑ مچائی تھی۔ جس کی شکایت لاٹ صاحب موصوف نے بعد میں ایک لنچ کی ضیافت میں بھی کی تھی۔ آج اس واقعہ کے متعلق یونی ورسٹی کے سینٹ نے قابل توجہ اعلان کیا ہے۔ تین لڑکوں کی پبلک کے سامنے سرزنش کی گئی۔ اور ہر ایک پر دس پونڈ جرمانہ کیا گیا۔ ایک لڑکے پر جرم یہ تھا۔ کہ اس نے ایک بدبودار سیال چیز استعمال کی تھی۔ دو پر جرم یہ تھا۔ کہ جس وقت ایڈریس ہو رہا تھا۔ اس وقت انہوں نے آتش بازی کی چھچھوندریں چھوڑنی شروع کر دیں ؂

انگلستان کے سرکاری بنک نے ایک پونڈ اور نصف پونڈ کے جو جدید نوٹ جاری کئے ہیں وہ شکل کے اعتبار سے اس قدر بھدے ہیں۔ کہ لوگ انہیں تبادلہ میں لینے میں تامل کرتے ہیں

چنانچہ مانچسٹر میں ایک مالک اخبار اس قسم کے نوٹ کو ۲۴ دوکانداروں کے پاس لے گیا۔ مگر سب نے محض اس بنا پر اس کے لینے سے انکار کر دیا کہ نوٹ کی ظاہری شکل اچھی نہیں ؂

انگلستان میں شادی شدہ اشخاص طلاق دینے میں نہایت بے باک ہوتے جاتے ہیں۔ ذرا سی بات ہوئی اور طرفین میں جدائی کی ٹھہر گئی۔ جنگ سے قبل ۰۰۰ ۵ شادی شدہ اشخاص میں ایک طلاق کا واقعہ ہوتا تھا۔ سال گذشتہ ہر ۰۰۰ ۱ اشخاص میں ایک طلاق کی اوسط ہو گئی ہے ؂

پیرس میں ایک عورت میڈم ہانو اور اس کے سابق خاوند پر فریب دہی کا مقدمہ چل رہا ہے۔ عورت مذکور ساہوکارہ کا کام کرتی تھی اور اس کا شمار درجہ اول کے ساہوکاروں میں کیا جاتا تھا۔ لیکن اس نے قلیل رقم والے بہت سے اشخاص کا روپیہ جعلی تجارتی کاموں میں لگا کر انہیں خوب لوٹا جس کی بنا پر حکومت نے اُسے گرفتار کر کے مقدمہ چلایا ہے۔ اس کے مکان کی تلاشی کے وقت کوئی چیز ایسی برآمد نہ ہوئی جو جرم کے ثبوت میں مدد دیتی۔ لیکن گرفتار ہونے کے بعد اس عورت نے خود ہی اطلاع دے دی کہ میرے غسل خانہ میں ۱۲ لاکھ کی جعلی ہنڈیاں پوشیدہ ہیں۔ چنانچہ وہ ہنڈیاں برآمد ہو گئیں۔ اس مقدمہ میں فرانسیسی پارلیمنٹ کے بعض ارکان بھی لپیٹ میں آ گئے ہیں ؂

اس سال کلکتہ میں پنڈت موتی لال نہرو صدر کانگرس کا بہت شاندار استقبال ہوا۔ جب آپ کی ٹرین ہوڑہ اسٹیشن پر پہنچی۔ تو ہزار ہا لوگوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے اور ایک سو ایک گونوں کی سلامی دی گئی۔ اور جب پنڈت جی کی موٹر ہوڑہ کے پل سے گزری تو مسٹر سوباش چندر بوس نے ۲ ہزار والنٹیرو کے ساتھ سلامی دی۔ جن میں چار پانچسو خواتین والنٹیر بھی تھیں۔ شہر میں داخل ہونے والے دروازہ پر مسٹر سی۔ آر۔ داس آنجہانی کی قد آدم تصویر آویزاں کی گئی تھی۔ گویا سی۔ آر داس آنجہانی صدر کانگریس کا استقبال کرنے کو کھڑے تھے۔ پنڈت جی ۳۴ گھوڑوں کی روپہلی گاڑی میں سوار تھے۔ اور آپ کی سواری جس طرف سے گذرتی تھی۔ آپ پر پھول برسائے جاتے تھے۔ اتنا کثیر مجمع تھا۔ کہ تقریباً دو میل تک کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ غرضیکہ صدر کانگریس کا ایسا شاندار استقبال کیا گیا جیسے کسی بادشاہ یا صدر جمہوریہ کا کیا جاتا ہے۔

جب جلوس دیش بندھو نگر پہنچ گیا تو والنٹیروں نے جنرل افسر کمانڈنگ سوباش چندر بوس کی قیادت میں صف بستہ ہو کر صدر کانگریس کو سلامی دی۔ جے ایم سین گپتا صدر مجلس استقبالیہ نے صدر منتخب سے تقریر کرنے کی استدعا کرتے ہوئے شاندار اور ہتم بالشان استقبال کا ذکر کیا۔ پنڈت موتی لال نہرو نے اپنی اس عزت افزائی کا ہمت افزا الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا:۔

"میں دیش بندھو کی پھونکی ہوئی رُوح کو ہوڑہ سے اس شامیانہ تک دیکھتا چلا آرہا ہوں۔ مرتب اور منظم جلوس میں اسی روح کی سحرکاریاں موجود ہیں۔ صف بستہ رضا کاروں کو وہی روح ہمت دلا رہی تھی۔ پیادہ اور سوار ملکی فوج اسی روح سے متاثر معلوم ہوتی تھی۔ میرے دوستو! تم نے دراصل مجھے آج حقیقی سوراج کا منظر دکھا دیا"۔

پنڈت موتی لال نہرو نے اپنے طویل مگر جامع خطبہ صدارت میں بے حد قابلیت سے ملک کے تمام اہم سیاسی اور معاشرتی مسائل پر اظہار خیال فرمایا۔ خواتین ہند کے متعلق آپ نے کہا کہ میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ کانگریس کو اپنی خدمات پیش کریں۔ معاشرتی رسم و رواج قومی ترقی کی راہ میں حائل ہیں۔ ہر پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے خلاف جدوجہد کی جائے۔ مگر اب تک اس پر ہم نے بہت ہی کم توجہ مبذول کی ہے۔ پردہ اور دیگر رکاوٹیں جو خواتین کی ترقی کے لئے سنگ راہ بنی ہوئی ہیں۔ ان کو بلا تاخیر دور کر دینا چاہئے۔ اگر عورت مرد کا نصف حصہ ہے تو ہم مردوں کو چاہئے کہ قومی ترقی کے کام کا بہتر حصہ انجام دینے میں خواتین کی امداد کریں۔ پردہ سے نجات حاصل کرتے اور خانگی زندگی کی از سر نو تنظیم کے واسطے روپیہ کی ضرورت نہیں اس میں ہر شخص امداد کر سکتا ہے اور اس کو حتی المقدور امداد

کرنی چاہیئے ۔

کانگریس کی دو جماعتوں میں اختلاف تھا۔ ایک جماعت مکمل آزادی کا مطالبہ کرتی تھی اور دوسری نوآبادیات کی سی آزادی پر رضامند تھی، یہ اختلاف بہت بڑھ گیا تھا۔ لیکن مہاتما گاندھی نے ایک قرارداد پیش کرکے دونو جماعتوں کو متفق کر لیا۔ اور کانگریس کے کھلے اجلاس میں بہت بحث مباحثے کے بعد قرارداد منظور ہو گئی ۔ اس قرارداد کا ملخص یہ ہے :۔

"اگر حکومت نے نوآبادیات کی سی حکومت دینے کا مطالبہ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۲۹ء تک یا اس سے قبل منظور کر لیا۔ تو کانگریس کو بھی اس کے منظور کر لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ لیکن اگر پارلیمنٹ نے اسے ٹھکرا دیا تو کانگریس عدم تشدد کے اصول کے ماتحت عدم تعاون شروع کر دے گی۔ اور اہل ملک کو مشورہ دے گی کہ وہ ہر قسم کے محصولات ادا کرنے اور حکومت کو کسی قسم کی امداد دینے سے انکار کر دیں ۔

کنیا مہاودیالہ (مکتب نسواں) جالندھر کی طالبات اور استانیوں نے علیا حضرت ملکہ افغانستان کو ایک پیغام تہنیت بھیجا ہے۔ جس میں افغانستان میں پردہ کے ہٹائے جانے اور تعلیم نسواں و دیگر اصلاحات کے نفاذ پر علیا حضرت کی خدمت میں مبارکباد پیش کی گئی ہے۔ اور عرض کیا ہے کہ ہندوستان افغانستان کا دیوار بہ دیوار ہمسایہ ہے۔ شکر ہے کہ دور جدید کی ابتدا افغانستان سے ہوئی ہے اور اس نے طبقہ نسواں کی بہبودی کی طرف قابل تعریف قدم اٹھایا ہے ۔

افغانستان کے علاوہ اب چین بھی بیدار ہو رہا ہے۔ مگر جب مورخ ایشیا کی بیداری کے واقعات قلمبند کرے گا تو حضور کا ذکر خیر مقدم کے ساتھ کیا جائے گا ۔

کلکتہ میں عمر رضامندی کی کمیٹی کے سامنے مس گنگولی ایم۔ اے اور چار رجیندر مترا کی شہادتیں ہوئیں مس گنگولی نے بیان دیا کہ تعلیم یافتہ اور ترقی پذیر حلقے میں ایسے قانون نہ ہونے سے سخت بے اطمینانی ہے کہ رضامندی عمر کے لئے کوئی دفعہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے قانون کی سخت ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کم سے کم عمر ۱۶ برس ہو اور جو لوگ اس قانون کی خلاف ورزی کریں مستوجب سزا ہوں۔ مسٹر مترا نے کہا کہ بجز چند تعلیم یافتہ اور برہمو فرقے کے لوگوں کے کسی اور طبقے میں کوئی بے اطمینانی نہیں ہے ساری بے اطمینانی اُن میں ہے جو انگلستان کی ہوا کھا آئے ہیں اور وہ مناسب خیال نہیں کرتے کہ قانون خواہ مخواہ بدلا جائے۔ اس قسم کا قانون دشمنی اور حسد کو بھڑکا دے گا۔ اور موجودہ قانون پر کوئی اضافہ کیا گیا تو شاید بے اطمینانی اور بیزاری کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ اور حکومت کے لئے بھی بار خاطر ہوگا

بچوں کے لئے کتابیں

جن کتابوں کے نام نیچے لکھے ہیں۔ یہ بے انتہا پسند کی جا چکی ہیں۔ اور ہزاروں کی گنتی میں چھپ چکی ہیں۔ اس لئے یہاں کا زیادہ حال نہیں لکھتے۔ نئے خریداروں کی اطلاع کے لئے صرف نام اور قیمت لکھتے ہیں۔

چھوٹی عمر کے لڑکوں کے لئے

- [illegible] ۸ر
- [illegible] ۸ر
- [illegible] کی کہانی ۵ر
- سوداگر کی کہانی ۵ر
- [illegible] ۸ر
- جنگلی سندری ۸ر
- جادوگر کی کہانی ۸ر
- گدھے کی [illegible] ۸ر
- چاند کی بیٹی ۶ر
- جادو کا [illegible]
- تیغ بلا ۶ر
- [illegible] ۵ر
- [illegible] ۷ر
- پچیس کتابوں کا سٹ
- تیسرے درجے کے لئے

پچیس کتابوں کا سٹ

- دوسرے درجے کے لئے
- پانچ کتابوں کا سٹ
- پہلے درجے کے لئے ۳ر

مڈل کے لڑکوں کے لئے

- نٹ کھٹ پانڈے عہ
- ہندوستان ہمارا
- [illegible] حصہ اول عہ
- حصہ دوم عہ
- [illegible] حصہ اول ۸ر
- حصہ دوم ۹ر
- سپاہیوں کی کہانیاں عہ
- [illegible] ۱۲ر
- دانا دان فرنگ
- [illegible]
- آئین حکومت ہند

- اماں دادی عہ

سید امتیاز علی تاج کی لکھی ہوئی کتابیں

- گدگدی حصہ اول ۸ر
- حصہ دوم ۱۰ر
- پرستان حصہ اول ۸ر
- حصہ دوم ۵ر
- بادشاہوں کی کہانیاں ۱۲ر
- پھولوں کی کلیاں اول ۸ر
- دوم ۸ر
- چڑیا خانہ حصہ اول ۱۰ر
- دوم ۱۲ر
- سپاہی اور درویش ۱۲ر
- سندری شہزادی ۱۲ر
- موت کا راگ ۱۲ر
- بچوں کی بہادری ۱۲ر
- ابوالحسن ۷ر

محمدی بیگم کی لکھی ہوئی کتابیں

- [illegible] ۸ر
- [illegible] گیت ۴ر
- [illegible] ۱۲ر
- ریاض پھول ۸ر
- دلچسپ کہانیاں ۸ر
- دلپسند کہانیاں ۵ر
- علی بابا چالیس چور ۱۲ر

دوسرے لکھنے والوں کی کتابیں

- بن باسی رستم ۶ر
- بیٹو نوجوان کا قصہ ۱۲ر
- تین بھائیوں کی کہانی ۱۲ر
- عزم بالجزم ۱۰ر
- نیک انجام ۱۲ر
- سلیم کی کہانی ۱۲ر
- پھولوں کا ہار ۵ر

ملنے کا پتہ۔ دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

ایڈیٹر عزیزہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا۔ اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر پھول لاہور سے شائع کیا

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۲ | لاہور۔ ہفتہ ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۲

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۳۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین

دماغی کمزوریوں کو دور کرنے والا ایک نادر تحفہ

بیگم ہیر آئیل

تیار کردہ ڈاکٹر ایم۔ اے خواجہ لکھنؤ

یہ وہ تیل نہیں جو عموماً اشتہاری دُنیا میں دکھلائی دیتے ہیں بلکہ خاص انگریزی ادویات کو کیمیکل طریقہ پر تیار کیا گیا ہے۔ جو بال گرنے اور بال بڑھانے اور دماغی خشکی و درد سر کے لئے بے نظیر ثابت ہو چکا ہے۔ نیز اُن کیلئے جن کے بال قبل از وقت سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ باوجود آمیزش ادویہ خوشبو نہایت دلکش و بہتر واقع ہوئی ہے۔ خصوصاً دماغی کام کرنے والوں کیلئے ایک نادر تحفہ ہے۔ قیمت فی شیشی ۱عہ جو شہر کے تمام دواخانوں و سٹور سے مل سکتا ہے۔ **یا** منیجر دی خواجہ ہومیو پیتھک فارمیسی وکٹوریہ گنج لکھنؤ سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

سیّاحوں کی کہانیاں

اس کتاب میں اُن جوانمرد سیاحوں کا حال درج کیا گیا ہے۔ جنہوں نے دُنیا کے نئے نئے حصّوں کو معلوم کرنے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی سخت سے سخت مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھائیں۔ اور آخر کار کامیاب ہوئے۔ امریکہ آسٹریلیا۔ اور قطب شمالی وجنوبی۔ دریائے نیل کا منبع اور تبت کے پایۂ تخت لاسہ وغیرہ کا حال اس میں درج ہے۔ قیمت عہ

پتہ:۔ دفتر تہذیب نسواں لاہور

ہندوستان ہمارا

ہندوستان کی تاریخ جس طریق سے مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے اس سے نہ وہ بچوں کو دلچسپ معلوم ہوتی ہے نہ وہ اس سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اُردو کے نامور شاعر ابو الاثر حفیظ جالندھری نے بچوں کے لئے دلفریب اور سبق آموز بنانے کو پہلی مرتبہ تاریخ ہند کی مشہور کہانیاں آسان اور بہت مؤثر انداز میں نظم میں لکھی ہیں۔ اس کتاب میں راماین۔ مہابھارت سری کرشن مہاراج۔ گوتم بُدھ۔ سکندر۔ پٹھان اور مُغل بادشاہوں۔ سکھوں اور انگریزوں کے حالات پر بے حد روانی اور قادر الکلامی سے نظمیں لکھی گئی ہیں۔ جس میں ہندوستان کی تاریخ کے تمام اہم واقعات آنکھوں کے سامنے گزر جاتے ہیں۔ اور اُن تمام قوموں کی عظمت اور شوکت کا نقشہ نظروں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ جو مختلف زمانوں میں ہندوستان پر حکومت کر چکی ہیں۔ مصنّف نے ایسی تمام باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے جن کا کسی جماعت یا فرقے کو ناگوار گزرنے کا ڈر تھا۔ اور ہر مضمون پر خوب متاثر ہو کر نظم لکھی ہے۔ کتاب میں ستر کے قریب نظمیں ہیں۔ اور شروع میں علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب آئی۔ سی۔ ایس پرنسپل اسلامیہ کالج کا دیباچہ ہے۔ کتابت۔ کاغذ۔ طباعت نہایت اعلیٰ چودہ رنگین بلاک کی تصویریں۔ نہایت خوب صورت جلد اور سرورق تحفے کے طور پر دینے کے قابل کتاب۔ قیمت ۱عہ

پتہ:۔ دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

پردہ

(سلسلے کے لئے دیکھو تہذیب صفحہ ۲۱)

لیکن یہ پردہ صرف اعلیٰ طبقے کی عورتوں میں تھا۔ جو گھروں میں بند رہتی تھیں۔ اور سر اور منہ پر کپڑا لپیٹ کر باہر نکلتی تھیں۔ اس کپڑے کو نقاب کہتے ہیں۔ ہندوستان میں اس نے ایک لبادے کی سی شکل اختیار کر لی ہے۔ کہ سر سے لے کر پاؤں تک پہننے والی کا سر اور منہ اور جسم ڈھک جاتا ہے۔

یورپ میں چین میں۔ جاپان میں۔ امریکہ میں اور افریقہ کے وسطی اور جنوبی علاقوں میں اس رسم نے کبھی بھی رواج نہیں پایا۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ پردے کی رسم ہمیشہ اعلیٰ طبقے یا اوسط درجے کے متمول فرقے تک ہی محدود رہی۔ متوسط درجے کے کم سرمایہ دار لوگوں میں تو اس کا کبھی چرچا تک بھی نہیں ہوا۔ غربا اور گاؤں والوں کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ غربا کے فرقے میں تو عورتوں کو خود اپنی روٹی کمانے میں پورا حصہ لینا پڑتا ہے۔ ان غریبوں کو یہ بات کہاں نصیب ہو سکتی تھی۔ کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے گھروں میں بیٹھی رہیں۔ اور اپنی روزی کمانے باہر نہ نکلیں۔

اس سے دو امور پورے طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتے ہیں۔ اول تو یہ ہے۔ کہ پردہ اسلام کا کوئی رکن نہیں ہے۔ ورنہ امیر غریب سب کے لئے اس کا یکساں حکم ہوتا۔ اور دونوں فرقے اس پر برابر عمل کرتے۔ دوئم یہ کہ ہر ملک میں امراء کی تعداد آبادی میں پندرہ بیس فی صدی سے کسی حالت میں زیادہ نہیں ہوئی۔ پس پردہ کرنے والی عورتوں کی تعداد بھی پندرہ بیس فی صدی سے کبھی زائد نہیں ہوئی ہوگی۔

جہاں تک تاریخی واقعات پر اور واقعات حاضرہ پر غور کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ کہ پردہ فقط دولت مندی کا لازمہ رہا ہے۔ کیونکہ امراء اپنی جوان العمر عورتوں کو باہر نکالنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کہ ان کے حسین و معصوم چہروں پر عوام کی بُری بُری نگاہیں پڑیں۔

پس پردہ کی ابتداء فقط اس خیال پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ کہ مغربی ایشیا اور ہندوستان اور شمالی افریقہ میں ایک زمانہ میں دولت مند اشخاص نے اپنی عورتوں کو عام عورتوں کی طرح باہر پھرنے سے روکا۔ اور رفتہ رفتہ اس روک ٹوک نے ایک زبردست رسم کی شکل اختیار کر لی۔ اور چونکہ اسلام بھی انہیں ممالک میں پھیلا۔ جہاں پر پردے کی رسم کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے پردہ کو لوگوں نے اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ اور ایک حد تک وہ کامیاب ہو گئے۔ اور علماء اور امراء کا طبقہ دونوں سختی سے پردہ کرانے لگے۔ اور عورتیں تازہ ہوا۔ روشنی اور مناظر قدرت کے فوائد و دلچسپیوں سے محروم کر دی گئیں۔

چار دیواری کے اندر رہ کر ان کی زندگی بسر ہونے لگی۔ اور ان جملہ امور کی واقفیت کا دروازہ ان پر بند ہو گیا۔ جو محض باہر پھرنے سے اور دیگر افراد قوم سے ملنے جلنے سے حاصل ہو سکتی تھی ؛

اسلام نے جو دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ عورتوں کے ساتھ فیاضی برتی تھی۔ اور ان کو مردوں کے ساتھ ساتھ مال و دولت حاصل کرنے اور ترکہ پانے یا اپنا مہر وصول کرنے کا حق دیا تھا۔ وہ پردے کی رسم کی وجہ سے ایک طرح ضائع ہو گیا۔ قانون کی نگاہ میں عورتیں مثل نابالغ بچوں یا کم عقل انسانوں کے سمجھی جانے لگیں۔ اور ہر پردہ نشین کے معاملات کی وقعت و عزت ججوں کی نگاہ میں کم ہو گئی ؛

ہندوستان میں مردوں نے عورتوں کے حقوق زیادہ غصب کئے ہیں۔ اور اب تک برابر کئے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف عورتوں کی ناواقفیت اور معاملات سے بے خبری ہے ۔ باپ کا ترکہ بیٹے اور بیٹی دونوں کو ملتا ہے۔ بیٹا تنہا اپنا نام کاغذات میں درج کرا لیتا ہے۔ اور بہن کو سالانہ کچھ روپیہ دلا کر مغالطے میں رکھتا ہے کہ جائداد کے ہم تم دونوں مالک ہیں۔ بارہ سال تک کچھ دے جاتا ہے۔ پھر یکایک روپیہ بند کر دیتا ہے ۔ وہ مانگتی ہے۔ تو آنکھیں دکھاتا ہے کہ تمہارا کیا حق باقی رہا۔ اب تو تمہارے حق میں تمادی آ گئی ہے ؛

اس سے بھی زیادہ ظلم جس کی ہزاروں مثالیں میرے تجربے اور مشاہدے میں آ چکی ہیں۔ وہ مردوں کی فریب دہی ہے۔ جو عموماً وہ اپنی بہنوں اور والدہ کو دیتے ہیں ۔ باپ کے مرے پیچھے وہ چاپلوسی کی باتیں کر کے اپنی ماں اور بہنوں کا حق ان سے اپنے نام منتقل کرا لیتے ہیں ۔ غریب پردہ نشین بہنیں نہیں سمجھتیں۔ کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے ۔ انجام ہمیشہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بیٹے جائداد برباد کر دیتے ہیں۔ اور ماں اور بہنیں افلاس کی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہیں ۔ اگر بعض خاندان پردے میں انتہائی سختی نہ کرتے اور عورتوں کو اپنے معاملات سمجھنے کا موقع دیتے۔ یا ان کو پردے کے پیچھے ہی تعلیم دے کر معاملات سے واقف کر دیتے۔ تو بدنصیب عورتیں اس قدر مصائب کا شکار نہ ہوتیں ؛

خیر اب عورتوں کی مصیبت کا جلد خاتمہ ہونے والا ہے۔ مرض خود اپنی جڑ کاٹ رہا ہے۔ مرد خود عورتوں کو پردے سے لے کر باہر نکل رہے ہیں۔ بعض عورتوں کو بے نقاب باہر آنا ناگوار بھی گزرتا ہے۔ لیکن ان کی مثال ایک چین کے قیدی کی سی ہے۔ کہ وہ بیس سال تک قید خانے میں رہنے کے بعد جب آزاد کیا گیا۔ تو بازاروں اور گلی کوچوں میں پھر کر پھر قید خانے کے دروازے پر آ موجود ہوا۔ کہ میرا دل سوائے قید خانے کے اور کہیں نہیں لگتا۔ مجھے اس میں بند کر دو ؛

پردہ سوسائٹی کے لئے عام طور پر کسی تکلیف کا باعث نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پردہ نشینوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے۔ کہ ان کا پردہ میں بند رہنا ہمارے کاروبار میں کوئی خلل پیدا نہیں کرسکتا ٭ مردم شماری کے اعداد وشمار سے یہ قیاس لگایا گیا ہے۔ کہ ہندوستان میں چالیس لاکھ عورتیں پردہ میں بند ہیں۔ اس میں زیادہ تعداد ہندو عورتوں کی ہے۔ اور کم تعداد مسلمان عورتوں کی ٭ اگر مسلمان عورتوں کی تعداد نصف بھی سمجھی جائے۔ تو بیس لاکھ اسلامی عورتیں پردہ نشین ہیں ٭ مگر مسلمان عورتوں کی کل تعداد ہندوستان میں ساڑھے تین کروڑ ہے۔ پس ساڑھے تین کروڑ میں اگر مردوں نے بیس لاکھ غریب بے بس عورتوں کو پردہ میں بند کر رکھا ہے۔ تو اس سے ملک و قوم کی ضرورتوں اور کاروبار پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ تین کروڑ تیس لاکھ عورتیں تو بے حجاب باہر پھرتی ہیں ٭

بنگال کے دیہات میں۔ پنجاب کے دیہات میں۔ سندھ اور صوبہ سرحدی کے دیہات میں صوبہ متحدہ۔ بہار۔ بمبئی۔ مدراس اور ممالک متوسط کے دیہات میں غرضکہ کل ہندوستان کے دیہات میں کاشتکاروں کی عورتوں میں پردہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے ٭ شہروں میں صرف متمول گھرانوں میں پردہ ہے۔ جن کی تعداد بیس سے تیس فی صدی تک ہوگی۔ باقی عورتوں میں پردہ نہیں ہے۔ غرضکہ ملک و قوم اور سوسائٹی کو پردہ سے کوئی ایسا نقصان نہیں پہنچتا۔ جس کی وجہ سے ہم کو کسی شورش کے برپا کرنے کی مجبوری پیش آئی ہو۔ بلکہ ہم تو صرف غریب پردہ نشینوں کی بہبودی تندرستی اور خوشی کے خیال سے پردے کے متعلق خیالات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں ٭

ناظرات کو اس بات سے ضرور واقفیت ہوگی۔ کہ پردہ نشین عورتوں میں سل اور دق کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں ٭ سل اور دق کے علاوہ جو وبائی مرض ملک میں پھیلتا ہے۔ تو سب سے اول یہی بدنصیب فرقہ جو تازہ ہوا اور روشنی کی نعمتوں سے محروم ہے۔ بیماری کا شکار ہوتا ہے۔ اس فرقے کی عورتوں کے بچے نہایت کند ذہن۔ نحیف اور کم عقل ہوتے ہیں۔ ان کے قوائے ذہنی و جسمانی ایسے نہیں ہوتے۔ کہ وہ زمانۂ حال کی کشمکش کی زندگی میں مقابلے کے میدان میں دوسروں کی برابری کرسکیں۔ یا ان سے آگے بڑھ سکیں ٭

پس پردے کے حامی فرقے کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اب خود ان کے لئے پردہ باعث تباہی بربادی ہے کسی کا کچھ نہیں بگڑے گا مسلمانوں کی قوم میں اکثر لوگ پردہ نہیں کرتے۔ وہ ترقی کریں گے۔ میدان میں آئیں گے۔ قومی اعزاز حاصل کریں گے۔ اور آخرکار وہ اعلیٰ سطح پر پہنچ جائیں گے۔ اور وہ لوگ جو لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہیں۔ وہ گرتے گرتے آخرکار ختم ہوجائیں گے ٭

اب مسلمانوں کے سامنے ٹرکی اور مصر کی افغانستان کی اور عراق کی اور دیگر اسلامی ممالک کی مثالیں موجود ہیں۔ ان کو اس رسم کی پابندی میں اس قدر سختی نہ کرنی چاہئے ؟

میں نے یہ مضمون اس غرض سے نہیں لکھا۔ کہ میں کسی کا دل دکھاؤں۔ اگر کوئی صاحب پردے کی رسم چھوڑنا نہ چاہیں۔ تو ان کو اختیار ہے۔ میں ہرگز معترض نہ ہوں گا۔ اور نہ میں ان کو دقیانوسی خیال کا آدمی بتاؤں گا۔ میں اس رسم کے گہرے اثرات سے واقف ہوں۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ ہم اس کے توڑنے میں کوئی غلط طریقہ اختیار کریں۔ صحیح طریقہ وہی ہے۔ جو زمانہ سکھا رہا ہے۔ البتہ میں زنانہ مدارس کے منتظمین سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ بچیوں کے والدین کے محسوسات کا پورا لحاظ رکھیں۔ اور مدارس میں پردہ تربیت کا ایک لازمی شعبہ قرار دیں۔ اور جب تک لڑکیاں مدارس میں پڑھتی رہیں۔ ان کو حسب خواہش ان کے والدین کے پردے میں رکھیں ؟

خاکسار عبداللہ۔ از عبداللہ کالج علی گڑھ

ٹیکسلا اور اس کا نواح

جس زمانے میں ہندوؤں کا تہذیب و تمدن اپنی معراج پر تھا۔ اس زمانے میں شمالی ہند کا شہر ٹیکسلا مرجع خاص و عام بنا ہوا تھا۔ ایک طاقتور سلطنت کا پایہ تخت ہونے کے علاوہ اس مقام میں ہندوستان کی ایک بہت بڑی یونیورسٹی بھی تھی۔ جس سے علم کے دریا بہتے اور دور دور سے طالب علم یہاں سیراب ہونے کے لئے آتے تھے۔

جس زمانے میں سکندر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اس وقت بھی یہ شہر خوب بارونق اور دور و نزدیک مشہور تھا۔ چنانچہ اس کے حملے کے سلسلے میں اسی شہر کا حوالہ کئی جگہ درج ہے ؟

زمانے کے ہاتھوں یہ شہر ایسا مٹا۔ کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان نہ رہا۔ گرد روزگار اس کے کھنڈروں پر ایسی بیٹھی۔ کہ بچے بچائے آثار بھی زمین میں دفن ہو گئے۔ اور اس شہر کی جگہ ایک چٹیل میدان رہ گیا ؟

چونکہ تاریخ کی کتابوں میں اس شہر کا تذکرہ اور محل وقوع تفصیل سے درج تھا۔ اس لئے محکمہ آثار قدیمہ کو خیال ہوا۔ کہ میدان میں مختلف مقامات پر کھدائی کر کے دیکھا جائے۔ شاید کسی جگہ سے اس شہر کے آثار برآمد ہو جائیں ؟

یہ بھی سننے میں آیا ہے۔ کہ پہلے جاپانی لوگوں کی توجہ اس شہر کی طرف مبذول ہوئی۔ اور انہوں نے سرکار انگلشیہ سے اجازت چاہی۔ کہ ہمیں وہ زمین دیدی جائے۔ جہاں تاریخ کی رو سے ٹیکسلا کے شہر کا سراغ ملتا ہے۔ تاکہ ہم اس جگہ کو کھود دیں۔ اور تحقیق کریں۔ کہ وہاں زمین کے نیچے سے اس شہر کے آثار یا کوئی دوسری قدیم

اشیاء برآمد ہوتی ہیں۔ یا نہیں ۰

مگر سرکار نے یہ جگہ جاپانیوں کو دینے سے انکار کر دیا۔ اور محکمۂ آثار قدیم کے افسر اعلیٰ سر جان مارشل کو مامور کیا۔ کہ وہ کھدائی کا کام شروع کر کے اس قدیم شہر کے متعلق ہر ممکن معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں ۰

بڑی احتیاط سے کھدائی کا کام شروع کیا گیا۔ اور بہت جلد زمین سے ایک دو گز اونچی دیواریں نکلنی شروع ہو گئیں۔ جنہیں دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان کے اوپر کا حصّہ اور چھتیں گر چکی ہیں ۰ اس طرح تحقیق کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ تو انہوں نے زیادہ وسیع پیمانے پر کھدائی شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پورے شہر کے آثار زمین سے برآمد ہو گئے۔ اور کئی جگہ بعض چھوٹی چھوٹی عمارتیں اچھی حالت میں بھی نکل آئیں ۰

ٹیکسلا کے یوں زمین سے برآمد ہونے کا حال عرصے سے سن رکھا تھا۔ اس سال موسم گرما میں جب کشمیر سے راولپنڈی کے راستے واپس ہوئی۔ تو سوچا لگے ہاتھوں ٹیکسلا کی سیر بھی کر لی جائے ۰ یہ مقام راولپنڈی سے ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے ۰ راستے میں چند اَور مشہور مقامات بھی ہیں۔ اس موقع پر ان سب کی سیر کا موقع مل گیا ۰

راستے میں ایک مقام مارگلا ہے۔ جہاں ایک چشمہ ہے۔ اور جنرل جان نکلسن کی یادگار میں ایک مینار بنا ہوا ہے۔ ایک محراب میں جنرل مذکور کے کارنامے بھی لکھے ہوتے ہیں۔ کہ ۱۸۴۵ء میں یہ سکھوں سے لڑے۔ ۱۸۴۵ء میں پھر لڑائی ہوئی ۱۸۴۸ء اور ۱۸۴۹ء کی لڑائیوں میں بھی حصّہ لیا۔ اور آخر دہلی فتح کر کے مارے گئے ۰

اس مقام کو دیکھ کر ہم آگے بڑھے ۰ دوسرا دیکھنے کے قابل مقام سکھوں کا دربار صاحب تھا۔ جو یہاں عام طور پر پنجہ صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۰ اس جگہ کی وجہ تسمیہ کے متعلق ایک انوکھی روایت سننے میں آئی جسے تہذیبی بہنوں کی ضیافت طبع کے لئے یہاں بیان کر دینا بے موقع نہ ہوگا ۰

کہتے ہیں ایک مرتبہ جب باباگرو نانک اس مقام پر پہنچے۔ تو آپ کو بہت پیاس لگی۔ اِدھر اُدھر پانی کی بہتیری تلاش کی۔ لیکن کسی جگہ سے ایک بوند پانی نہ مل سکا ۰ نظر اوپر جو اٹھائی۔ تو ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک مکان دکھائی دیا۔ سوچا کہ اس مکان میں کوئی رہتا ہوگا۔ اور اس کے پاس پانی ضرور ہوگا۔ چنانچہ اپنے آدمیوں کو وہاں سے پانی لانے کے لئے روانہ کیا ۰

آدمی پانی لانے کے لئے پہاڑی کے اوپر پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ وہاں ایک درویش رہتے ہیں جن کا نام بابا قندھاری معلوم ہوا۔ ان سے بابا نانک گرو کے لئے پانی مانگا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ جب نانک جی کی کرامت مشہور ہے۔ تو وہ اپنی

کرامت سے وہیں پانی کیوں نہیں پیدا کر لیتے؟
لوگوں نے واپس آکر گرو نانک سے یہ بات کہی۔ تو آپ نے اپنی کرامت دکھائی۔ اور جو چشمہ پہاڑ کے اوپر تھا۔ اسے نیچے کھینچ لیا۔ اس پر بابا قندھاری کو بہت غصہ آیا۔ اور انہوں نے طیش میں آکر پہاڑ نیچے لڑھکا دیا۔

گرو نانک نے جو پہاڑ کو نیچے آتے دیکھا۔ تو ہاتھ بڑھایا۔ اور پہاڑ کو روک لیا۔ یوں پہاڑ کو روک لینے سے آپکے پنجے کا نشان پہاڑ ہی پر رہ گیا۔ اور یہی نشان ہے۔ جو آج پنجہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے قریب ہی ایک اور چشمہ ہے۔ جس کا پانی اتنا صاف ہے۔ کہ اس کے نیچے کے پتھر مثل الماس کے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس چشمے میں سیاہ رنگ کی بڑی بڑی سیکڑوں مچھلیاں ہیں جنہیں کوئی پکڑتا نہیں۔ اس چشمے کے متعلق خیال ہے۔ کہ یہ وہی چشمہ ہے۔ جسے بابا نانک گرو نے اپنی کرامت سے پہاڑ پر سے اتارا تھا۔

قریب ہی سکھوں کا ایک بہت خوب صورت مندر ہے۔ جس میں ان کی کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی ہیں۔

یہاں کی سیر سے فارغ ہو کر آگے روانہ ہوئے۔ تو راستے میں حسن ابدال کے قریب ایک مقام "واہ باغ" پڑا۔ اس باغ کے متعلق یہ معلوم ہوا۔ کہ اسے اکبر بادشاہ نے بنایا تھا۔ اور جب وہ کشمیر جاتے تھے۔ تو پنڈی کے قریب اسی باغ میں قیام کیا کرتے تھے۔

یہ باغ نہایت پر فضا مقام ہے۔ ایک طرف باغ ہے۔ سامنے بہت بڑی پاٹ کی ندی بہتی ہے۔ اور اس کے بعد پہاڑوں کا طویل سلسلہ ہے۔ یہاں اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی دو عمارتیں بھی اب تک باقی ہیں۔ ان میں سے ایک مکان تو خستہ حالت میں ہے۔ دوسرا البتہ بہتر ہے۔

اس باغ میں ایک چشمہ بھی ہے۔ جس کا پانی ایسا شفاف ہے۔ کہ تہہ تک نظر آتی ہے۔ اس کے پانی سے ایک چکی چلتی ہے۔ اور اس کے ذریعے تمام باغ میں پانی پہنچایا جاتا ہے۔

"واہ باغ" کی وجہ تسمیہ یہ سننے میں آئی۔ کہ جب یہ بن کر تیار ہوا۔ اور اکبر بادشاہ نے اسے ملاحظہ فرمایا۔ تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا "واہ چہ باغ است"۔ بس بادشاہ کے منہ سے یہ لفظ نکلے۔ تو سب نے اسے واہ باغ ہی کہنا شروع کر دیا۔ جس گاؤں کے متعلق یہ باغ ہے۔ وہ بھی "واہ" کے نام سے مشہور ہے۔

یہاں سے چل کر ہم لوگ ٹیکسلا کے عجائب خانہ میں پہنچے۔ جب ٹیکسلا کی کھدائی ہو رہی تھی۔ تو زمین میں سے کئی طرح طرح کی پرانے زمانے کی چیزیں نکلتی رہتی تھیں۔ ایسی تمام چھوٹی چھوٹی چیزیں اس عجائب خانہ میں جمع کر دی گئی ہیں۔

چوڑیاں۔ کنگھیاں۔ موتی کی مالا۔ موسل پھکیاں صراحیاں۔ سونے چاندی کے برتن۔ غرض وہ اکثر چیزیں جو پرانے زمانے میں استعمال میں آتی تھیں۔ کوئی بری بھلی حالت میں اور کوئی بہت اچھی حالت میں دستیاب ہوگئی ہیں۔ اور یہاں رکھی ہوئی ہیں ٭

ان چیزوں کو دیکھنے سے طبیعت پر بہت اثر ہوتا ہے۔ کہ یہ اب سے سیکڑوں برس پہلے کے باشندگان ہند کے استعمال میں آچکی ہیں ٭ ان کے مطالعہ سے اس زمانے کے طرز معاشرت کے متعلق بھی بہت قابل قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں ٭

ٹیکسلا کے عجائب گھر میں جانے کی کوئی فیس نہیں ہے ٭ یہ عجائب گھر ٹیکسلا سے الگ چار میل کے فاصلے پر ہے ٭ ٹیکسلا کے تمام آثار ایک پہاڑ کے اوپر ہیں ٭

یہاں قدیم زمانے کی یونیورسٹی کے آثار بھی نکل آئے ہیں۔ جس کی دیواریں اگرچہ گز گز دو دو گز اونچی ہیں۔ مگر انہیں دیکھ کر یونیورسٹی کا نقشہ بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ کہاں طالب علم رہتے اور کہاں پڑھتے تھے ٭

مندر اور کئی مزار بھی زمین میں سے برآمد ہوئے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ طریقہ تھا۔ کہ مردوں کو جلا کر ان کی راکھ دفن کر دی جاتی تھی۔ اور اس مقام پر چراغ جلائے جاتے تھے ٭ ان میں سے بعض عمارات تو ایسی حالت میں ہیں۔ کہ ان کی قدامت کا خیال کیا جائے۔ تو اس وقت بڑی غنیمت معلوم ہوتی ہیں ٭

صغرا ہمایوں مرزا

معاشرت میں عورتوں کا قصور

آج ہماری سوسائٹی کا یہ عالم ہے۔ کہ وہ ایک نام نہاد تہذیب و تمدن کے زبردست بہاؤ میں بہی چلی جا رہی ہے۔ اور مطلق کسی کو احساس نہیں کہ اس کا انجام آخر کیا ہوگا ٭ معاشرت کے ہر ہر شعبہ میں ہماری حالت کا مطالعہ کرو۔ پھر حقیقت آشکار ہو جائے گی ٭ مرد تو مرد بہت بڑی حد تک خود عورتیں اس تباہی و بربادی کی تنہا ذمہ دار ہیں۔ مگر ان کو کبھی ایک لمحہ بھی اس فکر کے لئے نہیں ملتا۔ کہ وہ اپنے اس عمل کے مآل پر تدبر کریں ٭

ہمارا خیال ہے۔ اور خیال ہی نہیں بلکہ دعویٰ ہے۔ کہ مسلمانان ہند جو روز بروز غریب مفلس ہوتے جاتے ہیں۔ منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب یہ بھی ہے۔ کہ مسلم خواتین ابھی تک اسی وضع کو نباہنا چاہتی ہیں۔ جو آج سے دو سو برس قبل مسلمانان ہند میں رائج تھی۔ یعنی جب ہم حکمران تھے ٭ ان کے نزدیک معاشرت و تمدن کی ہر وہ رسم قبیح جو ہمارے آباؤ اجداد

سے چلی آتی ہے - لائق پابندی ہے - بالکل اسی طرح جیسے داہنے ہاتھ سے کھانا کھانا یا بیٹھ کر پانی پینا + ان کا تصور یہ ہوتا ہے - کہ چاہے قرضہ ہو جائے - جائداد رہن پڑ جائے - چاہے کچھ دنوں فاقہ کی نوبت آجائے - مگر جب بچی کا "تن ڈھیدن" کیا جائے - تو سارے کنبہ بلکہ تمام شہر میں اس نام نہاد "حوصلے" کی شہرت ہو + اپنے تو اپنے غیر بھی دیکھیں تو عش عش کر جائیں + افسوس اس زبردست اندھی حماقت کا نام انہوں نے اپنی اصطلاح میں "حوصلہ" رکھ لیا ہے ؛

پھر بچی کی عمر کے ساتھ ماں کی فکریں بھی وسیع ہی ہوتی رہتی ہیں + فکر اس کی تعلیم و تربیت کی نہیں - پہننے پہ دسنے امور خانہ داری کی نہیں - اس کی فکر نہیں - کہ اس میں اخلاقیات کے اعتبار سے اعلیٰ جوہر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے - ان چیزوں کے لئے تو قدرت پر بھروسہ کر لیا جاتا ہے - اور سمجھ لیا جاتا ہے - کہ اگر یہ خوبیاں بچی میں کبھی پیدا ہوئیں - تو کون سی اس کی عاقبت خراب ہو جائے گی + ہاں البتہ فکر ہے - تو یہ کہ بچی کل خالہ کے یہاں جب شادی میں جائے گی - تو کون زیور اس کے پاس ہو - جس سے اس کے حسن میں اور چار چاند لگ جائیں - اور محفل کی ہر بیوی اس کی جانب دلچسپ نظروں سے دیکھے + پھر ایک ماما بھی ہمراہ ہو - جو اس کے ساتھ جائے - تاکہ ضرورت کے وقت ماماگیری کی خدمات انجام دے سکے + پھر جوڑا بھی ایسا ہی ہونا چاہئے - جس سے ہمعصروں میں سبک سری نہ حاصل ہو ؛

اس قسم کے انکار سے نجات نہ ملی تھی - کہ شادی کی ساعت سر پر آگئی - اب بے چارے میاں کی خیر نہیں + قرض ہو پروا نہیں - لڑکی کے ساتھ گھر کی سب حالت ابتر ہو جائے - تو کچھ پروا نہیں + گھر بک جائے یا قرق ہو جائے - نیلام پر چڑھ کر لالہ کچوری مل کی ڈگری ہو جائے تو پروا نہیں - مگر دل کے حوصلے ضرور نکلیں - وضع داری اور باپ دادا کی قدیم مراسم میں فرق نہ آنے پائے ؛

اس سلسلے میں اگر کوئی خیر اندیش شخص مشورہ دے - اور کہے - بیوی یہ تم کیا کر رہی ہو - ذرا سوچو تو کل اس کا کیا انجام ہوگا - تو اس کو جاہل کا خطاب دیا جائے - اس کو بدنام و رسوا کیا جائے - اور کہا جائے - کہ ہماری بدنامی کے درپے ہیں + طرح طرح سے اس کو کوسا جائے گا - اور راہ کا کانٹا سمجھتے ہوئے علیحدہ کرنے کی کوشش کی جائے گی ؛

غرضکہ ہزار چونچلے اور انداز سے بیٹی کو بیاہ دیا - گھر میں پر سراب خوشی و مسرت کی لہریں ہیں + لڑکی کی ماں اس ہنگامہ کو دیکھ دیکھ کر نہال ہیں + ڈومنیاں ہر طرف بیاہ کا نہ انداز

کے ساتھ مخرب اخلاق گیت گا گا کر لڑکی کی ماں کو چھیڑ رہی ہیں۔ اور ماں ہیں۔ کہ ہر طرح خوش + لڑکی کے رخصت ہو جانے پر دہی گھر جو پہلے عشرت کدہ بنا ہوا تھا۔ اب ماتم کدہ نظر آرہا ہے۔ اور اس کے رہنے والوں کا بال بال قرض میں بندھا ہوا ہے +

ان تمام خرافات کی ذمہ داری صرف گھر کی بی بی پر ہی نہیں۔ بلکہ مرد پر بھی ہے۔ دونوں نے فضول جگ ہنسائی کی وجہ سے خوب دل کھول کر جب تک صرف نہ کر لیا چین نہ لیا۔ پریشانی صرف اس کی تھی۔ کہ اگر کسی رسم میں کمی رہ گئی۔ تو اہل محلہ کیا کہیں گے +

اب بیٹی کسی کی بہو بنی۔ شوہر کے کسی عزیز کے یہاں سے بلاوا آیا۔ ماں کی پریشانیاں اب ساس کو لاحق ہو گئیں۔ بے چاری پریشان ہے۔ کہ بہو کے کان میں طلائی بجلیاں نہیں۔ گلے میں ہار ہوتا تب بھی خیر تھی۔ وہ بھی نہ تھا۔ بنارسی دوپٹہ بھی نہیں ہے۔ محلے ٹولے بوا کریمن کو بھیجا گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ "ہم بھی وہیں جائیں گے۔ جہاں سے تمہارا بلاوا ہے"۔ اگر بہو نے "حاضر میں حجت نہیں" پر عمل کیا۔ اور گھر میں جو کچھ موجود تھا۔ اسی پر قناعت کر کے ڈولی میں سوار ہو گئی۔ تو جس تقریب والے گھر میں اتری۔ وہاں ایک ایک نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ کیا۔ اور منہ بچکا ادھر ادھر چلدیں۔ پچاسوں بیویاں جمع ہیں۔ سب ایک سے ایک بھاری اور قیمتی لباس میں ملبوس و مزین نظر آتی ہیں۔ صرف یہی ایک بے چاری غریب کی بہو ہے۔ کہ سادہ کپڑوں اور چند زیوروں سے آراستہ ہے + غریب ہے۔ مگر غربت کوئی گناہ تو نہیں۔ اس نے کسی کا مستعار دیا ہوا تو کوئی زیور نہیں پہنا۔ یہ کس قدر غیورانہ عمل ہے۔ لیکن آج کل کی خواتین میں آپس کے مقابلے کا جذبہ اتنا سرایت کر چکا ہے۔ کہ حقیقی بہنیں تک ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگتی ہیں +

ہمارے علم میں ایسے گھرانوں کے واقعات بھی ہیں۔ کہ جب تک بھاوج نے خفیہ طور پر یہ پتہ نہ لگا لیا۔ کہ نند کون کون سے کپڑے پہن کر شادی کی تقریب میں گئی ہے۔ اس نے کپڑے نہ بدلے۔ جب نند کے کپڑوں کا علم ہو گیا تو اس نے بالکل برعکس کپڑے بدل کر شادی میں شرکت کی +

اور سنئے۔ یہ واقعہ ہے حقیقت پر مبنی۔ اسے کو قصہ و افسانہ نہ سمجھئے۔ ایک رئیسہ کے مقابلے میں ایک متوسط الحال بیگم کی ساری جائداد نیلام ہو گئی + رئیسہ نے موتیوں کا گراں قیمت ہار بنوایا۔ تو ان بیگم صاحبہ نے بھی بنوایا۔ آخر کچھ دنوں کے بعد غریب نان شبینہ کو محتاج ہو گئیں۔ افسوس!

جس قوم کی خواتین کے شوق نمود و نمائش کا یہ عالم ہو۔ وہ آج نہیں۔ تو کل تباہ و برباد ہو گی۔

سب سے زیادہ قابل اصلاح حالت مالدار بہنوں کی ہے۔ کہ انہوں نے اپنی زندگی و معاشرت کو اتنی بلندی دیدی ہے۔ جہاں سے ان کو ہر انسان غریب و ذلیل نظر آتا ہے۔ اور متوسط الحال اور غریب لوگ اسے محسوس کرتے ہیں + اگر یہ طبقہ سادہ وضع پر نسبتاً کمتر معاشرت کو زندگی کا جزو بنالیں۔ تو متوسط الحال خواتین بہت سی پریشانیوں سے نجات پاجائیں۔ اور ان کی حالت بڑی حد تک سدھر جائے +

خدا کے لئے لغو بیہودہ مراسم سے کنارہ کیجئے۔ مجالس شادی و غمی میں اخراجات کو سنبھالئے۔ طرز تمدن و ملبوسات میں اصلاح و ترمیم فرمائیے + یہ کام مردوں کے بس کا نہیں۔ آپ ہی کے کرنے کا ہے۔ قوم تباہ حال ہے۔ اس کو ڈوبنے سے بچائیے + اگر ایسے عمل کا آغاز ہوگیا۔ تو اس سے غریب بہنوں کی دلجوئی ہوگی۔ اور ان کو اپنی حالت کی اصلاح مدنظر رہے گی +

غریب بہنوں سے ہماری التجا ہے۔ کہ آپ اپنی غربت کو گناہ نہ سمجھیں۔ یہ خدا کا عطیہ ہے۔ مگر ہاں امیر بہنوں کا مقابلہ اور ریس آپ کو زیبا نہیں۔ جس میں عجب و غرور کی شان ہو۔ یہ منزل اللہ میاں کو بھی پسند نہیں + آپ کسی دولتمند بی بی کی عزت و توقیر صرف اس وجہ سے مت کیجئے۔ کہ وہ مالدار ہے + روپیہ اس کا نہیں۔ بلکہ اس کے شوہر کو خدا نے امانت دیا ہے۔ خدا ہی جانے کب اور کس وقت اس سے یہ امانت واپس لے لی جائے + آپ تعلیم یافتہ۔ با اخلاق اور خوش خلق و ملنسار بہن کی عزت و آبرو کریں + جتنا اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ اسی میں رکھ رکھاؤ اور عزت آبرو کی زندگی بسر کرنی چاہئے + آپ کے اس انداز اور طریق سے دونوں جہاں میں کامرانی آپ ہی کو ہوگی + اگر امیر و متمول خواتین آپ کو کسی طرح بھی ذلیل سمجھیں۔ تو سب ان سے کنارہ کرلیں۔ اور مرتبے میں اپنے برابر کی خواتین سے میل جول بڑھائیں۔ صرف اسی طریق سے آپ قومی ترقی میں قابل قدر خدمات سرانجام دے سکتی ہیں +

مسعود الرحمن خاں ندوی بیلی بھیت

منگیتر سے خط و کتابت

پھر چاہتا ہوں قصہ پارینہ چھیڑنا۔
مدِ نظر عتاب کا ساماں کئے ہوئے +

میرا مضمون "منگیتر سے خط و کتابت" جو ۱۹ مارچ ۱۹۲۸ء کے تہذیب میں "بے نام" کے نام سے نکلا تھا۔ نسوانی پرچوں میں بہت کچھ زیر بحث رہا۔ کسی طرف سے ہمت کی ندائیں آئیں کسی جانب سے نفرت کی صدائیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس پیچ و تاب میں پڑ کر مضمون کی اصلی غرض کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ بلکہ اس کے حقیقی مطلب

سے ہٹ کر بحث چھڑ گئی ؛

پہلے تو میں "منگیتر" کے معنوں کو صاف کر دینا چاہتا ہوں ۔ گفتگو ئے عام میں یہ لفظ خاندان کے اُن لڑکوں لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جن کو ازدواجی زندگی میں ملا دینے کا ارادہ ہوتا ہے۔ پس منگیتر کا لفظ خود ہی دلالت کرتا ہے۔ کہ دونوں ہستیوں کے درمیان کسی نہ کسی قسم کی شناسائی ہے۔ چاہے وہ سنی سنائی ہو ۔ ہر وہ لڑکا جس کو کوئی لڑکی خط لکھنا چاہے۔ اس کا منگیتر نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح سے ہر وہ لڑکی جس کو کہ کوئی لڑکا خط لکھے۔ اس کی منگیتر نہیں کہلائی جا سکتی۔ پس یہ خیال کہ خط و کتابت کی تجویز سے ملک بھر کے لڑکوں اور لڑکیوں میں یہ سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ محض بے بنیاد ہے۔ صرف منگیتر ہی سے خط و کتابت کی تجویز ہے ؛

اب میں "خط و کتابت" کو واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نے جتنی رائیں پڑھیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے محبت کی تحریریں اور الفت کے خطوط مراد لئے گئے ۔ اس کو تنگ خیالی کے سوا اَور کیا کہوں ۔ کتابت کا لفظ سر اُٹھا کر کہہ رہا ہے۔ کہ یہاں فراق کے شکوؤں اور ہجر کی حکایتوں سے غرض نہیں۔ کیا دنیا میں اس کے سوا کوئی اَور بات کرنے کے قابل ہی نہیں ؟ کیا ساری گفتگو میں اسی بحث پر ہوتی ہیں ۔ بے خبر شاعر کہے تو کہہ لے۔ لیکن جیسے دنیا کے دھندے ہیں۔ وہ تو اس قول کو سُن کر کہنے والے کی نادانی پر مسکرا دے گا ؛

عنوان کے الفاظ کا صحیح مطلب ادا کرنے کے لئے اب میں اصل مضمون کی بابت کچھ لکھوں گا ۔ روز و شب کی پیہم منزلوں میں زمانہ بڑی سرعت کے ساتھ گامزن ہے ۔ بے شک ہم اسلام والے ہیں۔ لیکن اسلام تنگ خیالی اور تعصب سے کہیں دور ہے۔ ہمیں ہر نئے خیال پر ہنسنا نہ چاہئے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے۔ کہ نئی تجویز کسی اَور آنے والے انقلاب کے روکنے کے لئے کی گئی ہو ؛

وہ منظر جس نے مجھے اس تجویز کے ظاہر کرنے پر مجبور کیا۔ عجیب سبق آموز تھا۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ وہ بھی جنہوں نے بڑی شد و مد سے اس تجویز کا مذاق اُڑایا۔ اس سے آگاہ ہو جائیں ؛

کالج کی مشغولیتوں سے پیچھا چھڑا کر میں ایک دن شام کو ایک پارک میں جا نکلا۔ میں ٹہل رہا تھا۔ کہ ایک موٹر پاس ہی آکر رُکا ۔ ایک مسلم نوجوان شریف زادی (جنہیں میں پہلے سے جانتا تھا) ایک انگلستان سے نو وارد مسافر کے ساتھ اُتریں۔ اور یوں گھومنے لگیں جیسے کہ وہ دو ایسی ہستیاں ہیں جنہیں حق تزویج نے ہر طرح کی بیباکی کی اجازت دیدی ہے۔ شاید یہ صاحبزادے ان کے منگیتر تھے ؛

عالم خیال ہی میں میں نے آنکھیں بند کیں۔ تو دور انقلاب میں ہندوستان کا گھر گھر مجھے یہی پارک نظر آنے لگا۔ اس بڑھتے ہوئے سیل کو روکنے کے لئے میں نے یہ تجویز پیش کی۔ اگر اس میں نقص ہیں بھی۔ تو یقیناً اس آنے والی حالت سے کم ہی ہیں۔ جو بن آئے نہیں رہتی ؛

ٹرکی کیونکر آن کی آن میں بدلا۔ مصر کیونکر دیکھتے ہی دیکھتے اُٹھا۔ افغانستان نے کیسے دم کے دم میں پلٹا کھایا؟ کیا عجب ہے۔ کہ ہندوستان میں یوں ہی تغیر ہو۔ لیکن دم زدن کا انقلاب شاید ملکی ترقی کے لئے فائدہ مند نہ ہو۔ ملک کی بہبودی کے خواہاں اگر چاہیں۔ کہ نئے خیالات کو بالکل روک دیں۔ تو یہ ناممکن ہے۔ ضرورت اس کی ہے۔ کہ ایسی تحریکیں اور عملبندیاں ہوں۔ جو خیالات جدیدہ کے زور کو تا بمقدور کم کرنے کی کوشش کریں ؛

ہاشم رضا ٹبلر گنج لکھنؤ

شوہر کا نام نہ لینے سے

ہندوستانی عورتوں کا ایک یہ عجیب طریق ہے۔ کہ اپنے شوہر کا نام کبھی زبان پر نہیں لاتی ہیں۔ بلکہ "انہیں" "اُنہیں" اور "منھے کے ابا" یا کسی دوسرے رشتہ کے حوالے سے میاں کا ذکر کرتی ہیں ؛

گھر میں تو بے شک شوہر کا نام لے کر بلانا بے ادبی سی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسی صورت حالات بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ شوہر کا نام زبان سے نکالنا ہی پڑتا ہے۔ پر نسبتاً کم تعلیم یافتہ گھرانوں میں تو جیسے شوہر کا نام لینا کفر سمجھ لیا گیا ہے۔ کیسا ہی اہم موقع ہو۔ اور میاں کا نام لینا کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو۔ کسی طرح بیویوں کی زبان اس نام کے لئے نہیں کھلتی ؛

اس موضوع پر تہذیبی بہنوں کو متوجہ کرنے کی ضرورت یوں درپیش ہوئی۔ کہ اس سلسلے میں گزشتہ دنوں ایک انوکھا واقعہ سننے میں آیا جس سے معلوم ہوا۔ کہ اس طریق کی بدولت بعض اوقات کیسی آفت و مصیبت میں مبتلا ہو جانے کا بھی امکان ہے۔ ایک بیوی اپنے شوہر کے ساتھ ریل میں سفر کر رہی تھیں۔ کسی اسٹیشن پر میاں پانی لینے کے لئے اُترے واپس نہ آنے پائے تھے۔ کہ گاڑی چھوٹ گئی۔ بیوی کسی دوسرے درجے میں سوار تھیں۔ ان بے چاری کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ میاں پیچھے رہ گئے ہیں ؛

آخر وہ اسٹیشن بھی آن پہنچا۔ جہاں اُترنا تھا۔ لوگوں سے سُن سنا کر بیوی کو معلوم ہو گیا۔ کہ منزل مقصود آن پہنچی ہے۔ میاں کی راہ

دیکھنے لگیں۔ کہ کب آئیں اور اُتر وائیں۔ میاں ہوں۔ تو آئیں۔ ایک ایک کر کے درجے کی سب عورتیں ریل میں سے اتر گئیں۔ اور یہ غریب درجے میں ایک اکیلی رہ گئیں۔

کب تک راہ دیکھتیں۔ یہ غریب بھی آخر اُتر کھڑی ہوئیں۔ ایک دودھ پیتا بچہ گود میں تھا۔ اسے سنبھالے حیران پریشان کھڑی تھیں۔ اور گھبرا گھبرا کر چاروں طرف دیکھتی تھیں۔ کہ میاں کہاں گئے۔

کہیں ٹکٹ دیکھنے والی میم کی نظر ان پر پڑ گئی۔ سراسیمہ دیکھا۔ تو وہ سمجھی۔ کہ شاید انہوں نے بغیر ٹکٹ کے سفر کیا ہے۔ سر پر آن سوار ہوئی۔ اور ٹکٹ طلب کیا۔ بیوی کا ٹکٹ تھا۔ میاں کے پاس۔ بولیں۔ "میرا ٹکٹ تو ننھے کے ابا کے پاس ہے"۔

میم نے پوچھا۔ "وہ کہاں ہیں؟"

بیوی نے بتایا۔ "کہ اللہ جانے کہاں رہ گئے۔ اتنی دیر تو میں درجے میں بیٹھی۔ اُن ہی کا راستہ دیکھتی رہی۔ وہ نہ آئے۔ تو مجبوری کو اکیلی ہی اُتر کھڑی ہوئی"۔

میم نے پوچھا "اُن کا نام کیا ہے؟"

ان بیوی کو شوہر کا نام لینے کی عادت نہ تھی۔ یہی کہے گئیں۔ "ننھے کے ابا۔ ننھے کے ابا۔" میم نے بتیرا پوچھا۔ اصرار کیا۔ لیکن بیوی ٹس سے مس نہ ہوئیں۔ آخر تنگ آ کر میم نے پولیس بلا لی۔ وہ بے چاری بھی سچی۔ مسافر عورت کے پاس ٹکٹ موجود نہیں۔ میاں کا نام وہ زبان سے نکالتی نہیں۔ ایسی حالت میں اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔ کہ پولیس کی امداد طلب کی جاتی۔

پولیس بیوی کو حراست میں لے گئی۔ خوش قسمتی سے اسی وقت میاں کا تار ریل والوں کے نام آ گیا۔ کہ میں پچھلے اسٹیشن پر رہ گیا ہوں۔ اور بیوی کا ٹکٹ میرے پاس ہے۔ لہذا ان سے باز پرس نہ کی جائے۔

تار لے کر میم بیوی کے پاس پہنچی۔ اور ان کے میاں کا نام لے کر پوچھا۔ "یہ تمہارے ہی میاں کا تار ہے؟"

بیوی نے سر ہلا کر ہاں کر دی۔ اس پر میم نے کہا۔ "تم نے پہلے ہی اپنے میاں کا نام بتا دیا ہوتا تو ہم تمہیں آرام سے ویٹنگ روم میں بٹھا دیتے"۔

آخر اگلی گاڑی میں میاں بھی وہاں آن پہنچے۔ اور بیوی اسٹیشن سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچیں۔

اب بھلا دیکھئے تو۔ یہ بھی کہاں کی عقلمندی ہے۔ کہ پولیس حراست میں لے جا رہی ہے۔ اور شوہر کا نام زبان سے نہیں نکالا جاتا؟ پڑھی لکھی عورتیں تو ایسی بے وقوفی کبھی نہیں کرتیں۔ لیکن انہیں چاہئے۔ کہ جو جاہل یا کم تعلیم یافتہ عورتیں ان سے ملیں۔ انہیں بھی ایسی بیہودہ

نرم سے کام نہ لینے دیں ؎

ممتاز بانو بنت سید زاہد علی صاحب فتح گڑھ

چند مفید باتیں

اللہ تعالیٰ نرم خو اور کشادہ آدمی کو دوست رکھتا ہے۔ ؎

خدا رکھتا ہے اس کو دوست جو شخص نیکو ہو خوش خرم ہو
شگفتہ جس کی فطرت ہو کشادہ جس کی ابرو ہو

جو آدمیوں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ پاک اس پر رحم نہیں کرتا۔ ؎

نہ آیا رحم جس کو بے کسوں اور ناتوانوں پر
لگائی مُہر اس نے حق کی رحمت کے خزانوں پر

ناغہ کر کے ملا کرو۔ محبت میں ترقی ہوگی۔ ؎

ملاقاتوں میں لطف آتا ہے کچھ مدت کی دوری سے
گھٹاتے کیوں ہو اس کو رات اور دن کی حضوری سے

سب لوگوں سے بھلا وہ ہے۔ جو سب سے بڑھ کر نفع رساں ہو۔ ؎

کوئی انسان اس انسان کے درجہ کو نہیں پہنچا
کہ جس کی ذات سے لوگوں کو نفع بہترین پہنچا

اس شخص کے لئے خوش خبری ہو جس کو اپنا عیب لوگوں کے عیوب پکڑنے سے روک دے۔ ؎

مبارک وہ ہیں جو عیب اپنا رکھتے ہیں نگاہوں میں
نظر جن کی نہیں اُلجھی ہے غیروں کے گناہوں میں

بہشت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ؎

زمیں پھیلی ہوئی ہے جس طرح افلاک کے نیچے
یونہی جنت بھی ہے ماں کے قدم کی خاک کے نیچے ؎

مسز خورشید علی ایم اے پٹیالہ اسٹیٹ

ندی سے خطاب

یوں تو ندی کو خطاب کر کے اکثر انگریزی شعرا نے نظمیں لکھی ہیں۔ لیکن کنیڈا کے شاعر فریڈرک جارج اسکاٹ کی نظم اپنی خوبی بیان اور نفاست تخیل کے اعتبار سے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اول تو ترجمہ یوں ہی کسی تحریر کا حسن برباد کر دیا کرتا ہے۔ اور اس پر نظم کا ترجمہ نثر میں ہے۔ جتنا بھی بگڑا ہو کم ہے ؎

ننھی ندی۔ تو کیوں سمندر کی طرف اُڑی چلی جا رہی ہے؟ ایسی بھی کیا جلدی؟ وہاں تو اس کے سوا تو اور کچھ بھی نہ کر سکے گی۔ کہ نیلگوں سمندر کی پہنائی میں کھو کر فراموش ہو جائے۔ سمندر کے ساحل پر بھلا کیا رکھا ہے۔ بس ہمیشہ جوار بھاٹا آتا رہتا ہے۔ یا دور افق پر ایک لکیر سی دکھائی دیتی رہتی ہے۔ جہاں ہوائیں بے تابی سے گھومتی ہیں۔ اور کہیں سر چھپانے کو جگہ نہیں پاتیں ؎

ننھی ندی کیوں کہساروں اور سبزہ زاروں میں سے اُڑی چلی جا رہی ہے۔ دیکھ تو یہاں دیودار کے بلند قامت درخت نیند میں کیسے

چپ چاپ کھڑے ہیں۔ جانوروں کے گلے کس امن اور راحت میں گھاس چر رہے ہیں حسین سائے کیسے سرد ہیں۔ اور ساکن تال کا پانی کیسا گہرا نظر آرہا ہے ننھی ننھی ندیاں تجھ میں شامل ہونے کے لئے چلی آرہی ہیں۔ اور اپنے ساتھ ان جنگلوں کے سپنے لارہی ہیں۔ جہاں عظیم الشان گنجان درخت سوئے پڑے ہیں۔ جہاں زمین کی آہیں زیادہ گہری نکلتی ہیں۔ اور پہاڑوں کی چین جبین کو آسمان خاموشی سے تکتا رہتا ہے ؛

ننھی ندی ذرا تھم جا۔ دیکھ تو تیرے کنارے کیسے خوشنما ہیں۔ یہاں جو صبح بھی نمودار ہوتی ہے۔ وہ حمد کے گیت گاتی ہوئی آتی ہے۔ اور جو شام بھی غروب ہوتی ہے۔ وہ ایک دعا مانگتی ہوئی غروب ہوتی ہے ؛ سارے دن سورج کی کرنیں تیرے کناروں پر اور تہہ پر چمکتی رہتی ہیں۔ اور رات کے وقت اللہ تعالیٰ تاروں کے گیت تجھ تک پہنچا پہنچا کر تجھے ساکت کردیتا ہے ؛

"ساعت"

محفل تہذیب

میں نہایت خوشی سے آپ کو لکھتی ہوں۔ کہ میری خالہ زاد بہن محترمہ جمیلہ خاتون بنت جناب ڈاکٹر شاہ رشید الدین صاحب رئیس و میونسپل کمشنر آرہ کا عقد نکاح ہمارے چچا زاد بھائی قمر الہدیٰ صاحب سے بتاریخ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء بعد نماز جمعہ ہوگیا۔ اللہ پاک اپنے حبیب صلعم کے طفیل میں اس تقریب کو مبارک کرے ؛ بہن صاحبہ موصوفہ آپ کے اخبار کی پرانی خریدار ہیں ؛ اس خوشی میں مبلغ دو روپے خیرات نقد میں ترسیل خدمت کرتی ہوں ؛ راقم شکیلہ خاتون بنت مولوی شاہ محمد توحید صاحب۔ ارول

جن بہنوں نے از راہ محبت خاکسار کو مہدی بیگم سلمہا کے زنانہ کالج نام پلی کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات میں تمغے ملنے کی مبارک باد میں لکھی ہیں۔ اور دریافت فرمایا ہے۔ کہ کتنے طلائی اور کتنے نقرئی تمغے ملے۔ ان کی خدمت میں شکریہ کے ساتھ عرض ہے۔ کہ دو طلائی اور دو نقرئی تمغوں سے مہدی بیگم کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی ؛ قیصری بیگم۔ از حیدرآباد

بہن صاحبہ فیاضی بیگم کے لئے حمیدہ بیگم کا قطعۂ تاریخ ارسال ہے ؛

ماں کے آغوش میں دی جان جو تونے بچے ہے۔
دیکھنے والے یہ سمجھے اسے نیند آئی ہے۔
بند آنکھیں ہیں زباں گنگ ہے چہرہ ہے زرد

نہ وہ شوخی نہ شرارت نہ وہ گویائی ہے
تیسرے سال سے آگے نہ بڑھایا تھا قدم
کہ قضا کھینچ کے اس جا تجھے لے آئی ہے
جمعہ کا روز مہینہ چھٹا پارہ تاریخ
اپنے ہمراہ قیامت کی گھڑی لائی ہے
مصرعہ سال وفات آہ یہ لب پر ہے مرے
حیف طفلی میں حمیدہ کو قضا آئی ہے

۴۷ ھ ۱۳

اہلیہ سب انسپکٹر صاحب تھانہ تھی پورہ

---

۵ دسمبر کے تہذیب میں ایک معزز بہن نے بیدا شی منگنی کے مضمون لکھنے والی کا پتہ دریافت کیا ہے۔ مجھ کو اپنی تہذیبی بہن کے التفات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ چند وجوہ کے باعث میں اپنا پتہ براہ راست ان کے پاس ہی بھیج سکتی ہوں۔ لہذا اگر ان کو عذر نہ ہو۔ تو آیندہ کے پرچے میں وہ اپنے پتے سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ میں ان کی درخواست کی تعمیل کرسکوں۔ ایم جے بیگم

تہذیب مورخہ ۲۰-اکتوبر ۲۸ء میں کسی حاجتمند نے جلنے کے داغوں کا علاج دریافت کیا ہے۔ وہ ویسلین کا متواتر استعمال کریں۔ یعنی صبح دوپہر اور شام کو۔ غرضکہ داغ خشک نہ ہونے دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ داغ جاتا رہے گا۔ آزمودہ ہے۔

۲۹-اکتوبر کے تہذیب میں والدہ صاحبہ سید اصغر حسین صاحب نے بچے کا گلا پڑنے کا علاج دریافت فرمایا ہے۔ نخود بریاں نفشر متواتر کھلائیں۔ دوسرا علاج بھی اس دوران میں کرسکتی ہیں۔ لیکن نخود بریاں کا استعمال جاری رکھیں۔ مفید ہے۔ راقمہ ایک خریدار

---

۷ اکتوبر کے تہذیب نسواں میں کسی ضرورت مند نے سر دھونے کے مصالحہ کا پتہ دریافت کیا ہے۔ اس استفسار کے جواب میں عرض کرتی ہوں۔ کہ ریاست حیدر آباد کا ضلع گلبرگہ شریف سر کے مصالحہ کے لئے بہت مشہور ہے۔ حسب ذیل دکان سے طلب فرمائیں:۔
حضرت صاحب حسین عطار گلبرگہ۔ دکن
راقمہ زیب النساء بیگم

محمدی کیلنڈر۔ اس نام کا ایک کیلنڈر بابت ۱۹۲۹ء ریویو کے لئے موصول ہوا ہے۔ اس کیلنڈر میں جدت یہ رکھی گئی ہے۔ کہ اسے فضول حاشیوں اور بیلوں کی بجائے آیات قرآنی اور خدا و رسولؐ کے نام سے زینت دی گئی ہے۔ انگریزی اور اسلامی دونوں مہینے دئے گئے ہیں۔ چار آنے کے ٹکٹ بھیج کر ملک دل محمد تاجر کتب کشمیری بازار کے پتے سے منگائیے

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

مُلک مُلک کی عورتیں

آج کل فرقہ نسواں میں آزادی اور اپنی حالت سدھارنے کی یک لخت کچھ ایسی رَو پھیل گئی ہے۔ کہ کوئی ملک ایسا نہیں۔ جہاں کی عورتیں مردوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے میں سرگرم نہ ہوں ٭ ان چند سال میں عورتوں نے ترقی کی طرف اس سرعت سے قدم اُٹھانے شروع کئے ہیں۔ کہ کوئی ہفتہ خالی نہیں گزرتا۔ جو دُنیا کے کسی نہ کسی حصے سے ایسی خبر نہ آجاتی ہو۔ کہ آج فلاں ملک کی عورتیں ووٹ کا حق حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ کل فلاں عورت کو جج کے عہدے پر فائز کیا گیا ٭ بعض اوقات یہ خبریں عورتوں کے کارناموں سے اس درجہ پُر ہوتی ہیں۔ کہ پڑھ کر تعجب ہوتا ہے ٭

ووٹ ہی کو لیجئے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ ہیوائی فلپائن۔ پورٹو رائکو ایسے ممالک میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں۔ لیکن ان ممالک کے بیشتر حصوں میں خود مردوں کو ووٹ دینے کا حق کہاں حاصل ہے ٭

آئیس لینڈ میں مردوں اور عورتوں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق حاصل ہیں۔ اور پچیس سال کی عمر والے مردوں اور عورتوں کے ووٹ لئے جاتے ہیں۔ آئس لینڈ کی طرح فن لینڈ میں بھی عورتوں اور مردوں کے حقوق برابر ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ آئیس لینڈ میں ووٹ دینے کی عمر پچیس سال مقرر ہے۔ اور فن لینڈ میں چوبیس سال ٭

اس امر میں سلیٹ دیا ان دونوں سے بڑھ کر ہے۔ کہ یہاں جن مردوں اور عورتوں کی عمر بیس سال ہے۔ وہ ووٹ دے سکتے ہیں۔ استھونیا میں سرے سے عورت مرد کا سوال ہی نہیں۔ دونوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ اور کسی بات میں وہ ایک دوسرے سے پیچھے نہیں ٭

انہی دنوں پولینڈ میں ایک قانون پاس ہوا ہے۔ جس کی رو سے بیاہتا عورتوں کو ڈاکخانے اور تارگھر کے محکموں میں ملازمت دی جانے لگی ہے ٭

اِدھر جرمنی میں وزیر مناصب نے فرمان جاری کیا ہے۔ کہ جو عورتیں میرے ماتحت

ہیں۔ وہ لمبے کرتے پہن کر دفتروں میں آیا کریں ۔

بلجیم میں پہلے عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہ تھا۔ لیکن وہاں کی عورتوں نے اس حق کو حاصل کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ ۱۹۲۵ء میں حکومت کو پہلی پارلیمنٹ منسوخ کر کے ایک نئے انتخاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔

شاید ووٹ دینے کے معاملے میں ہنگری دنیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ووٹ دینے والوں۔ خصوصاً خواتین پر ایسی شرطیں اور پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ کہ پڑھ کر تعجب ہوتا ہے۔ مردوں میں خیر جس مرد کی عمر چوبیس سال سے زیادہ ہے۔ اسے ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ مگر عورتوں میں ووٹ کی حق دار صرف وہ خاتون سمجھی جاتی ہے۔ جو تیس سال سے زیادہ عمر رکھتی ہو۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ مزید شرائط لگا دی گئیں۔ کہ ایک تو وہ تین بچوں کی ماں ہو۔ دوسرے اپنی روزی آپ کماتی ہو۔ تیسرے کسی کالج کی سند یافتہ ہو۔ چوتھے یا تو کسی معلم کی یا کسی اعلیٰ گریجویٹ کی بیوی ہو۔ جس عورت میں یہ سب شرطیں موجود ہوں۔ صرف وہ ووٹ دے سکتی ہے۔ دوسری کسی عورت کو ووٹ دینے کا حق نہیں۔

اب اٹلی کی عورتوں کا حال سنئے۔ روم جانے کے بعد مسولینی نے تحریک نسواں کی بعض ممتاز اور رہنما خواتین سے وعدہ کیا تھا۔ کہ ان کے مطالبات پر غور کیا جائے گا۔ چنانچہ میونسپل انتخابات میں عورتوں کو ووٹ کا حق دے دیا گیا۔ لیکن آخر کار نہ جانے اس میں کیا مصلحت دیکھی۔ کہ دو سال ہوئے اسے منسوخ کر دیا گیا۔ بیچاری اطالوی عورتیں ایک دوسرے کا منہ دیکھتی رہ گئیں۔ اور انہیں ایک دفعہ بھی ووٹ دینے کا موقع نہ ملا۔

ہسپانیہ اس بات میں بہت ممتاز ہے۔ کہ یہاں کی عورتوں کو کئی دوسرے ممالک کی عورتوں سے پہلے ووٹ کا حق حاصل ہو چکا ہے۔ ۱۹۲۶ء میں بادشاہ الفانسو نے اپنے وزیر کی مدد سے ایک فرمان جاری کیا۔ جس کی رو سے تمام عورتوں کو ووٹ دینے اور انتخاب کے لئے نام پیش کرنے کا حق حاصل ہو گیا۔ اور عورت مرد دونوں کے لئے ووٹ دینے کی عمر ۲۴ سال مقرر کر دی گئی۔

روس جو اپنی سست قدمی کی بدولت خاص

شہرت رکھتا ہے۔ وہاں بھی اٹھارہ برس سے زیادہ عمر والے اہل شہر کو۔ جن میں عورتیں اور مرد دونوں شامل ہیں۔ ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ لیکن صرف وہ لوگ اس کے حقدار نہیں جو تمدنی اصلاحی کاموں میں کوئی مفید حصہ نہیں لیتے۔ ان میں پیشہ ور مزدور بھی شامل ہیں لیکن سوویٹ میں عورتوں اور مردوں کو بالکل مساوی حقوق حاصل ہیں ۔

حال ہی میں ترکی کی عورتوں نے حکومت سے درخواست کی ہے۔ کہ ہمیں ووٹ کا حق دیا جائے۔ اس کے جواب میں ترکی وزیر اعظم عصمت پاشا نے کہا۔ کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ کہ عورتیں ووٹ کا حق لینا پسند کرتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے فی الحال ملک کے قوانین اس کی اجازت نہیں دیتے ۔

ہندوستان میں عورتیں بڑی سرگرمی دکھا رہی ہیں۔ اب ہندو عورتوں کو دفاتر میں جگہ ملنے لگی ہے۔ بمبئی کی کانفرنس نے مساویانہ حقوق کا ایک پروگرام شائع کیا ہے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ اس کے نتائج حوصلہ افزا ہوں گے۔ وہ دن دور نہیں۔ کہ مرد قانوناً ایک سے زیادہ عورت سے شادی نہ کر سکے گا ۔

چین میں حالات نے نہایت عجیب و غریب صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ادھر ملکی کے اعلیٰ افسروں نے نوجوان عورتوں کے مغربی روش اختیار کرنے کے خلاف ایک جنگ برپا کر رکھی ہے۔ اُدھر پیکن میں عورتوں کو حکم مل چکا ہے۔ کہ تیس برس سے کم عمر والی عورتیں یورپین خواتین کی طرح اپنے بال ترشوائیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی صورت میں ٹیکس ادا کریں۔ چین کے مختلف حصوں میں عورتوں کے پیر جکڑ رکھنے پر بڑی بڑی رقموں کے جرمانے کئے جا رہے ہیں ۔

ہنکاؤ میں مسز سن نے عورتوں کی سیاسی تعلیم کے لئے ایک درسگاہ کھول رکھی ہے۔ جہاں عورتیں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ حصہ لیتی ہیں ۔

ایک عورت کی بے مثال جرأت

لندن میں دودکش صاف کرنے کا پیشہ بہت ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ مکانوں کے دودکش صاف کرنے والے مرد تو بے شمار ہیں۔ لیکن آج تک کسی عورت نے یہ پیشہ اختیار نہیں کیا تھا۔ اب لندن کی ایک خاتون مسز نیلسن نے یہ دودکش صاف کرنے کا پیشہ اختیار کیا ہے ۔

یہ پیشہ برضا و رغبت نہیں۔ بلکہ سخت مجبوری کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے۔ کہ کچھ مہینے ہوئے مسز نیلسن کے شوہر مسٹر

نیلسن چند سال سے لوگوں کے گھروں کی چمنیاں صاف کرنے پر ملازم تھے۔ ایک دن بیٹھے بٹھائے آپ پر فالج گرا۔ اور آپ کام کے ناقابل ہوگئے۔

مسز نیلسن بیان کرتی ہیں "میں پانچ دن اور پانچ راتیں ٹام کے سرہانے بیٹھی تیمارداری میں مصروف رہی۔ اس دوران میں روز لوگوں کے تقاضے آتے رہے۔ کہ ہمارے دودکش صاف نہیں کئے جاتے۔

ہم دونوں میاں بیوی کے سوا گھر میں اور کوئی نہ تھا۔ کہ وہ ٹام کا کام سنبھال لیتا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ اگر ٹام کی بیماری بڑھ گئی۔ اور کچھ عرصہ تک وہ کام کرنے کے قابل نہ ہوسکا۔ تو ضروری بات ہے۔ کہ ہمارے سب گاہک ٹوٹ جائیں گے۔ چنانچہ ایک دن صبح کے وقت میں ٹام کے برش اور ٹھیلا گاڑی لیکر ایک گاہک کے گھر کی طرف چلدی۔ اپنی زندگی میں مجھے پہلے کبھی دودکش صاف کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ تاہم میں نے بڑی محنت اور کوشش سے اس کام کو سرانجام دیا۔

اب اس دن سے میرا معمول ہوگیا ہے۔ کہ صبح ہی صبح برش اور ٹھیلا گاڑی لے کر نکل جاتی ہوں۔ اور ایک ایک کرکے سب گاہکوں کے گھروں کے دودکش صاف کردیتی ہوں"۔

مسز موصوفہ کی اس جرأت پر تمام لنڈن عش عش کر اٹھا ہے۔ اس سے پہلے مسز نیلسن اور ان کے شوہر ایک تھیٹر میں گانے اور رقص کرنے پر ملازم تھے۔ اور کئی سال تک مختلف پیشے اختیار کرتے رہے۔ مسز نیلسن اپنے شباب کے زمانہ میں کئی فلم کمپنیوں میں ملازمت بھی کرچکی ہیں۔

امریکہ کی اسکاوٹ لڑکیاں

اس وقت امریکہ میں کچھ نہیں۔ تو ایک لاکھ پچاس ہزار اسکاوٹ لڑکیاں موجود ہیں امریکن لڑکیوں میں اسکاوٹ بننے کی تحریک پیدا کرنے کا سہرا اسوینا کی ایک خاتون مسز لو کے سر بندھتا ہے۔ یہ خاتون گزشتہ سال جنوری میں انتقال کرگئیں۔ ان کی ساری زندگی مصیبتیں جھیل جھیل کر بسر ہوئی۔

حال ہی میں امریکن اسکاوٹ لڑکیوں کی انجمن کی طرف سے ایک کتاب موسومہ "جولیٹ اور اسکاوٹ لڑکیاں" شائع ہوئی ہے۔ جس میں اس بہادر خاتون کی زندگی کے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مرتب کرنے میں بہت سے نامہ نگاروں نے حصہ لیا ہے۔ اور مسز لو کے بھانجے مسٹر رولینڈ سلے نے بھی ایک باب لکھا ہے۔ جس میں مسز موصوفہ کے بعض حالات بہت دلچسپ پیرائے میں لکھے ہیں۔

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ ۶ جنوری۔ ترکی میں مفسدہ پرداز لوگ اس بات پر شورش پھیلا رہے ہیں۔ کہ جدید اصلاحات اسلام کی مقدس روایات کو پامال کرتی ہیں۔ اور مذہب اسلام کے خلاف ہیں۔ ان شورش پسندوں کی مخالفانہ کارروائیوں سے ملک میں بے اطمینانی پھیل رہی ہے۔ لیکن حکومت کو اس تحریک کا سراغ مل گیا ہے۔ چنانچہ بروصہ اور سیواس میں متعدد آدمی گرفتار کر لئے گئے ہیں ٭

اب اس معاملہ کے متعلق بڑی سرگرمی کے ساتھ تفتیش ہو رہی ہے۔ نادریہ خانم اور اس کی بہن بھی اسی سلسلے میں گرفتار کی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ دونوں بہنیں اس سازش کی بانی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ سازشیوں کو سنگین سزائیں دی جائیں گی ٭

مانچسٹر گارڈین کو معلوم ہوا ہے۔ کہ جو معاہدہ بمقام انگورہ حال ہی میں مرتب ہوا ہے۔ اس کی رو سے بغداد ریلوے حکومت ترکی کے قبضے میں آ گئی ہے۔ یہ ریلوے جنگ عظیم سے پہلے جرمنی نے اپنے مقاصد کی تکمیل کی غرض سے تعمیر کی تھی۔ اب اس کا تمام کارخانہ اس کا آخری ریلوے اسٹیشن حیدر پاشا جو بحیرۂ مارمورا پر واقع ہے۔ اور اس کی شاخ جو آدانہ اور مرسینا کے درمیان ہے۔ سب کو ترکی نے خرید لیا ہے ٭

اس ریلوے کمپنی کے وہ تمام حصے جو زیورچ کے ایک بنک میں جمع تھے۔ اور جو حال میں برطانیہ کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ اب حکومت ترکی کے قبضے میں آ گئے ہیں ٭ لیکن ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ حکومت ترکی کو اس ریلوے لائن کے خریدنے میں کس قدر رقم ادا کرنی پڑی ہے ٭

بغداد کا تار۔ عراق کے ہوائی جہاز سرحد نجد پر چکر لگا رہے تھے۔ کہ انہوں نے وہابی لٹیروں کی ایک جماعت دیکھی۔ جو بظاہر عراق کے صحرانشینوں اور چوپایوں کے گلوں پر حملہ کرنا چاہتی تھی۔ یہ لوگ اونٹوں پر سوار تھے۔ انہوں نے ہوائی جہازوں پر فائر کئے۔ اور ہوابازوں نے ان پر بم گرائے ٭ ہوائی جہازوں کا تو کوئی نقصان نہیں ہوا لیکن لٹیرے اپنے ۳ آدمی اور ۱۲ اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے ٭

انگورہ ۳ جنوری۔ جمہوریہ ترکی کے وزیر تعلیم مولوی نجاتی بے کا انتقال ہو گیا۔ آپ لاطینی رسم الخط کو فروغ دینے میں کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ ساری قوم آپ کا ماتم کر رہی ہے ٭

خبر ہے۔ کہ افغانستان میں شنواریوں کی بغاوت ختم ہو گئی۔ جلال آباد میں حکومت کے نمائندوں اور شنواری سرداروں کے درمیان شرائط صلح

ملے ہو گئی ہیں۔ جس کی تفصیل ابھی معلوم نہیں ہوئی ۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب صورت حالات سدھر گئی ہے۔ اور بدامنی اور بے اطمینانی دور ہو گئی ہے ۔

ملکہ افغانستان نے پچھلے ہفتے قندھار میں دربار منعقد کیا۔ اور آپ نے قبائل کی پیشکش امداد کو قبول فرمایا ۔

شاہ افغانستان نے اپنی فوج متعینہ کابل کو بچہ سقہ کی سرکوبی کے صلے میں دو ماہ کی تنخواہ بطور انعام دئے جانے کا حکم دیا ہے۔ اور شاہی رسالہ کے سواروں کی تنخواہ چودہ روپے کی بجائے بیس روپے کر دی ہے ۔

افغانستان میں بدامنی کی وجہ سے اب تک ۸۰ عورتیں اور بچے کابل سے ہندوستان لائے گئے ہیں ۔

افغان سفیر متعینہ لندن نے اعلان کیا ہے۔ کہ شنواریوں کی بغاوت فرو ہو گئی ہے۔ اور اب امن و سکون کا دور دورہ ہے ۔ جو عورتیں اور بچے ہوائی جہازوں کے ذریعے افغانستان سے ہندوستان پہنچائے گئے ہیں۔ وہ عنقریب واپس بلالئے جائیں گے ۔

بادشاہ سلامت جارج پنجم کی صحت بہتر ہو رہی ہے۔ اور حصول صحت کی رفتار رفتہ رفتہ ترقی کر رہی ہے۔ اور ڈاکٹر بھی اس ترقی صحت سے مطمین ہیں ۔ ایک روز آپ کو غذا میں چوزے کی یخنی اور انڈے کی زردی دی گئی۔ اور ایک دن آپ کو بیماری کے کمرہ سے اٹھا کر دوسرے کمرے میں بٹھایا گیا ۔

روس کی آٹھویں ٹریڈ یونین کانگریس میں جو بمقام ماسکو منعقد ہوئی۔ جنگی کمشنروں کی کونسل کے صدر ٹوسکی وائکوف اور ناظر سنگ واراشلوف نے خطرۂ جنگ کے موضوع پر تقریریں کیں۔ اور کہا۔ کہ ہم ہرگز اس امر کی تمنا نہیں رکھتے کہ صفحۂ ہستی پر کوئی جنگ ہو۔ لیکن ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ یہ ہرگز ٹل نہیں سکتی۔ اور ہر نیا سال اسے قریب تر لا رہا ہے ۔ ہم سرخ فوج کو تربیت دے کر اس قابل بنا رہے ہیں۔ کہ وہ حدود روس سے باہر ممالک خارجہ میں تلوار کے جوہر دکھا سکے ۔

روسی پارلیمنٹ نے اس سال فوجی مصارف کے لئے آٹھ کروڑ چالیس لاکھ پونڈ کی رقم منظور کی ہے ۔

جاپان میں طوفان باراں کی وجہ سے سخت مصیبت نازل ہوئی ہے۔ شہر ٹوکیو میں ہوا کے طوفانی تھپیڑوں سے ۵۰ آدمی مر گئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے ۔ دیہات کے سینکڑوں مکانات تباہ و برباد ہو گئے ۔ ایک جہاز ڈوب گیا۔ اور اس کے ۳۱ ملازمین بھی ڈوب گئے۔ با خون جم جانے سے مر گئے ۔

صوبہ کینتو میں ہولناک زلزلہ آیا۔ جس سے

بہت سے آدمی زخمی ہوئے ؛

نائیس میں گرانڈ ڈیوک نکولس تمونیا کے مرض سے مر گئے۔ آپ زار روس کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ اپنے تخت روس کا وارث کہتے تھے۔ ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۵ء میں آپ نے روسی فوج کی کمان کی تھی ؛

روس میں گندم کی کاشت کو وسیع پیمانے پر ترقی دینے کے لئے ۱۰ کروڑ مالیت کے آلات کاشتکاری امریکہ سے خریدے گئے ہیں ؛

امریکہ میں اس وقت ڈھائی کروڑ موٹریں ہیں۔ یعنی ہر پانچ آدمیوں کے پاس ایک موٹر ہے۔ تاہم کارخانہ داروں نے موٹروں کی سالانہ نمائش کے موقع پر اس سال ۵۰ لاکھ موٹریں اور بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کا خیال ہے۔ اس ملک میں ابھی موٹروں کی کافی کھپت ہو سکتی ہے ؛

لنڈن میں ڈاکٹر کزنز نے ۴ جنوری کو ایک عام جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ جہاں تک موجودہ زمانے کی ہندوستانی عورتوں کا تعلق ہے یہ کہنا درست نہیں۔ کہ مشرقی خواتین ترقی پذیر نہیں ہیں۔ بہت سی ہندوستانی عورتوں نے قانون پالیٹکس اور ڈاکٹری میں کمال حاصل کیا ہے۔ ان شعبوں میں ابھی تک مغربی ممالک میں بھی مردوں کا قبضہ ہی رہا ہے۔ ہر ایک ہندوستانی عورت ایک بااصول بیوی اور ماں ہوتی ہے۔ اور اپنے خاندان کی حاکم اعلیٰ سمجھی جاتی ہے ؛

لنڈن اور ویلز کے مقدمات طلاق میں ڈگریوں کی تعداد ۴۰۷۴ ہے جن میں ۱۴۱۲ مردوں کے حق میں ۲۲۷۷ عورتوں کے حق میں ہیں ؛

مسٹر ملکم ہیلی اور لیڈی ہیلی لنڈن پہنچ گئے ؛

۶ جنوری کو والسرائے اور لیڈی ارون کلکتہ سے دہلی واپس پہنچ گئے ؛

حضور نظام حیدرآباد ۸ جنوری کو کلکتہ سے واپس حیدرآباد تشریف لے آئے ؛

گورنمنٹ ہند عنقریب دس دس روپے کے نئے نوٹ جاری کرے گی۔ جن کی نقل کرنا ناممکن ہوگا۔ دس روپے والے پرانے نوٹ بھی حسب معمول جاری رہیں گے ؛

بہار کونسل کے کئی ممبران نے کونسل میں اس مضمون کا ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ کہ عورتوں کو بھی ووٹ دینے کا حق دیا جائے۔ اور حیثیت کا امتیاز اٹھا دیا جائے ؛

میڈم سن یاٹ سین (برلن) نے کانگریس کو تار بھیجا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ اگر ہندوستان چینی انقلاب سے کوئی سبق سیکھ سکتا ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ قومی جنگ کے لئے ہندوستان کو مزدوروں اور کسانوں کو متحد کرنے کی اشد ضرورت ہے ؛

مسز وجینی نائیڈو نے امریکہ سے کانگریس کو لکھا ہے۔ کہ ہندوستان کو اپنی آزادی کے لئے جہاتما

گاندھی کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے ٭

وزیر اعظم اٹلی کی صاحبزادی ایڈا مسولینی نے کلکتے پہنچ کر بیان کیا۔ کہ بڑا دل کش ملک ہے ٭ ایڈا مسولینی کے ساتھ اطالیہ کی بحری لیگ کے ۱۲۵ آدمی بھی ہیں۔ جو مشرق کی سیر و سیاحت کے لئے آئے ہیں ٭ یہ پارٹی دارجلنگ۔ بنارس آگرہ۔ دہلی۔ گوالیار جائے گی۔ اور ۲۳ جنوری کو واپس چلی جائے گی ٭

سر آغا خاں مسلم پارٹیز کانفرنس دہلی کی صدارت کے لئے تشریف لائے تھے۔ لیکن کانفرنس سے فارغ ہو کر ۵ جنوری کو ڈاک کے جہاز سے ولایت کو واپس تشریف لے گئے ٭

پٹنہ میں زنانہ تعلیمی اصلاح کی تیسری کانفرنس کا اجلاس ۳ جنوری کو شروع ہوا ٭ مسز مظہر الحق صدر استقبالیہ کمیٹی نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ ہندوستان کی ترقی کا انحصار زنانہ تعلیم پر ہے۔ عورتوں کی جہالت ہندوستان کی غلامی کی ذمہ دار ہے ٭ آپ نے پردہ کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں اپنی بہنوں سے اپیل کرتی ہوں۔ کہ وہ پردہ ہٹا دیں۔ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کی مستورات کے شانہ بشانہ کھڑی ہوں ٭

افغانستان کے پہلے شاہی خاندان کے چھ شہزادے افغانستان کی دوسری لڑائی کے بعد سے الہ آباد میں رہتے تھے۔ اور ڈپٹی کمشنر کی اجازت کے بغیر وہ ضلع کی حدود سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ لیکن ان میں سے سردار عمر خاں بغیر اجازت ۲۰ دسمبر کو کہیں چلے گئے ٭ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ شاہ امان اللہ کے حریف خاندان کی نسل سے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ افغانستان کی موجودہ ہلچل سے فائدہ اُٹھانے کی خاطر افغانستان چلے گئے ہوں ٭

بعد کی خبر ہے۔ کہ سردار محمد عمر خاں کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے۔ کہ شہزادہ برقعہ پہن کر ایک افغان سردار کی بیوی کے بھیس میں سرحد سے پار ہو گیا ٭

سرکاری اعلان ہے۔ کہ جن اخبارات میں اس قسم کا خوفناک اور جھوٹا پروپگنڈا کیا جا رہا ہے کہ حکومت ہند یا حکومت برطانیہ افغانستان کے باغیوں کی امداد یا حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ اسے روکنے کے لئے حکومت ہند نے صوبجاتی حکومتوں کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ ایسے اخباروں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کے معاملے پر غور کریں ٭

حکومت پنجاب نے چنن سنگھ ہیڈ کانسٹبل کے وارثوں کو دو مربعے انعام میں دئے ہیں ٭ چنن سنگھ ۱۷ دسمبر کو لاہور میں مسٹر سانڈرس کے قاتل کو پکڑنے کی کوشش میں پستول کی گولی سے مارا گیا تھا ٭

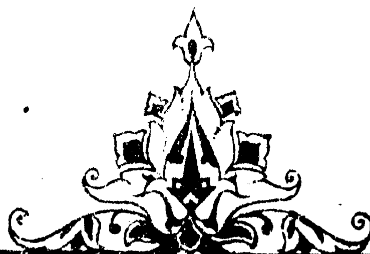
رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۱

سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار



ماہوار اڈیشن

۲ فروری ۱۹۲۹ء



دارالاشاعت پنجاب لاہور

اشتہار زیر دفعہ ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب جونیر سب جج صاحب بہادر ضلع لائل پور

فرم چانن ولد بھولا رام چک ۲۹۱ گ.ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ

بنام

مساۃ مہر بی بی زوجہ محمد معروف شاہ دین ذات چک ۲۹۱ گ.ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ

دعوے

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مساۃ مہر بی بی تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتی ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام مساۃ مہر بی بی مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مساۃ مذکور بتاریخ ۱۸ فروری ۱۹۲۹ء کو بمقام لائل پور حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگی تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی۔

آج بتاریخ ۲۲ جنوری ۱۹۲۹ء کو دستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

دستخط حاکم مہر عدالت

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اطلاع

یکم جنوری ۱۹۲۹ء سے پنجر ٹرین میں جانے والے اسباب اور تمام پارسلوں کے کرایہ میں تقریباً ۵ فی صدی رعایت کر دی گئی ہے۔

۲۔ نیز اب سے پہلے اسباب کا کرایہ دس دس سیر کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا یکم جنوری سے پانچ پانچ سیر کے حساب سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔

مثلاً ایک پارسل جس کا وزن ۱۴ سیر ہے۔ اور جس کا کرایہ پہلے ۲۰ سیر تک کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا یکم جنوری سے اسے ۱۵ سیر تک کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔

مفصل حالات سٹیشن ماسٹروں سے مل سکتے ہیں۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس۔ لاہور۔ مورخہ ۷ جنوری ۱۹۲۹ء

جے۔ ایچ۔ جینر چیف کمرشیل منیجر



رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۸۱

جو
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۲ | لاہور۔ ہفتہ۔ ۲ فروری ۱۹۲۹ء | نمبر ۵

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین

ہم خود

اخبار کی نئی مضمون نگار خواتین اپنے خطوط میں اکثر اس امر کی شکایت کرتی رہتی ہیں۔ کہ ان کے مضامین اخبار میں کم درج کئے جاتے ہیں۔ جس سے ان کا شوق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ اور وہ مایوس ہو کر مضمون نویسی ترک کر دیتی ہیں ÷

ہم یہاں تمام نئی مضمون نگار خواتین کی خدمت میں واضح طور پر عرض کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ ان کی حوصلہ افزائی ہم اپنا ضروری فرض سمجھتے ہیں اور ان کی مضمون نویسی کے شوق کی ہمارے دل میں بہت قدر ہے۔ اور ہمیں بے حد خوشی ہوتی ہے۔ جب کسی نئی مضمون نگار کے زیادہ مضامین اخبار میں چھپنے لگتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی غلط حوصلہ افزائی ہم اخبار کے لئے اور خود مضمون نگار کے لئے نہایت مضر سمجھتے ہیں ÷

ہزاروں خواتین جو مضمون نویسی سے کچھ سروکار نہیں رکھتیں۔ اور محض مطالعہ کی غرض سے اخبار خریدا کرتی ہیں۔ ان کے حقوق نظر انداز نہیں کئے جا سکتے ÷ وہ خواتین جو برسوں سے اخبار کی سرپرستی فرما رہی ہیں۔ اور اس دوران میں اہم نسوانی مسائل کے متعلق تہذیب میں بے شمار مضامین کا مطالعہ فرما چکی ہیں۔ اگر انہیں ان ہی مسائل پر اب ایک نہایت سطحی خیالات کا مضمون پڑھنے کو ملے۔ تو ان کے لئے کیا دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے؟ ایسے مضمون درج ہونے سے صرف ایک مضمون نویس کو تو خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ہزاروں پڑھنے والوں کو مایوسی ہوتی ہے ÷

نئی مضمون نگاروں کی خدمت میں ہم بادب اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ مضمون لکھ کر صرف یہی خیال نہ فرمایا کریں۔ کہ یہ آپ کا مضمون ہے۔ اور آپ نے اسے اپنی بساط سے بڑھ کر اچھا لکھا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی فرمایا کریں۔ کہ باوجود آپ کی بساط سے بڑھ کر ہونے کے یہ اخبار کے معیار کے مطابق بھی ہے۔ اور اس کے پڑھنے سے کسی کو کسی قسم کا فائدہ بھی حاصل ہو گا یا نہیں ÷ اگر مضمون کسی اچھوتے موضوع پر ہو۔ یا ایک مسئلہ کے کسی ایسے پہلو پر اظہار خیال ہو جس پر زیادہ نہیں لکھا گیا۔ یا کسی مضمون پر اچھی معلومات ہوں۔ مگر ان کی عبارت ناقص ہو۔ تو درست کی جا سکتی ہے۔ مضمون میں ذرا سی جان بھی ہو۔ تو اس کا بہت سا حصہ از سر نو لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں پامال موضوع پر پامال خیالات ہوں۔ یا اہم مسائل پر سرسری سی باتیں ہوں۔ وہاں کیا کیا جائے؟ نئی مضمون نگار بہنیں خود ہی غور فرمائیں۔ ایسے مضامین درج نہ کرنے پر ہم کہاں تک قابل الزام ہیں؟

مدیرہ

تقوے کی مشق

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

فوجی رسالوں میں گھوڑے کی سواری سکھائی جاتی ہے ؛ جس جگہ سکھاتے ہیں۔ اُسے ارگڑا کہتے ہیں ؛ ارگڑے میں سواری سکھاتے وقت سوار کو بڑی بڑی مشکلات میں سے گزرنا پڑتا ہے ؛ گھوڑے پر سے زین اور رکاب اُتار لیتے ہیں۔ لگام نکال لیتے ہیں۔ اور سوار کو گھوڑے پر چڑھا دیتے ہیں ؛ پھر جب بغیر زین اور رکاب اور لگام کے سواری کی مشق ہو جاتی ہے۔ تو پھر دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر جوڑ کر سواری کراتے ہیں۔ کہ سوار صرف اپنی رانوں سے کام لے۔ اور ہاتھ کا سہارا مطلق نہ لگے ؛

یہ سب مشکلات اس کی راہ میں اس لئے حائل کی جاتی ہیں۔ کہ جب وہ بغیر ہاتھ کے سہارے اور بغیر زین۔ رکاب اور لگام کے سواری سیکھ جائے گا۔ تو پھر اُسے زین۔ رکاب اور لگام کے ساتھ سواری کرنی نہایت آسان ہو جائیگی ؛

یہی راز شریعت اسلام نے روزہ میں رکھا ہے ؛ انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو وہ اپنے بقائے نفس یعنی اپنی زندگی کو قایم رکھنے کے لئے کھانے پینے کا مشغلہ رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے سیکڑوں طریق روپیہ کمانے کے اختیار کرتا ہے ؛ ان میں سے بعض طریق شریعت کے نزدیک حلال ہیں۔ بعض حرام ؛ اسی طرح بعض خوردنی چیزیں بذات خود حلال ہیں۔ بعض حرام ؛ اسی طرح بقائے نوع یعنی نسل کو قایم رکھنے کے لئے مرد و عورت کے تعلقات ہیں۔ اور یہ تعلق ایسے زبردست جذبہ کے نیچے ہے۔ کہ یہی پر تمام دنیا کی معاشرت کی بنیاد ہے ؛ ان تعلقات میں صرف نکاح شریعت کے نزدیک حلال ہے ؛

احکام شریعت پر عمل کرنے کا نام تقوے ہے ؛ انسان تقویٰ یعنی پابندی شریعت کو بالعموم توڑتا رہتا ہے۔ حلال کو چھوڑ کر حرام کی طرف دوڑتا رہتا ہے۔ محض زبانی وعظ اس پر بہت کم اثر کرتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے سال میں ایک مہینہ رمضان کا ایسا مقرر کیا ہے۔ جس میں روزہ رکھوا کر اس سے تقویٰ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ اور اسے ارگڑے میں ڈالا جاتا ہے۔ خدا کے حکم کے نیچے حلال چیزیں اس سے چھڑوائی جاتی ہیں۔ تاکہ جب خدا کے حکم کے نیچے جس کے لئے مہینہ بھر حلال چیزیں چھوڑ رکھیں۔ اسے حرام چیزیں چھوڑنے میں کوئی مشکل نہ ہو ؛

خیال کرو۔ گرمی کے دن ہیں۔ غضب کی لو چل

رہی ہے۔ تپش سے بُرا حال ہے۔ پیاس سے زبان میں کانٹے پڑے ہوئے ہیں طبیعت نڈھال ہے۔ سامنے برف کی طرح سرد پانی کی صراحی رکھی ہے۔ دیکھنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ مگر روزہ رکھنے والا اس پانی کو نہیں پیتا۔ اس لئے کہ اس کے خدا کا حکم نہیں ہے ۔

غضب کی بھوک لگی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کمزوری محسوس ہونے لگی ہے۔ ہاتھ پاؤں سنسنا رہے ہیں۔ پلنگ سے اُٹھنا مشکل ہو گیا ہے۔ گھر میں نعمتیں موجود ہیں۔ دیکھنے والا بھی کوئی نہیں۔ مگر روزہ رکھنے والا قطعاً جرأت نہیں رکھتا۔ کہ ایک دانہ بھی اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لے۔ کیونکہ اس کے خدا کا حکم نہیں ہے ۔

اسی طرح ہر قسم کے حظ نفسانی کا یہی حال ہے۔ پھر ایک دن نہیں۔ دو دن نہیں۔ پورا ایک مہینہ روزانہ یہی مشق کرائی جاتی ہے۔ کہ حلال چیزیں خدا کے حکم کے نیچے چھڑا دی جاتی ہیں۔ صرف اس لئے تاکہ حرام چیزیں چھوڑنے میں آسانی ہو۔ کیونکہ جو شخص خدا کے حکم کے نیچے حلال چیزیں باوجود نفس پر سخت تکلیف اُٹھانے کے چھوڑ سکتا ہے۔ وہ خدا کے حکم کے نیچے حرام چیزیں کیوں نہ چھوڑے گا ۔

اگر وہ خدا سے ڈر کر باوجود پیاس کی شدت کے پانی نہیں پیتا۔ اور باوجود بھوکا ہونے کے کھانا نہیں کھاتا۔ تو وہ خدا کی حرام کردہ چیزوں سے کیوں نہ بچے گا۔ اور وہ حرام و بددیانتی کا مال جس سے خدا نے روکا ہے۔ کس طرح کھا سکتا ہے؟

پس روزے کا اصل مقصد حصول تقویٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم متقی بنو" گویا روزہ کیا ہے۔ تقوے کی ایک مشق ہے ۔

افسوس تو یہ ہے۔ کہ فی زمانا لوگوں نے روزے کی ظاہری شکل کو لے لیا ہے۔ اور اس کے مغز کو چھوڑ رکھا ہے ۔ صبح سے شام تک حلال سے مُنہ باندھ لیا۔ مگر کچہریوں میں دفتروں میں مختلف پیشوں میں حرام کھاتے رہے۔ یعنی بددیانتی کا پیسہ لیتے رہے ۔ جھوٹ بولتے رہے۔ گالیاں دیتے رہے غیبتیں کرتے رہے۔ اور شام کو خوش ہیں کہ روزہ پورا ہو گیا۔ حالانکہ خود رسول کریم صلعم نے فرمایا تھا۔ کہ جو شخص روزہ میں غیبت کرتا ہے۔ اور گالی دیتا ہے۔ غصہ کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ خدا کو اس کے فاقہ کی پروا نہیں۔ اور بددیانتی کا مال یعنی حرام کھانا تو روزہ کی ضد ہے ۔

سمجھ میں نہیں آتا۔ جب حلال سے خدا نے روکا ہوا ہے۔ تو حرام کیسے جائز ہو گیا۔ اگر حلال روزہ کو توڑ سکتا ہے۔ تو حرام کو تو بدرجہ اولیٰ روزہ کو توڑنا چاہئے۔ مگر مصیبت یہ ہے۔ کہ لوگوں نے اس امر کو مدنظر رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ محض فاقہ

کرنے کا نام روزہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ روزہ تو حصول تقویٰ کی ایک مشق ہے۔

عموماً لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ بھئی خدا جانے ہماری عبادت قبول ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ مگر اس کا جواب بہت آسان ہے۔ روزہ کا بلکہ ہر ایک عبادت کا مقصد حصول تقوےٰ ہے۔ اگر رمضان بھر روزہ رکھا۔ اور حرام کھانے کی عادت نہ گئی۔ اور رمضان کے بعد پھر وہی الٹے تلّلے شروع کر دئے۔ وہی حرام خوریاں اور وہی بدنظریاں۔ وہی جھوٹ اور وہی بد دیانتیاں عود کر آئیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس عبادت کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ عبادت یا روزے سے کوئی خدا کو تو فائدہ نہیں۔ بندہ کو فائدہ ہے۔ جب فائدہ نہ ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ عبادت میں کچھ نقص رہ گیا۔ ورنہ کیا وجہ کہ خدا کے لئے حلال کو تو مہینہ بھر چھوڑے رکھا۔ اور نفس پر مشقت اور تکلیف اٹھا کر بھی چھوڑے رکھا۔ لیکن اب ہم حرام کو نہیں چھوڑ سکتے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ہم نے روزہ محض رسمی تقلیدی طور پر رکھا۔ روزے کے مغز کو سمجھ کر نہ رکھا۔ ورنہ کیا وجہ کہ ہم خدا سے ڈر کر حلال سے تو بچتے رہے۔ لیکن اب اسی خدا کا اتنا ڈر ہمارے دل میں نہیں۔ کہ اس کے حرام سے بچیں۔

❖ ❖ ❖

معاونین تہذیب

جن بہنوں اور بھائیوں نے گزشتہ دنوں نئے خریدار بنائے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

جناب شرف الدین احمد صاحب علی گڑھ
جناب شیخ فضل احمد صاحب پربھنی۔ دکن
ہمشیرہ احمد خاں صاحب خورجہ
مس عبد الحمید صاحب سیٹھ۔ بنگلور
محترمہ ح۔ ب صاحبہ۔ اودن۔ برار
محترمہ مسز جعفری صاحب۔ الہ آباد
ڈاکٹر عبد الکریم صاحب۔ سرگودھا
محترمہ مسز ضمیر الدین بڈھانہ
محترمہ د۔ ب صاحبہ۔ قصور
محترمہ مسز نوازش علی گڑھ
محمودہ بیگم صاحبہ۔ بنگلور
محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ وزیگاپٹم
محترمہ مسز عبد الغنی صاحب۔ لاہور
جناب حامد صاحب۔ بہاول پور
محترمہ ذکیہ صاحبہ۔ ماموں ٹیم

❖ ❖ ❖

انسانی پنجر

از سید امتیاز علی تاج

بیماری میں اپنی تکلیف معالج یا تیماردار کو سمجھانے اور تیمارداری میں بیمار کی تکلیف کو درست طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ جسم انسانی کے مختلف اعضاء اور ان کے افعال کا کچھ حال معلوم ہو۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ماہوار اڈیشن میں افعال و اعضائے انسانی کے عام فہم مضامین کا یہ سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ جس سے خواتین کو تمام ضروری اور موٹی موٹی باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ چونکہ ہر ہفتہ اخبار میں کافی جگہ نہیں ہوتی۔ اس لئے اس سلسلے کے مضامین صرف ماہوار اڈیشن میں شائع ہوں گے۔

تم نے ہسپتالوں اور عجائب گھروں میں انسان کی ہڈیوں کا ڈھانچہ ضرور دیکھا ہوگا۔ آج یہ ایک بدنما پنجر نظر آتا ہے جس کو دیکھنے سے وحشت ہوتی ہے۔ مگر ایک دن تھا۔ کہ ان ہی ہڈیوں پر نرم اور خوش رنگ گوشت پوست کی رونق تھی۔ اور اسی ڈھانچے نے کسی انسان کے جسم کو خوش نما وضع قطع اور دلفریب شکل و صورت بخش رکھی تھی۔

سر پر سیاہ بال تھے۔ چہرے کے اوپر کے حصے میں جو دو گڑھے سے نظر آرہے ہیں۔ ان میں چمکدار آنکھیں جڑی ہوئی تھیں۔ آنکھوں کے نیچے دونو طرف جو ابھار ہیں۔ ان پر سرخ و سفید گول گول رخسار کہلاتی تھی۔ ان کے درمیان دو ننھے ننھے سوراخ ہیں یہ ناک کے نتھنے تھے۔ نیچے جو دانتوں کی بتیسی اس ہیبت ناک نظارے میں منہ چڑھاتی معلوم ہوتی ہے یہ پتلے پتلے گلابی ہونٹوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ اور صرف ہنستے ہوئے ان کا ایک ذرا سا حصہ نظر آجاتا تھا۔

دھڑ آج تو صرف پنجر سا دکھائی دے رہا ہے لیکن کسی روز یہ بھی گوشت پوست سے منڈھا ہوا تھا۔ اور اس کے اندر دل دھڑکتا۔ اور دوسرے نازک اعضاء ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رہتے تھے۔

دھڑ کے دونوں طرف اور نیچے جو لمبی لمبی بانس سی ہڈیاں نظر آتی ہیں۔ یہ بازو اور ٹانگیں تھیں۔ غرضکہ یہی ہیبت ناک پنجر جب خون۔ گوشت پوست وغیرہ خوشنما چیزوں سے ملبوس تھا۔ تو انسان کہلاتا تھا۔

انسانی پنجر میں تقریباً دو سو ہڈیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کا جدا جدا نام ہے۔ یہ ہڈیاں ہمارے جسم کو سہارے رکھتی ہیں۔ اور انہی کی امداد سے ہمارے مختلف اعضاء انسانی حرکت کر سکتے ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے جسم میں اصل ہڈی بہت کم ہوتی ہے۔ زیادہ حصہ چپنی ہڈی کا ہوتا ہے۔ چپنی اس قسم کی ہڈی کا نام ہے جیسے

بڑے آدمیوں میں کان کی ہڈی۔ یہ اتنی نرم اور کمزور ہوتی ہے۔ کہ نہ بچے کا بوجھ سہار سکتی ہے۔ اور نہ اس کے مختلف اعضاء کو اتنا ذاتی بخشتی ہے۔ کہ وہ آسانی سے حرکت کر سکیں۔ اسی وجہ سے بچہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوتا ہے۔ نہ بیٹھ سکتا ہے۔ نہ کھڑا ہو سکتا ہے۔

رفتہ رفتہ بچے کی عمر کے ساتھ جیسی ہڈی بڑھتی اور سخت اور مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ اور اس میں بوجھ کو سنبھالنے کی طاقت آجاتی ہے۔ پچیس سال کی عمر تک انسان کی ہڈیاں بڑھتی اور نشوونما پاتی ہیں۔ اس کے بعد ان کی ترقی رک جاتی ہے۔

انسانی پنجر کے تین بڑے حصے ہیں۔ کھوپڑی، دھڑ اور بازو اور ٹانگوں کی ہڈیاں۔ وضع قطع اور لمبائی کے لحاظ سے جسم انسانی میں چھ طرح کی ہڈیاں پائی جاتی ہیں۔ بعض لمبی ہیں۔ مثلاً بازو اور ران کی ہڈیاں۔ بعض چھوٹی جیسے انگلیوں اور پنجوں کی ہڈیاں ہیں۔ چند چوڑی چپٹی ہیں۔ مثلاً سر کی چندیا اور کندھے کی ہڈیاں۔ بعض چوکور ہیں۔ جیسے کلائی اور ٹخنے کی ہڈیاں۔ اور ان کے علاوہ بعض ہڈیاں نوکیلی ہیں۔ اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی کوئی خاص وضع ہی نہیں جیسے ریڑھ کی ہڈی کے مہرے۔

چہرے سمیت کھوپڑی میں بائیس کے قریب ہڈیاں ہیں۔ جن میں سے نچلے جبڑے کے سوا باقی سب ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ اور حرکت کرنے کے قابل نہیں۔ کھوپڑی میں ایک سامنے کی ہڈی ہے۔ جو ماتھا کہلاتا ہے۔ (دیکھو تصویر میں ملا) ایک پچھلی ہڈی ہے جسے گدی کہتے ہیں۔ (دیکھو تصویر میں) دو ہڈیاں چندیا کی ہیں۔ دو پہلوؤں کی۔ اور دو ہڈیوں سے کھوپڑی کا نچلا حصہ یا تلا بنتا ہے۔ جسم انسانی کا ب[illegible] نازک حصہ مغز ہے۔ جو ان ہڈیوں کے بکس میں ہر طرح کی چوٹ چپیٹ سے محفوظ رہتا ہے۔ چہرے میں جبڑوں سمیت چودہ جدا ہڈیاں ہیں۔ ان سب کی تفصیل یہاں دینا بے موقع ہوگا۔

پنجر کا دوسرا بڑا حصہ دھڑ ہے۔ جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ اوپر کا حصہ یعنی سینہ اور نچلا حصہ یعنی پیٹ۔ ان کے ساتھ سر سے لے کر دھڑ کی آخری حد تک ریڑھ کی ہڈی ہے۔ (دیکھو تصویر میں) اس کا نام تو ریڑھ کی ہڈی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں کئی چھوٹی چھوٹی جدا جدا ہڈیاں ہیں۔ جو ایک خاص ڈھنگ سے ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی ہڈیاں مہرے کہلاتی ہیں۔ جس طرح تسبیح میں بہت سے دانے پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ریڑھ کی ہڈی میں ساتھ بہت سے مہرے ملے ہوئے ہیں۔ تسبیح میں تو دانے جدا جدا ہوتے ہیں۔ لیکن ریڑھ کی ہڈی کے مہروں کے درمیان نرم گوشت اور کری کی ایک تہ سی ہوتی ہے۔ تاکہ دوڑنے یا اچھلنے کودنے کے وقت ہڈی کو یا ہڈی کے اندرونی

حصے کو کسی قسم کا صدمہ نہ پہنچے۔

ریڑھ کی ہڈی میں بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ اس کے مہرے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔ اور تسبیح کی طرح آگے پیچھے اور دونوں پہلوؤں کی طرف مڑ بھی سکتے ہیں۔ اگر اس ہڈی میں یہ خوبی نہ ہوتی۔ تو ہمارے لئے آگے پیچھے اور دونوں پہلوؤں کی طرف جھکنا بالکل ناممکن ہو جاتا۔ ہر وقت دھڑ بس سیدھا ہی کھڑا رہتا۔

جس طرح تسبیح کے دانوں میں چھید ہوتے ہیں۔ اور دانوں کے ساتھ ساتھ رہنے سے یہ تمام چھید مل کر ایک نالی سی بن جاتی ہے۔ جس میں سے ڈورا گزرتا ہے۔ اسی طرح مہروں میں بھی چھید ہوتا ہے۔ اور سب مہروں کے چھید ملنے سے اندر ایک نلکی سی بن جاتی ہے۔ دماغ کا ایک حصہ کھوپری میں سے نکل کر ڈورے کی طرح اس نلکی میں ڈھلکا چلا آیا ہے۔ جس کا حال ہم دماغ کے بیان میں لکھیں گے۔

سینے کی ہڈیوں کی وضع کچھ اس قسم کی ہے۔ جیسے پنجرہ ہو۔ پچھلی طرف ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سامنے چھاتی کی ہڈی۔ (دیکھو تصویر [illegible]) اور پہلوؤں میں پنجرے کی سیخوں کی طرح بارہ جوڑے پتلی پتلی مڑی ہوئی ہڈیوں کے ہیں۔ جو پسلیاں کہلاتی ہیں۔ (دیکھو تصویر میں [illegible]) اس پنجرے کے اندر ہمارے جسم کے نہایت نازک اعضاء دل پھیپھڑے وغیرہ ہیں۔ اللہ نے ان نازک اعضاء کو ایسی محفوظ جگہ رکھ دیا ہے۔ کہ اگر گرنے سے یا کسی چیز کے لگنے سے ضرب یا دھکا پہنچے۔ تو اس پنجرے کی دیواروں ہی پر زد آئے۔ صدمے کا اثر اندرونی اعضاء تک نہ جا سکے۔ اگر یہ ہڈیوں کا پنجرہ سا نہ ہوتا۔ اور جو ضرب پہنچتی اس کے صدمہ کا اثر سیدھا دل اور پھیپھڑوں تک پہنچا کرتا۔ تو انسان کا زندہ رہنا دشوار ہو جاتا۔

پنجر کا جو حصہ پیٹ میں ہے۔ وہ حوض کہلاتا ہے۔ جس کے معنے تلے کے ہیں۔ چونکہ یہ دھڑ کا نچلا حصہ ہے۔ اس لئے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ حوض کی ہڈی کئی چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ملنے سے بنی ہے۔ لیکن ان میں سب سے اہم وہ ہڈی ہے۔ جو پیٹھ سے مڑ کر سامنے کو آ جاتی ہے۔ اور جس کے اوپر کا حصہ کولھا کہلاتا ہے۔ (دیکھو تصویر میں [illegible]) بچوں میں اس بڑی ہڈی کے تین حصے ہوتے ہیں۔ اور ان کے درمیان کری ہوتی ہے۔ جو بڑھتی اور باقی حصوں کے نشوونما میں سہولت بہم پہنچاتی ہے۔ بڑے آدمیوں میں یہ سب کی سب ایک ٹھوس ہڈی بن جاتی ہے۔ اس ہڈی کے دونوں طرف نیچے کے رُخ کو دو پیالے سے ہوتے ہیں۔ ٹانگ کی ہڈی کا اوپر کا سرا گول ہوتا ہے۔ اور وہ ان پیالوں میں اس طرح پھنس کر آ جاتا ہے۔ کہ آسانی سے گھوم بھی سکتا ہے۔ (دیکھو تصویر میں [illegible]) اس جوڑ میں یہی خوبی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم ٹانگوں کو اُٹھا سکتے۔ اور چل پھر اور اُچھل کود سکتے ہیں۔

پنجر کی باقی ہڈیوں میں سے قابل ذکر اطراف

یا بازوؤں اور ٹانگوں کی ہڈیاں ہیں + بازوؤں کے دونوں طرف تختی کی وضع کی شانوں کی ہڈیاں ہیں - (دیکھو تصویر میں ۸) ان کے اور ہنسلی کی ہڈی کے ذریعے بازو باقی دھڑ سے جڑے ہوئے ہیں + (دیکھو تصویر میں ۹) گردن کے نیچے ہاتھ لگاؤ - تو دونوں طرف جو گول گول اور سخت سخت ہڈیاں معلوم ہوتی ہیں یہی ہنسلی کی ہڈیاں ہیں + (دیکھو تصویر میں ۱۰) ان کا باہر کا سرا شانوں کی ہڈیوں سے جا ملتا ہے +

العضد وہ ہڈی ہے - جو کندھے سے شروع ہو کر کہنیوں پر ختم ہو جاتی ہے - (دیکھو تصویر میں ۱۱) یہ ہڈی باہوں کی دو ہڈیوں سے جا ملتی ہے - جن میں سے باہر والی کا نام کعبرہ (۱۲) اور اندر والی کا نام زند ہے - (۱۳) کہنی پر باہو کی ہڈیاں بازو کی ہڈی سے اس طرح جڑتی ہیں - کہ باہیں اندر کی طرف تو مڑ سکتی ہیں - لیکن باہر کی طرف موڑی جائیں - تو ہڈیوں کے دو سرے آمنے سامنے آکر اٹک جاتے ہیں - اور باہوں کو باہر کی طرف نہیں مڑنے دیتے +

ہاتھ کی ہڈیوں میں کلائی ہتھیلی اور انگلیوں کی ہڈیاں شامل ہیں + کلائی میں آٹھ چھوٹی چھوٹی ہڈیاں چار چار کی دو قطاروں میں ہوتی ہیں - اس کے بعد کلائی اور انگلیوں کے درمیان پانچ ہڈیاں ہوتی ہیں - جو عظام المشط کہلاتی ہیں - (۱۴) انگلیوں کی ہڈیوں کا نام سلامیات ہے - (۱۵) ایک ایک انگلی میں تین تین اور انگوٹھے میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں +

ٹانگ کی ہڈیاں بھی بازو ہی کے ڈھنگ کی ہیں - اوپر ران کی ایک بڑی ہڈی ہے - جسے الفخذ کہتے ہیں - (۱۶) یہ پنڈلی کی نچلی دو ہڈیوں سے جڑی ہوئی ہے + پنڈلی کی ہڈیوں میں سے باہر کی بڑی ہڈی کو قصبہ (۱۷) اور اندر کی زیادہ پتلی ہڈی کو العبتہ کہتے ہیں - (۱۸) گھٹنے پر یہ دونوں ہڈیاں ملتی ہیں + کہنی اور گھٹنے میں فرق صرف اتنا ہے - کہ گھٹنے میں جوڑ پر ہڈی کا ایک ڈھکنا سا بھی لگا ہے - جو الرکبہ کہلاتا ہے - (۱۹)

پیر کی ہڈیاں ہاتھ ہی کی ہڈیوں سے زیادہ ملتی جلتی ہیں - کلائی کی جگہ پہنچے کی ہڈیاں ہیں عظام المشط کی جگہ جو ہڈیاں ہیں - وہ پیروں میں بھی عظام المشط ہی کہلاتی ہیں + اسی طرح انگوٹھے میں دو اور باقی انگلیوں میں تین تین ہڈیاں ہیں - بس فرق ہے - تو صرف اتنا - کہ پیر کی ہڈیاں اوپر کو اٹھی ہوئی اور گولائی لیے ہوئے ہیں - اسی وجہ سے جب پیر زمین پر پڑتا ہے - تو پورا تلوا زمین کو نہیں چھونے پاتا +

+ + +

انگریزی نما اُردو

(از مس حجاب اسمٰعیل)

انگریز مصنفین اس معاملے میں بہت محتاط دیکھے گئے ہیں۔ کہ اپنی قصہ کہانیوں کی کتابوں یا مضامین میں فرانسیسی اور لاطینی الفاظ کم بلکہ حتی المقدور استعمال ہی نہ کریں + اسی طرح فارسی اور عربی میں اس امر کا خاص لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ کسی نے کبھی مذکورۂ بالا دو زبانوں میں گجراتی یا بنگالی کا ایک لفظ بھی یقیناً نہ دیکھا ہوگا +

بعض لوگ زبان اُردو پر "فارسیت" کا رنگ چڑھانے کو قابل اعتراض کہتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں یہ کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ کیونکہ فارسی کا اُردو سے ایسا قریبی تعلق ہے۔ کہ یہ زبانیں ماں بیٹیاں کہی جاسکتی ہیں۔ مزید براں فارسی سے قطعی گریز بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ فارسی کی ایک ترکیب وہ معنے ادا کر جاتی ہے۔ جو اُردو کی دس سطور میں ممکن نہیں۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ اعتراض کرنے والے اصحاب پہلے ان تمام امور پر غور فرمالیں +

روزمرہ کی گھریلو اُردو میں اگر مجبوری کو ہم ایک دو لفظ انگریزی کے بول دیں۔ تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ رات دن ہمارے کان انگریزی سنتے رہتے ہیں اور اس کا اثر زبان پر بھی اُتر آتا ہے۔ لیکن بلاضرورت غیر زبان کا لفظ بار بار استعمال کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مثلاً کوئی شخص کہہ دے۔ کہ "یہ ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں۔ بہت تجربہ کار ہیں"۔ تو کوئی اعتراض نہ کرے گا۔ لیکن اگر کوئی صاحب فرمائیں۔ "یہ ہمارے فیملی ڈاکٹر ہیں۔ بڑے اکسپرٹ ہیں" تو یہاں اکسپرٹ کا لفظ سراسر نامناسب ہے +

ہمارے معمر اور کم عمر دونوں حضرات اور خواتین کبھی لیاقت جتلانے کے خیال سے اور کبھی بلا ارادہ ہی۔ ایک سطر اُردو کی لکھنی چاہیں۔ تو اس میں چار لفظ انگریزی کے ضرور ہوتے ہیں + وہ بھی اگر مجبوری کے موقعوں پر نامناسب طریق پر استعمال ہوں۔ تو شاید نظرانداز کر دئے جائیں لیکن وہ ایسے بے جا اور نامناسب موقعوں پر مستعمل ہوتے ہیں۔ کہ پڑھنے والوں پر اس کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ اُردو اور فارسی کا معاملہ نہیں۔ بلکہ اُردو اور انگریزی کو ملانے کا نوحہ ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ زمین اور آسمان کے قلابے ملائے جارہے ہیں + بھلا مشرقی زبان مغربی الفاظ اور جملوں کو کیونکر قبول کرسکتی ہے؟ جب ان دونوں مختلف زبانوں کو جبراً اور قہراً ملا گھلا کر اس کے فقرے۔ جملے تراشے جاتے ہیں۔ تو زبان کی موسیقی تو ایک طرف رہی۔ ایک عجیب غیر شاعرانہ آواز فضا میں گونجتی ہے۔

جس کا سُننا بھی سماعت کے لئے بار ہوتا ہے۔
اُردو بولنے کے دوران میں انگریزی کا ایک مکمل جملہ۔ یا انگریزی بات چیت کے دوران میں ایک پورا فقرہ اُردو کا بول دینا قابل اعتراض نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ اس طرح دو زبانوں کے مختلف الفاظ کو ایک دوسرے میں زبردستی ٹھونسنے کا جرم سرزد نہیں ہوتا۔ بلکہ دونوں زبانیں علیحدہ علیحدہ رکھی جاتی ہیں۔ ہاں ایک حرف اُردو کا۔ دوسرا لفظ انگریزی کا تیسرا پھر اُردو بولنا ستم ظریفی ہے۔
کم سن لڑکے اور کم سن لڑکیاں ایسی شرمناک غلطیاں کریں۔ تو میرے خیال میں قابل معافی ہیں۔ امید کی جا سکتی ہے۔ کہ بزرگوں کی تنبیہ اور اہل زبان کی نکتہ چینی ان راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہ مستقیم کی طرف لے جائے گی لیکن بڑے بڑے اہل زبان بزرگوں اور لائق فائق اور قابل احترام خواتین سے ایسی غلطیاں سرزد ہوں۔ تو تعجب ہوتا ہے۔
بزرگوں اور خردوں دونوں سے دست بستہ معافی مانگنے کے بعد میں ذیل میں چند ضروری باتیں درج کرتی ہوں۔
پچھلے سال میں نے اُردو میں بہت دلچسپی لی۔ اور اس قلیل عرصے میں بزرگوں کے لکھے ہوئے اُردو مضامین میں انگریزی الفاظ کی وہ کثرت دیکھی۔ اور ایسے ایسے الفاظ پڑھے جن کے ہم معنی الفاظ اُردو یا فارسی میں ایک مڈل پڑھنے والا بچہ بھی باآسانی بتا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مناسب لفظ اُردو میں نہ بھی ملے۔ تو انگریزی لفظ استعمال کرنے کی نسبت بہتر ہے۔ کہ فارسی یا عربی سے امداد لی جائے۔ تعلیم یافتہ طبقے پر روشن ہے۔ کہ اُردو اور انگریزی میں بہت ہی زیادہ اختلاف ہے۔ اور اُردو عبارت میں انگریزی لفظ جدا اور اُوپرا اوپرا معلوم ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اس سے مدد لینا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ فارسی یا عربی لفظ اُردو عبارت میں گھل مل جاتا ہے۔
دوسرا سبب یہ بھی ہے۔ کہ انگریزی معاشرت پر تو ہمارے بعض متعصب بزرگ نکتہ چینیاں فرماتے ہیں۔ اور اپنی لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلوانے سے گریز کرتے ہیں۔ پھر آخر انگریزی زبان سے مدد لینے میں شرم کیوں نہیں محسوس کی جاتی؟ یہ بھی عجیب لطیفہ ہے۔ بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو تہذیب معاشرت سے قطعی ناواقف رہنے کی وجہ سے لوگوں پر آوازے کستے رہتے ہیں۔ اور انگریزی تمدن کا مضحکہ اڑاتے پھرتے ہیں۔ اور ان حضرات اور خواتین کی زبان ایسی ہوتی ہے۔ کہ اگر کوئی نو مشق اُردو نویس بھی سُن لے۔ تو مارے غیرت کے گڑا نہ ہو سکے۔
اگرچہ اُردو اور فارسی ادب پر مضمون لکھنے کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں۔ کیونکہ میں خود ان معاملات میں طالب علم ہوں لیکن لوگوں کی بعض کمزوریاں

خوب محسوس کرتی ہوں۔ اور زبان اُردو سے محبت رکھتی ہوں ؂

شاعروں میں قابل تحسین لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم ہی ایک ایسے محترم شاعر گزرے ہیں۔ جن کی شاعری میں انگریزی الفاظ کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ لیکن ان پر جو احمق اعتراض کرے گا۔ وہ اپنی منہ کی کھائے گا۔ کیونکہ کون نہیں جانتا۔ کہ آپ نے یہ طرز شاعری قوم کی اصلاح کو مدنظر رکھ کر اختیار فرمایا تھا۔ ان کی تقلید میں دوسرے شاعروں نے بھی طبع آزمائی کی۔ ظریفانہ اشعار اور نظمیں لکھیں۔ وہ بھی اچھی ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ تہذیبی اور اخلاقی مقاصد کو مدنظر رکھ کر جو کام بھی کیا جائے۔ وہ دلفریب معلوم ہوگا۔ لیکن شاعر کا یہ قول بہت صحیح ہے۔ کہ ع

عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیئے۔

ہنر ہر کسی کو تھوڑا ہی آتا ہے۔ شاعروں کی بات ہی جدا ہے۔ وہ تو آسمانی باشندے ہیں۔ اس لئے اس قوم کی قوم کو میں ہر الزام سے بری رکھتی ہوں۔ مگر یہ سب میں انہی شاعروں کے لئے جائز رکھتی ہوں۔ جن کے متعلق انگریزی میں مشہور ہے۔ کہ شاعر بنائے نہیں جاتے۔ بلکہ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن کوا ہنس کی چال چلنے لگے۔ تو اس کا جو حشر ہوگا۔ اس کے تصور ہی سے ڈر لگتا ہے۔ بعض ناثروں نے بھی ان شاعروں کی تقلید میں مضمون نگاری شروع کی ہے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ وہ پنچ کے لطیفوں کو بھی مات کریں گے لیکن نکلے ایسے کہ کوئی صحیح المذاق شخص ان سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا ؂

کسی قوم کی معاشرت کا مضحکہ اُڑانا اخلاقی کمزوری اور نقص تربیت کی دلیل ہے۔ اور مضحکہ اڑانے کے دوران میں اس قوم کی چند باتیں اختیار کر لینا اَور بھی ہنسی کی بات ہے۔ اور یہی وہ بات ہے۔ جو اکثر ہمارے مرد اور ہماری عورتیں کرتی رہتی ہیں۔

ہندوستان میں عورتوں کو تعلیم دینے کی ضرورت بتائی جاتی ہے۔ مگر ہم تو کہیں گے۔ کہ اس معاملے میں ابھی ہمارے مردوں نے بھی کوئی قابل تعریف ترقی نہیں کی۔ اس لئے عورتوں اور مردوں دونو کی تعلیم ضروری ہے ؂

ہمیں کسی کے تمدن کا مضحکہ اُڑانے کا حق حاصل نہیں کسی قوم کی عورتیں سر کے بال ترشوا کر گھٹنوں سے اونچا فراک پہن لیں۔ تو اس سے آپ کو کیا غرض ہر جگہ اخلاق اور حیا کا معیار جدا ہے۔ ان کے معیار کے مطابق ہماری کئی باتیں اخلاق اور حیا سے گری ہوئی ہیں۔ چنانچہ آپ قرآن کریم کے حکم کے بموجب "اپنی نظر یں نیچی رکھا کرو" پر عمل کیجئے۔ پھر آپ کو نہ ترشے ہوئے بال نظر آئیں گے۔ نہ اونچے اونچے فراک ؂

پہلے آپ اپنی حالت درست فرمائیں۔ پھر غیر قوم کی اصلاح کا فکر کیجئے گا۔ لیکن یہاں تو وہ حال ہے۔ کہ کسی شخص کی اپنی ناک پر سیاہی لگی تھی۔ اور وہ دوسرے کا چہرہ دیکھ دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ بالکل اسی

طرح آج کل ہماری قوم کی ناک پر سیاہی لگی ہے۔ اور وہ دوسری قوم کے چہرے کو دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہی ہے۔ خود ہی غور فرمایئے۔ یہ مضحکہ اُڑانا کہاں تک درست ہے؟ یوں تو مضحکہ اُڑانے کی عادت ہی بُری ہے۔ اور پھر اس پر ایسا بے موقع مضحکہ؟

نواب مسعود جنگ بہادر سابق ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن نے جلسۂ تقسیم اسناد (جامعہ خواتین پونہ) میں ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ "میں فرانس کے وسطی حصے میں ایک مقام پر ایک ہندوستانی دوست کے ہمراہ ہمسفر تھا۔ اسی گاڑی میں ایک یورپین مسافر بھی تھا۔ میں نے دفعتاً اپنے ہندوستانی دوست سے سوال کیا۔ "آپ کی واچ میں کیا ٹائم ہے؟" تو دوست نے اس کا جواب مکمل انگریزی میں دیا۔

اس خلط ملط دوغلی زبان کو سن کر اس یورپین سے نہ رہا گیا۔ اور اس نے نہایت ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ہم سے سوال کیا۔ کہ ہم کس ملک کے باشندے ہیں۔ جن کی زبان میں بیسویں صدی میں بھی گھڑی اور وقت جیسی ضروری اشیاء کے لئے نام موجود نہیں۔

اس موقع پر نواب صاحب ممدوح کی سادگی مزاج کی تعریف کئے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا لیکن ہمارے بعض بزرگوں نے تو اپنے آپ کو ہر عیب اور غلطی سے مبرا سمجھ رکھا ہے۔ اسی قسم کے حضرات کی نوجوان اولاد اُردو کی چار سطور میں سَو الفاظ انگریزی ٹھونسنے کی کوشش میں سرگرداں و حیراں نظر آرہی ہے۔ اور غضب یہ ہے۔ کہ اس نئی پود کو اپنی غلطی کا اعتراف بھی نہیں۔ بلکہ اس کو نہایت روشن خیالی اور ترقی سمجھ رہی ہے۔ اور جب ان کی اس روشن خیالی اور اُردو کی پامالی کے خلاف کوئی شامتی صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ تو وہ اس کو بے جا نکتہ چینی اور مداخلت سمجھ کر نہایت شوخ لہجے میں "شٹ اپ" کہہ دیتے ہیں۔

کہی گر بات اچھی بھی تو اس کو بھی گلہ سمجھے
تصدق اس سمجھ کے مرحبا سمجھے تو کیا سمجھے

(باقی آیندہ)

چکّر

جنگ کا نتیجہ افلاس ہے۔ افلاس کے بعد امن و امان ہو جاتا ہے۔ امن و امان میں ہر شے کی افراط ہوتی ہے۔ اور تمول بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تمول سے غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور غرور جنگ کی بنیاد ہے۔ چنانچہ پھر جنگ ہوتی ہے۔ اور از سرِ نو افلاس پیدا ہوتا ہے۔ غرض اسی طرح یہ چکّر چلتا رہتا ہے۔

"ساعت"

قینچی کے دو پھل

(از غلام عباس صاحب)

پادری بالٹر نے کہا۔ "میاں بیوی کی مثال قینچی کے دو پھلوں کی سی ہے۔ یہ دونوں پھل علیحدہ علیحدہ خواہ کیسے ہی عمدہ اور تیز ہوں لیکن اگر ان کے درمیان ایک چھوٹی سی کیل نہ ہو۔ جو ان دونوں کو ایک دوسرے سے جکڑے رکھتی ہے۔ تو یہ کپڑا قطع نہ کر سکیں گے۔ اسی طرح جب تک میاں بیوی کے درمیان محبت اور ایثار کی کیل نہ ہوگی۔ انہیں عمر کاٹنا دوبھر ہو جائیگا۔ میں تمہیں ایک سچا اور چشم دید واقعہ سناتا ہوں۔ اس نے میرے دل پر کچھ ایسا اثر کیا تھا۔ کہ ہنوز اس کی یاد تازہ ہے۔

یہ واقعہ اسپین کے ایک چھوٹے سے گاؤں کا ہے۔ جہاں میں گرجا کا پادری تھا۔ اس گاؤں میں ایک درزی کی دکان تھی۔ یہ درزی نوجوان اور خوب صورت تھا۔ اور اس کی بیوی بھی بڑی حسین وجمیل تھی۔ درزی کا نام ڈون اینڈری اور اس کی بیوی کا نام ڈونا ایلیا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے سے حد درجہ کا عشق تھا۔ پل بھر کے لئے بھی نہ درزی اپنی بیوی کو آنکھ سے اوجھل ہونے دیتا۔ نہ بیوی کو اس سے دور رہنا گوارا تھا۔ پھر یہ دونوں میاں بیوی تھے بھی بہت ہی نیک اور ہنس مکھ۔ اس لئے ان کی دکان بھی خوب چلتی تھی۔

جب کبھی میں ان کی دکان کے آگے سے گزرتا۔ تو یہ دونوں جھٹ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اور بڑی عقیدت سے مجھے جھک کر سلام کرتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ ان کی یہ مروت دیکھ کر میرا دل بھی آپ سے آپ ان کی طرف کھنچنے لگا۔ چنانچہ میں کبھی کبھی ان کے ہاں چلا جاتا۔ دونوں میاں مجھ سے بڑی محبت اور عزت سے پیش آتے۔ اور کاروبار کے معاملوں میں مجھ سے مشورے لیتے۔

غرض یہ دونوں میاں بیوی بڑے مزے اور آرام سے زندگی کے دن کاٹ رہے تھے۔ اور اسی چین وراحت سے ساری عمر بسر کرتے رہتے۔ اگر ان کے ایک بیٹا نہ ہوتا۔ اس لڑکے نے اپنے ماں باپ کی زندگی تلخ کردی تھی۔ ایسا بد اطوار اور بدچلن لڑکا تھا۔ کہ کوئی دن خالی نہ گزرتا۔ جو ماں باپ کسی نئی کوفت سے دوچار نہ ہوتے ہوں۔ آج فلاں کے ہاں سے شکایت آرہی ہے۔ کل کوئی بڑھیا روتی پیٹتی ان کے سامنے ان کے لڑکے کو ہزار ہزار کوسنے دے رہی ہے۔ غرض ان روز روز کے بکھیڑوں سے میاں بیوی کا ناک

میں دم آگیا تھا۔ اِدھر یہ لڑکا دل کا ایسا کٹھور تھا۔ کہ نہ اس پر باپ کی دھمکیوں یا پیار سے سمجھانے بجھانے کا کچھ اثر ہوتا۔ نہ ماں کے آنسوؤں کا۔ اور نہ میری نصیحتیں کچھ کارگر ہوتیں ٭

جب اس لڑکے کی حالت سُدھرنے کی کوئی امید نہ رہی۔ تو میں نے ان میاں بیوی کو صلاح دی۔ کہ لڑکے کو کسی دوسرے شہر بھیجدو۔ وہاں اسے اپنی بدچلنیوں کا موقع کم ملے گا۔ تو شاید وہ انہیں خود ہی ترک کر دے ٭

لڑکے کے باپ نے میری اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور بیچاری ماں نے بھی یہ سوچ کر کہ اس کے سوا اور کچھ چارہ نہیں۔ اسے منظور کر لیا ٭ چنانچہ ان میاں بیوی کے کہنے پر میں نے اس لڑکے کو مینلا کے گرجا گھر میں بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی گرجا کے پادری کو ایک سفارشی خط بھی لکھ دیا۔ کہ اس لڑکے کا خاص طور پر خیال رکھا جائے ٭

قسمت کی بات۔ کچھ ہی مہینے میں مینلا کے پادری کے ہاں سے اس لڑکے کے متعلق مجھے اس مضمون کا خط ملا۔ کہ لڑکا بڑا ہونہار ہے۔ امید ہے۔ آہستہ آہستہ اپنی سب بُری عادتیں چھوڑ دے گا ٭ جب میں نے درزی اور اس کی بیوی کو یہ خط سُنایا تو وہ دونوں خوشی سے اُچھل پڑے۔ اور مجھے سَو سَو دعائیں دینے لگے ٭

اس کے بعد ہر پندرھویں بیسویں مجھے مینلا کے پادری کا خط ملتا۔ اور ہر خط میں لڑکے کے چال چلن اور قابلیت کی پہلے سے زیادہ تعریف لکھی ہوتی ٭ اور لڑکے کے ماں باپ یہ خط سن کر فرطِ مسرت سے میرے ہاتھ چوم لیتے ٭

اسی طرح کچھ عرصہ اَور گزر گیا ٭ ایک دن مجھے مینلا کے پادری کا خط ملا جسے پڑھتے ہی میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ اور میں بھونچکا سا رہ گیا۔ لکھا تھا۔ "ڈوَن اینڈری کا بیٹا کسی قمار خانے میں گیا تھا۔ وہاں کسی سے دنگا فساد کرنے پر خنجر سے مار ڈالا گیا"۔ آخر میں لکھا تھا۔ کہ تم اس کے ماں باپ کو اطلاع دیدو ٭

میں سخت الجھن میں پڑ گیا۔ کہ اس کے ماں باپ تک یہ دہشتناک خبر کس طرح پہنچاؤں ٭ آخر تھوڑی دیر بعد دل ہی دل میں یہ سوچ کر کہ باپ کا دل ماں کے دل سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ میں نے ڈوَن اینڈری کو اپنے حجرے میں بلایا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں بڑی ملائمت کے ساتھ وہ خط سنا دیا ٭

ڈوَن اینڈری نے بڑے استقلال کے ساتھ شروع سے آخر تک خط سُنا۔ اور کچھ دیر تک گُم سُم کھڑا رہا۔ نہ اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا۔ نہ اس نے اپنے چہرے سے غم کے آثار نمودار ہونے دیئے ٭ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "مقدس باپ! میرے حال پر ایک مہربانی کیجئے۔ میں زندگی بھر آپ کا احسان نہ بھولوں گا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا

ہوں۔ کہ میری بیوی کو کسی طرح اس حادثے کی اطلاع نہ ہونے پائے ۔ چند سال پہلے میری بیوی گلاب کے پھول کی طرح شگفتہ تھی لیکن اب وہ اپنے بیٹے کی بد اطواری سے کڑھ کڑھ کر نیم جان اور ہمیشہ کی روگی ہوگئی ہے۔ اگر اب اس نے یہ خبر سن پائی۔ تو اس کا بچنا محال ہو جائے گا۔ ہاں اگر اس کے کانوں تک یہ خبر نہ پہنچے۔ تو شاید وہ کچھ سال اور جیتی رہے ۔ میرے بیٹے کے جنازے پر جو کچھ خرچ ہوا ہے۔ میں کوڑی کوڑی ادا کر دوں گا۔ اور بڑی خوشی سے اپنے بیٹے کے قاتل کو معاف بھی کر دوں گا ۔ لیکن میری بیوی کو اس کی موت کا پتہ نہ لگنے پائے"۔

ڈون اینڈری نے یہ الفاظ کچھ ایسے درد بھرے لہجے میں کہے۔ کہ میرا دل بھر آیا۔ اور میں نے اینڈری سے وعدہ کر لیا۔ کہ اس کی بیوی سے اس راز کو چھپائے رکھوں گا۔

اب میں پہلے کی طرح دسویں پندرھویں اس کے گھر جاتا۔ اور ان دونوں میاں بیوی کو ان کے بیٹے کے چال چلن اور لیاقت کے متعلق جھوٹ موٹ کے تعریفی خط سناتا۔ لیکن ڈونا امیلیا کی صحت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جاتی تھی۔ اسے کھانسی کی ایسی سخت شکایت ہو گئی۔ کہ ایک پل بھی چین نہ ہوتا تھا۔ جب کبھی میں اسے اس کے بیٹے کے جھوٹ موٹ کے خط سناتا۔ تو وہ ہمیشہ بستر پر سے اٹھ بیٹھتی۔ اور بڑی خوشی کے ساتھ ایک ایک لفظ یوں سنتی۔ جیسے بچے کوئی مزیدار کہانی سن رہے ہوں۔ بعض اوقات وہ خوشی کے مارے آپے سے باہر ہو جاتی۔ اور جھٹ اپنے خاوند کو پکار کر کہتی "میرے پیارے اینڈری آؤ۔ اللہ میاں کا ہزار ہزار شکر ادا کریں۔ کہ ہم پر اس کی رحمت کا سایہ ہے"۔ بعض اوقات اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آتے۔ اور وہ کہتی "پیارے اینڈری! اللہ میاں ہم پر کیسے مہربان ہیں۔ ان کی رحمت کے صدقے۔ میرا بیٹا اب خوش اطوار ہو گیا ہے۔ کوئی دن میں وہ دکان سنبھال لے گا۔ اور ہم دونوں کا پیٹ پالے گا"۔

پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہتی "مقدس باپ! میں آپ کو یہ روپے دیتی ہوں۔ آپ انہیں اپنے دوست کی معرفت میرے لڑکے کو پہنچا دیجئے۔ پردیس کا معاملہ ہے۔ تو ضرورتیں ہوتی ہیں۔ اور میں نہیں چاہتی۔ کہ میرا بیٹا دوسروں کا منہ تکتا رہے"۔

اس کا شوہر کھڑا سنا کرتا۔ یہ الفاظ نشتر کی طرح اس کے دل میں چبھ جاتے۔ اور اس کے جی میں آتا۔ کہ چیخیں مارتا ہوا۔ اپنی بیوی سے لپٹ جائے۔ اور اسے اصل حال سنا دے ۔ مگر بڑی مشکل سے وہ اپنے آپ کو سنبھالتا۔ اور دل سے اس خیال کو محو کرنے

کے لئے کمانے لگتا - اور کہتا "ہاں میری پیاری تم سچ کہتی ہو - لو یہ دس روپے میری طرف سے بھی بھجوا دو" ٭

اِدھر جب ڈوُن اینڈری مجھ سے تنہائی میں ملتا - تو مجھ سے التجا کرتا - کہ ان روپوں کو آپ اپنے پاس ہی رکھئے - اور ان کا میرے بیٹے کی روح کو ثواب پہنچا دیجئے ٭

ڈونا ایمیلیا کی بیماری بڑھتی ہی چلی جاتی تھی - چنانچہ اب اس کے بیٹے کی موت کا افشائے راز روز بروز زیادہ دہشت ناک اور مہلک ہوتا جاتا تھا - اس لئے اب میں اپنا کام بڑی ہوشیاری اور سرگرمی سے انجام دیتا - اور دوسرے چوتھے ہی روز اُسے اُس کے بیٹے کا خط سنانے چلا جاتا - اس کا شوہر شاید اس خیال سے کہ کہیں میرے مُنہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے - جو اس کی بیوی کے لئے جانکاہ ثابت ہو - یا شاید اس وجہ سے کہ اس کا دل بیوی سے جدا ہونے کو نہ چاہتا تھا - اب پل بھر کے لئے بھی ڈونا ایمیلیا کے سرہانے سے نہ ٹلتا تھا ٭ یہ دونوں میاں بیوی اس طرح جُڑ کر بیٹھے رہتے - جیسے جاڑے کے دنوں میں کسی درخت کی ٹہنی پر چڑا اور چڑیا سردی سے بچنے کے لئے ایک دوسرے سے چمٹے بیٹھے ہوں ٭ بیوی سارا سارا دن اپنے بیٹے کا ذکر کرتی رہتی - اور شوہر اس کا دل بہلانے کے لئے ہنسی مذاق کی باتیں کرتا - اور ہر طرح سے اس کی دل جوئی کرنا چاہتا ٭

میں دیکھتا تھا - کہ ایمیلیا پر میرے خطوں کا عجیب و غریب اثر ہو رہا ہے - جب کبھی میں اُسے خط سناتا - تو وہ اپنے شوہر کی نظر بچا کر مجھے آنکھوں ہی آنکھوں سے اشارے کرتی - جن سے انتہا درجہ کی شکر گزاری اور احسانمندی ٹپکتی تھی - میں اپنے دل میں سمجھتا - کہ بے چاری اشاروں ہی اشاروں میں مجھ سے کہنا چاہتی ہے - کہ اگر کبھی میرے بیٹے کے چال چلن کے متعلق کوئی تعریف نہ بھی لکھی ہو - تو تم میرے شوہر کا دل خوش کرنے کے لئے اس کی تعریف ہی کئے جاؤ - لیکن زبان سے بے چاری ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتی تھی - کیونکہ جیسا میں پہلے کہہ چکا ہوں اس کا شوہر ایک پل کے لئے بھی اس سے جدا نہ ہوتا تھا ٭

ایک دن ڈوُن اینڈری میرے حجرے میں آیا - اور کہنے لگا - کہ میری بیوی کوئی دم کی مہمان ہے - اور آپ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا چاہتی ہے - پھر وہ بڑی منت سماجت کر کے بولا " اگر آپ اس سے یہ کہدیں - کہ خط آیا ہے - تمہارا بیٹا گھر آ رہا ہے - تو شاید تھوڑے دن اور جی لے " ٭

شاید میں اتنے بڑے جھوٹ کے لئے کسی طرح راضی نہ ہوتا - لیکن اینڈری نے یہ الفاظ

کانپتے ہوئے ہونٹوں سے اور ایسے درد اور حسرت بھرے لہجے میں کہے۔ کہ میں اس کی یہ آخری خواہش رد نہ کر سکا ٭

جوں ہی میں کمرے میں پہنچا۔ تو ڈونا ایمیلیا نے اپنے شوہر کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا۔ کہ وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کمرے سے باہر نکل گیا ٭

میں ایمیلیا کے بستر کے پاس پہنچا۔ تو دیکھا۔ کہ اس کے ہونٹ جلد جلد ہل رہے ہیں۔ معلوم ہوتا تھا۔ جیسے یاد الٰہی میں مشغول ہے۔ میں سرہانے کی طرف بیٹھ گیا۔ اور بڑی شفقت سے اسے تشفی دینے لگا۔ لیکن جب ڈونا ایمیلیا نے میری طرف نہایت احسان مندانہ نگاہوں سے دیکھا۔ اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اس پر بوسے دینے شروع کئے۔ تو میری حیرانی کی حد نہ رہی ٭

بولی "مقدس باپ! خدا آپ کو اس نیکی کا اجر دے۔ میں قبر تک اس کا احسان نہ بھولوں گی۔ کہ آپ نے اس عرصہ تک میرے شوہر کو اصل بات کا پتہ نہ لگنے دیا۔ مجھ سے وعدہ کیجئے۔ کہ میرے مرنے کے بعد بھی آپ اس سے یہ بات چھپائے رکھیں گے" ٭

میں بھونچکا سا رہ گیا۔ کچھ سمجھ نہ سکا۔ بولا۔ "ڈونا کیا کہہ رہی ہو۔ کونسی بات چھپائے رکھوں؟"

وہ بولی "آپ کو کیا معلوم۔ کہ اگر خدانخواستہ اسے بچے کا انجام معلوم ہو گیا۔ تو اسے کیسا صدمہ پہنچے گا۔ للہ آپ کبھی اس کی خبر نہ دیجئے گا" ٭

دفعتہً مجھے اینڈری کی التجا یاد آئی۔ اور میں نے کہا "ایمیلیا فکر مت کرو۔ تمہارا بیٹا خدا کے فضل سے اچھا بھلا ہے۔ اور کوئی دم میں تم سے آکر گلے ملے گا۔ اور . . . . ."

ڈونا ایمیلیا بات کاٹ کر بولی "ہاں بے شک کوئی دم میں میں اس سے گلے ملوں گی . . . . لیکن اگلی دنیا میں . . . . مقدس باپ! آپ میری کچھ فکر نہ کیجئے۔ میں تو اس بات سے اسی دن سے باخبر ہوں۔ جب میرا بچہ خنجر سے قتل کر دیا گیا تھا ٭ کیا آپ خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ خود میں نے نیپلا میں کسی کو اس کام پر مقرر نہ کر رکھا تھا۔ جو مجھ کو میرے بیٹے کی خبر دیتا رہے۔ ایسے خط میں اپنی ایک سہیلی کے نام سے منگاتی تھی۔ تاکہ اگر ان میں کوئی بری بات ہو۔ تو اینڈری کو اس کا پتہ نہ لگنے پائے۔ جس دن مجھ کو اپنے بیٹے کی موت کا خط ملا۔ میں نے اسی دن نیپلا کے پادری کو بڑی التجا کے ساتھ لکھا تھا۔ کہ میرے بیٹے کی موت کی خبر میرے شوہر کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے۔ اور میرے بیٹے کے نیک چال چلن کے متعلق جھوٹ موٹ کے خطوں کا سلسلہ جاری رہے۔ تاکہ میرے شوہر کو کچھ شک نہ گزرے ٭

"چنانچہ جب آپ ہمیں یہ خط سنایا کرتے تھے۔ میں دل ہی دل میں بڑی خوش ہوتی تھی۔ اور آنکھوں ہی آنکھوں میں آپ کا شکریہ ادا کیا کرتی

تھی۔ میں نے جوں توں کر کے یہ صدمہ برداشت کر لیا لیکن میرے ابنڈری کی صحت اچھی نہیں۔ اس کے لئے یہ دہشت ناک حادثہ مہلک ثابت ہوگا۔

"اور اے مقدس باپ! اب میں اپنے ساتھ قبر میں صرف ایک داغ لے جا رہی ہوں۔ کہ میں نے اس سے یہ راز چھپایا۔ کیونکہ جب سے ہماری شادی ہوئی ہے۔ میں نے اس سے کبھی کوئی بات نہیں چھپا رکھی۔"

پادری بالٹر یہ واقعہ سناتے سناتے چپ ہو گئے اور ہمارے چہروں کی طرف دیکھنے لگے۔ ہمارا یہ حال تھا۔ کہ تصویر بنے بیٹھے تھے۔ یہ قصہ سن کر دل بھر آیا تھا۔ اور ہم درزی اور اس کی بیوی کی محبت پر عش عش کر رہے تھے۔

اتنے میں ہم میں سے ایک نے کہا۔ "آہ! تو کیا دونوں کے دونوں اس راز کو جانتے ہوئے اسے ایک دوسرے سے چھپا رہے تھے۔ کہ اسے صدمہ نہ ہو۔"

دوسرے نے کہا۔ "واہ کیسی عبرت ناک داستان ہے"۔ ایک خاتون بولیں۔ "واقعی محبت ہو۔ تو ایسی ہو"!

(ایک ہسپانوی خاتون کے افسانے کا ترجمہ)

چند کارآمد باتیں

۱۔ اسپغول کا چھلکا ملائی میں ملا کر ملنے سے چہرے کی رنگت صاف ہو جاتی ہے۔ غازے کی متلاشی بہنوں کو یہ کریم ضرور استعمال کرنی چاہئے۔ رات کو مل کر سوئیں۔ اور صبح کو نیم گرم پانی سے منہ دھو ڈالیں۔

۲۔ دودھ میں عرق لیموں حل کر کے ملنے سے کیلوں کو بے حد فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ بھی رات ہی کو ملنا چاہئے۔ صبح کو منہ دھو ڈالیں۔

۳۔ بار بار کنگھی کرنے سے سر کے درد کو آرام پہنچتا ہے۔

۴۔ اگر خدانخواستہ چھپاکی نکلے۔ تو نصف ماشہ پھٹکری حل کر کے کھلانے سے آرام ہو جاتا ہے۔

۵۔ سفید ریشم کے رومال۔ جرابیں یا دیگر کپڑے دھوپ میں سکھانے سے زرد پڑ جاتے ہیں۔ مگر سائے میں خشک کرنے سے از سر نو سفید براق نکل آتے ہیں۔

۶۔ باورچی خانے کے تولئے وغیرہ دھونے کے لئے پانی میں دو چمچے بھر نمک یا امونیا اور سہاگا ملا دیا جائے۔ تو سفید نکل آتے ہیں۔

۷۔ چند قطرے یوکلپٹس آئل کے مچھلی میں ڈال کر دھونے سے بساندھ بالکل دور ہو جاتی ہے۔ ب گ۔ ن

دعاء
ایک مجسمہ فرض کر کے

(از حضرت اختر شیرانی اڈیٹر بہارستان لاہور)

تاروں بھری رات سو رہی ہے۔
فطرت مدہوش ہو رہی ہے ٭
ہیں سبزۂ و کہسار خاموش۔
ہر پھول۔ ہر آبشار خاموش ٭
خاموش ہیں مرمریں فضائیں
مدہوش ہیں عنبریں ہوائیں ٭
دنیا ساری نکھر رہی ہے۔
ہر شے کچھ غور کر رہی ہے ٭
اس اُجلے سمے میں اک پری ہے
گویا کوئی شکل مرمری ہے ٭
کمسن۔ معصوم بھولی بالی۔
مکھڑے پہ گلاب کی سی لالی ٭
رنگین پَر پھٹ پھٹا رہی ہے۔
اور تاروں کی سمت جا رہی ہے ٭
نظریں اوپر اُٹھی ہوئی ہیں۔
ننھی زلفیں چھُٹی ہوئی ہیں ٭
بکھرے ہوئے بال اُڑ رہے ہیں
ظلمات کے جال اُڑ رہے ہیں ٭
آنکھوں میں چھلک رہے ہیں آنسو
گالوں پہ ڈھلک رہے ہیں آنسو ٭
اِک دُکھ بھرا گیت گا رہی ہے۔
روتی ہوئی اُڑتی جا رہی ہے ٭
پھیلائے ہوئے ہے اپنی جھولی۔
ہونٹوں پہ ہے نرم نرم بولی ٭
خالق کے حضور میں چلی ہے۔
کچھ رحم کی بھیک مانگتی ہے ٭

سازِ زخمی کی ہے صدا یہ ۔
ٹوٹے ہوئے دِل کی ہے "دعا" یہ ٭

ہمارا قرآن

(از مولوی سید ممتاز علی صاحب)

قرآن مجید کے جو اوصاف خود قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک یہ صفت بھی ہے کہ وہ ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ جو اس سے پہلے انبیاء سابقین پر نازل ہو چکی ہیں یعنی توریت و زبور و انجیل کی + ایسی حالت میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والوں اور نیز ہمارے دیگر علمائے دین کا فرض تھا۔ کہ وہ پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ یہ بات بتاتے۔ کہ توریت وغیرہ کے کن کن احکام کی قرآن مجید نے کن کن مقامات میں اور کن الفاظ میں تصدیق کی ہے + مگر افسوس ہمارے علماء نے اس ضروری کام کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی۔ نہ قرون اولیٰ میں نہ زمانہ حال میں +

سب سے بڑے تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اس زمانے میں بھی اس مفید کام کی طرف توجہ کرنے میں پہل مسیحی مصنفوں نے کی ہے سب سے پہلے مصر کی ایک یورپین عیسائی لیڈی نے ایک کتاب الشواہد کے نام سے شائع کی۔ یہ کتاب کیا ہے۔ قرآن مجید کے پہلے گیارہ پارے ہیں۔ جس میں مصنفہ نے آدھے صفحے میں متن قرآنی لکھا ہے۔ اور آدھے صفحے میں توریت و انجیل کی ہم مضمون آیتوں کے حوالے دئے ہیں + مصنفہ باقی پاروں کی تکمیل میں بھی مصروف ہے +

اسی قسم کی ایک دوسری کتاب ہمارے ایک مسیحی دوست پادری مولوی سلطان محمد افغان نے تصنیف کی ہے۔ جو پہلی کتاب سے بھی زیادہ مفید ہے۔ اور انہوں نے ازراہ عنایت اس کتاب کا ایک نسخہ ہمیں بھی مرحمت فرمایا ہے +

یہ چھوٹی تقطیع کی کتاب ہے۔ اور ہر پہلے صفحے پر توریت و انجیل کی آیات ہیں۔ اور مقابل کے صفحے پر قرآن مجید کی ہم مضمون آیات مع ترجمہ دی گئی ہیں + پادری صاحب اس بات پر افسوس کرتے ہیں۔ کہ ان کے دینی بھائی قرآن مجید کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ اس میں توریت و انجیل کی تعلیم کا بہت سا حصہ بھرا ہوا ہے +

فاضل مصنف نے قرآن مجید کی ایسی آیات دے کر دینی تعلیم کے اس حصے کو جو قرآن مجید اور کتب سابقہ میں مشترک ہے۔ "ہمارا قرآن" کے نام سے موسوم کیا ہے + اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ انہوں نے یہ کام محض دینی سچی کی خدمت کے لئے کیا ہے۔ مگر یہ کتاب اسلام اور

اہل اسلام کے لئے بھی بہت مفید ہو گی۔ اور ہمیں امید ہے۔ اس سے کم از کم ایک نئی تحریک زمرہ علما میں پیدا ہو گی۔ اور اس موضوع پر اسلامی نقطۂ نظر سے نہایت استقصا کے ساتھ کتابیں لکھی جائیں گی۔ ہمیں پادری صاحب کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ کہ انہوں نے ہمیں ایسے مفید کام کی طرف توجہ دلائی۔

یہ کتاب ایم کے خاں باغ دہان سنگھ لاہور سے ۱۲؍ کو دستیاب ہو سکتی ہے۔

رسالہ نور جہاں کا سالانہ نمبر

میر عزیز الرحمٰن صاحب تین سال سے خواتین کے لئے ماہوار رسالہ "نور جہاں" بہت ہمت و استقلال سے چلا رہے ہیں۔ اور ہمیں مسرت ہے۔ کہ نور جہاں بتدریج زیادہ دلاویزیاں پیدا کرتا چلا جا رہا ہے۔ سال میں اس کے دو تین خاص نمبر بھی شائع ہوتے ہیں۔ جن کی ضخامت عام نمبروں سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور جن میں تصاویر بھی معمول سے زیادہ درج کی جاتی ہیں۔

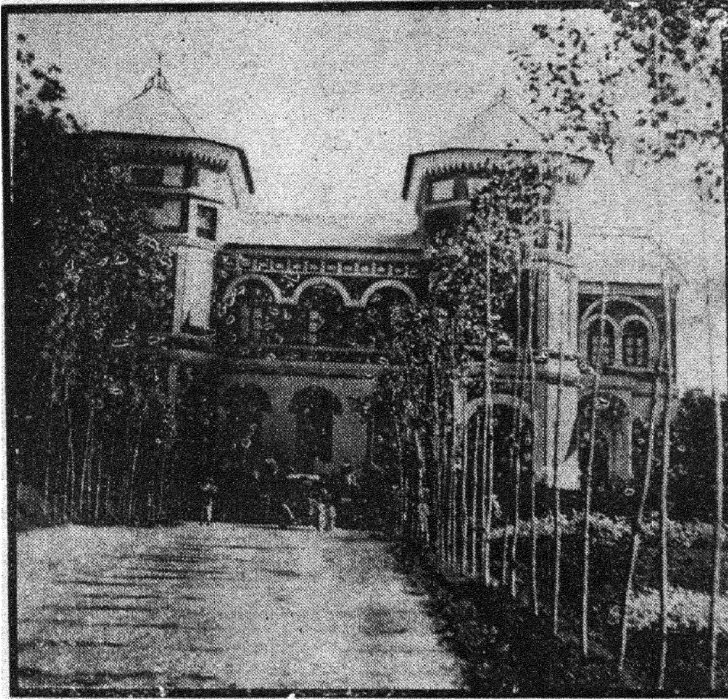
گزشتہ مہینے نور جہاں کا دسمبر اور جنوری نمبر بطور سالانہ نمبر کے ۲۷۲ صفحوں پر شائع ہوا ہے جس میں ۵۸ کے قریب مضامین نثر و نظم۔ دو رنگین اور آٹھ یک رنگی تصاویر ہیں۔ اتنے ضخیم نمبر زنانہ رسالوں کے تو کیا۔ مردانہ رسالوں میں بھی چند ایک ہی کے شائع ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں ایک نسبتاً نئے زنانہ رسالہ کا خواتین کی دلچسپی اور فائدے کے لئے اتنا بہت سامان بہم پہنچانا بڑے حوصلے اور ایثار کا کام ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی باوجود حاسد و عیب چین کہلائے جانے کے اندیشے کے میں اپنی رائے کے مطابق ایک مخلصانہ مشورہ میر عزیز الرحمٰن صاحب کو دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ہمارے ہاں مردوں اور عورتوں دونوں میں اعلیٰ انشا پردازوں کی اتنی افسوسناک کمی ہے۔ کہ فی الحال اردو میں یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔ کہ کوئی ضخیم نمبر شایان شان معیار و کامیابی سے مرتب ہو سکے۔ مجبوراً معمولی مضامین کو بھی درج کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ صفحات کی زیادتی کا وہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ جو ہم مغربی رسائل میں دیکھتے ہیں۔ ہمارے خاص نمبر مرعوب کرتے ہیں محظوظ نہیں کر سکتے اس اظہار رائے سے کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اگر کل کو میں کسی رسالے کا ۲۷۲ صفحوں کا نمبر مرتب کرنے بیٹھوں۔ تو معیار قائم رکھنے میں خود بھی کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ میری مراد صرف اس قدر ہے۔ کہ موجودہ حالات میں کم صفحوں اور بہتر مضامین کے خاص نمبر نکالنا زیادہ مناسب اور فائدہ مند ہے۔ بہر حال میں میر عزیز الرحمٰن صاحب کی ساعی اور ہمت و کوشش مستحق مبارکباد ہے۔ قیمت ۲؍ ۔ ملنے کا پتہ۔ دفتر نور جہاں۔ گوجرانوالہ۔

تاج



مسز: لنڊني کی بیٺی کاٺکه کي ٽي پار ٽي صين



کابل میں خواتین کی کلب کی عمارت
جو غالباً اب تک برباد کر دی گئی ہوگی

The Victoria Press,
Ry., Road Lahore.

انجمن تہذیب نسواں کانپور کا سالانہ جلسہ

انجمن تہذیب نسواں کانپور کے دوسرے سالانہ جلسے کا پہلا اجلاس ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء کو بوقت دو بجے دن جناب انتظار علی صاحب اکسائز انسپکٹر کے بنگلے واقع پریڈ ملے پر زیر صدارت محترمہ بیگم صاحبہ خانصاحب عبدالقیوم صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر جھانسی انعقاد پذیر ہوا۔ تقریباً پچاس خواتین شریک جلسہ تھیں۔ جلسے کا آغاز مسلم گرلز مجیلی اسکول پریڈ کی چند طالبات نے سورہ رحمٰن سے کیا۔ اور فضا خاموشی و تاثر میں ڈوب گئی۔

بعد ازاں محترمہ تہذیب فاطمہ عباسی صاحبہ نے نثر میں خود ساختہ حمد و نعت سنائی۔ اس کے بعد محترمہ اخلاق فاطمہ صاحبہ جائنٹ سکرٹری انجمن تہذیب نسواں کانپور نے کارروائی جلسہ گزشتہ پڑھی۔ اور انجمن کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔ پھر چند کارکنان انجمن نے نظم سال گرہ خوش گلوئی سے پڑھی۔ جس کی لے مسرت و انبساط میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اس کے بعد تہذیب فاطمہ صاحبہ نے اپنا مضمون "بچوں کو پیسہ دینا" سنایا۔ اور اس پر زبانی تقریر کرتے ہوئے حسب ذیل رزولیوشن پیش کیا۔ جو بہ اتفاق رائے پاس کیا گیا۔

۱۔ چونکہ بچوں کو پیسہ خرچ کرنے کے لیے دینے کا طریقہ عام ہے۔ جو بچوں کی اخلاقی و اصلاحی تربیت میں سخت مضرت رساں نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے بغیر بچوں کا صحیح اصول تربیت پر چلنا ناممکن و دشوار ہے۔ پس اس طریقے کو جلد از جلد بند کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہ انجمن تجویز کرتی ہے۔ کہ والدین بچوں کے ہاتھ میں پیسہ دینے کا طریقہ بند کردیں۔ نیز خاص طور پر ماؤں سے استدعا ہے۔ کہ وہ اس اصلاحی مشورہ پر عمل پیرا ہونے کا سچا وعدہ کریں۔ کیونکہ بچوں کی تربیت میں ان ہی کا بہت زیادہ حصہ ہے"۔

مجوزہ۔ تہذیب فاطمہ عباسی صاحبہ۔ موئد اخلاق فاطمہ صاحبہ۔

اس کے بعد محترمہ مسز کالکا پرشاد نے جو ایک قابل اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ "ہمارے ملک میں عورتوں کی حالت" پر ایک نہایت قابلانہ اور مفید لیکچر دیا۔ جس کا ماحصل ہندوستانی عورتوں کی جہالت پر افسوس۔ علم و تعلیم کی خوبیاں ظاہر کرنا۔ مروجہ رسوم اور تکلیف دہ جاہلانہ پابندیوں کی اصلاح اور خواتین کو ان کی زندگی کے اہم اور روشن فرائض سے آگاہ کرنا تھا۔

بعد ازاں نماز عصر کے واسطے چند منٹ کے لئے جلسہ روک دیا گیا۔ اور پھر حسب ذیل مضامین اور لیکچروں سے جلسے کو رونق دی گئی۔

(۱) حقوق نسواں۔ محترمہ ممتاز جہاں صابری صاحبہ

(۲) تعلیم نسواں۔ محترمہ عصمت فاطمہ صاحبہ
(۳) نافرمانی۔ محترمہ برجیس جہاں صاحبہ
(۴) حرص محترمہ رئیس جہاں صاحبہ
(۵) محنت محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ
(۶) پابندیٔ وقت محترمہ برکت سلطان صاحبہ

دوران جلسہ میں مسز کالکا پرشاد صاحبہ نے خواتین کو یہ بھی بتایا۔ کہ کانپور میں عورتوں کی اصلاح تعلیم کا ایک ایسا انتظام کیا گیا ہے۔ جس میں ہر قوم وملت کی بیبیاں شریک ہو کر بچوں کی پرورش حفظ صحت۔ خانہ داری۔ پخت وپز۔ اصول تیمارداری سلائی کٹائی اور اکثر میجک لینٹرن کے ذریعے سے ناصحانہ اسباق سیکھ سکیں گی۔ جن کا جاننا ہر عورت کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔

اس سلسلے میں مسز کالکا پرشاد۔ سکرٹری صاحبان انجمن تہذیب نسواں اور مس تہذیب فاطمہ عباسی نے یہ بھی کوشش کی۔ کہ مسلمان بیبیوں کی ایک خاصی تعداد اس "انتظام اصلاح تعلیم" کی ممبر منتخب ہو جائے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مجمع میں صرف چار پانچ خواتین نے اس میں کسی قدر دلچسپی کا اظہار کیا۔ باقی خاموش رہیں۔ اس وقت مسلمان بیبیوں کی ناواقفیت اور بدذوقانہ خاموشی سخت قابل افسوس تھی۔

اجلاس دوم منعقدہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء

اس روز بھی جلسہ دو بجے دن کو شروع ہوا۔ درحسب ذیل تجاویز یکے بعد دیگرے پیش کی گئیں جن میں سے پہلی تجویز باتفاق آرا پاس ہوئی۔

اور دو پاس نہ ہو سکیں۔

۱۔ یہ انجمن تجویز کرتی ہے۔ کہ چونکہ پان کھانے سے بچوں کو خراب عادتیں پڑتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ وہ تمباکو کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ جو چپکے چپکے صحت کو بگاڑتا ہے۔ اس لئے والدین کو چاہئے۔ کہ وہ بچوں کو پان کھانے کی عادت بالکل نہ پڑنے دیں۔ اور اگر پڑ گئی ہو۔ تو اس کو ہر ممکن طریقے سے قطع کرنے کی کوشش کریں۔"

مجوز تہذیب فاطمہ عباسی صاحبہ۔ مؤید مسز پایا داس پرنسپل ایگری کلچر کالج۔ کانپور۔

۲۔ یہ انجمن تجویز کرتی ہے۔ کہ ہمارے قومی بھائیوں کو ہر شہر میں اپنا ایک قومی محتاج خانہ کھولنا چاہئے۔ تاکہ اس میں ان محتاجوں کی (جو لنگڑے۔ لولے اندھے اور اپاہج ہو کر محتاج کہلانے کے مستحق ہیں۔) کفالت کی جا سکے۔ اور اس کے لئے ہمیں تھوڑی سی امداد گورنمنٹ سے بھی طلب کرنا چاہئے۔ لیکن اس کی اصل کوشش اپنا ہی حصہ ہے۔

مجوز۔ محترمہ تہذیب فاطمہ عباسی۔ مؤید۔ بیگم صاحبہ بابو رشید احمد صاحب۔

جب اس پر خواتین خاموش رہیں۔ اور تجویز پاس نہ ہو سکی۔ تو محترمہ تہذیب فاطمہ عباسی نے پھر کہا:۔

"اچھا اگر فی الحال یہ مسئلہ طے ہونے کے قابل نہیں۔ تو میں آپ کو انجمن دار الخواتین کا وہ مسئلہ

یاد دلاتی ہوں۔ جس پر میں دو ایک گزشتہ جلسوں میں اظہار خیال کر چکی ہوں۔ وہ بھی اپنی قوم کی بےکس اور مظلوم نسائی فرقہ کی بہت بڑی امداد و اعانت کا ذریعہ ہے۔ یعنی مجوزہ انجمن دارالخواتین کے قیام۔ اس کے حالات اور مقاصد کو بالتفصیل بیان کرتے ہوئے۔ خواہش کی۔ کہ براے مہربانی خواتین اس امر پر اسی جلسے میں غور و خوض فرمائیں۔ چنانچہ اس تجویز پر تھوڑی دیر کچھ بحث مباحثہ رہا۔ بالآخر اس رزدلیوشن میں بھی ناکامی کی جھلک نظر آئی۔ اور گویا صرف پان والی تجویز پاس ہونے پر اکتفا ہوگیا ؛

تجاویز کے بعد محترمہ تہذیب فاطمہ عباسی صاحبہ نے تمدن یعنی قومی ترقی پر ایک مبسوط لیکچر دیا۔ جو معلومات پر مشتمل تھا۔ اور جس میں روز ازل سے انسانی ترقیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے موجودہ زمانہ کی ترقیوں اور انسانی کوششوں کا سبق آموز تذکرہ کیا گیا تھا + نیز حصول تمدن کے اصل اصول یعنی علم و عمل محنت و علو ہمتی پر زور دیا گیا تھا + یہ تبلایا گیا تھا۔ کہ ترقی کرنا کسے کہتے ہیں۔ اور آج کل کی عورتوں کو اس میں کس قدر سرگرمی سے حصہ لینا چاہئے۔ جبکہ اول دن سے عورت ہی دنیا کی عملی ترقی میں بہت بڑی حصہ دار رہی ہے +

اس لیکچر کے بعد حسب ذیل تقریریں اور مضامین پڑھے گئے ؛

(۱) نظم نوروز۔ کارکنان انجمن۔ از تہذیب نسواں لاہور

(۲) رسول اللہ کی معراج کب ہوئی۔ اور کس حالت میں۔ محترمہ عنبرت فاطمہ صاحبہ۔

(۳) اصلاح رسوم۔ محترمہ مشتاق فاطمہ صاحبہ۔

(۴) تیمارداری۔ محترمہ اخلاق فاطمہ صاحبہ۔

مندرجہ بالا کارروائی کے بعد علامہ سر محمد اقبال کے مشہور ترانہ "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کی پُر مسرت اور جوش افزا صداؤں کے ساتھ جلسہ ختم کر دیا گیا ؛

اس جلسے سے متعلق ایشیائے دستکاری کی شاندار نمائش بھی منعقد کی گئی تھی۔ جس پر حسب قاعدہ تین درجے کے انعامات مقرر کئے گئے تھے۔ جو حسب ذیل بہنوں کو ملے :۔

اوّل انعام۔ لچکے کے کام پر۔ مسز خان بہادر نظام الدین احمد صاحب کو۔

دوم انعام۔ مرغی کے بچوں پر۔ طالبات مسلم گرلز اسکول کو۔

سوم انعام۔ شیر کی تصویر پر۔ زکیہ بیگم صاحبہ کو ؛

اس مرتبہ ایک سے چار درجے کے انعامات مضمون نگاری کے سلسلے میں بھی تجویز کئے گئے تھے۔ جنہیں مسز کالکا پرشاد صاحبہ نے اپنے دست خاص سے مرحمت فرمایا۔ اور جو ان لڑکیوں کو ملے :۔

اوّل انعام۔ کتاب آج کل۔ برجیس جہاں صاحبہ۔

دوم انعام۔ رائٹنگ پیڈ۔ تہذیب فاطمہ عباسی

صاحبہ کو۔

سوم انعام۔ رائٹنگ پیڈ۔ ممتاز جہاں صابری صاحبہ کو۔

چوتھے درجے کا انعام صرف مددگار چھوٹی بچیوں کے واسطے تھا۔

جلسے کے ساتھ حسب ذیل خواتین کی جانب سے ایک ٹی پارٹی کا بھی انتظام تھا۔ جو نہایت لطف و دلچسپی کے ساتھ ختم کی گئی۔

محترمہ بیگم صاحبہ فہیم الدین صاحب انجنیر

محترمہ بیگم صاحبہ وحید احمد صاحب رئیس۔

محترمہ بیگم صاحبہ ابوالعالی وحیدالدین احمد صاحب

محترمہ بیگم صاحبہ خان صاحب عبدالقیوم صاحب۔

محترمہ بنت سید ابوالحسن صاحب مرحوم سوداگر چرم۔

مشتاق فاطمہ صاحبہ سکرٹری انجمن

خاکسار مشتاق فاطمہ

سکرٹری انجمن تہذیب النسواں۔ کانپور



فرشتوں کی سرگوشی

سیمولی لوبر آئرلینڈ کا نامور مصنف گزرا ہے۔ اسے تمام فنون لطیفہ سے بہت دلچسپی تھی۔ اسی نے تصویریں بھی بنائیں۔ ناٹک بھی لکھے۔ نظمیں بھی کہیں۔ ڈراموں میں پارٹ بھی کئے۔ اپنے وقت کا صاحب کمال سمجھا جاتا تھا۔ اسی کا مندرجہ ذیل گیت نازک جذبے اور ترنم کے باعث بہت مقبول ہے۔ ترجمہ میں ترنم تو کیا رہنا۔ شاید نازک جذبات کا کچھ لطف باقی رہ گیا ہو۔



ایک ننھا بچہ سو رہا تھا۔ اس کی ماں رو رہی تھی۔ شوہر گھر سے دور طوفانی سمندر پر سفر کر رہا تھا۔ جھونپڑی کے باہر سمندر میں بلا کا تلاطم تھا۔ لہریں بے تاب ہو کر باہر نکلی جا رہی تھیں۔ اور اندر عورت دکھ بھرے دل سے پکارتی تھی "میرے پیارے شوہر میرے پاس واپس آجاؤ"

وہ تسبیح پھیر رہی تھی۔ بچہ ابھی تک میٹھی نیند سو رہا تھا۔ وہ دوزانو بیٹھی اسے تک رہی تھی۔ کہ بچے کے چہرے پر ایک تبسم کھیل رہا ہے۔ وہ بولی "میں تیرے اس تبسم کے قربان جاؤں۔ یہ میرے لئے نیک فال ہے۔ میں جانتی ہوں کہ فرشتے تجھ سے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ میرے بچے وہ تیری نیند کے محافظ ہیں۔ میرے ساتھ مل کر دھیرے دھیرے ان سے کہہ۔ کہ وہ تیرے باپ کو بھی اپنی امان میں رکھیں"

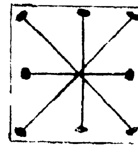
اگلے دن صبح کو شوہر گھر آگیا۔ عورت اپنے بچے کے باپ کو سلامت دیکھ کر خوشی سے رو پڑی۔ اور اپنے بچے کو سینے سے بھینچ کر بولی "میں تو جانتی تھی۔ فرشتے تجھ سے سرگوشیاں کر رہے ہیں"

"ساعت"

دستکاری

اُون کا گلدستہ

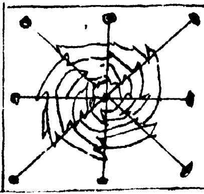
پانچ انچ مربع کارڈ لیں۔ اور ریل کے سفید تاگے کو دُہرا کر پرو دیں۔ اور کارڈ کے بیچ میں سوئی نکالیں۔ مگر ایک انچ کے قریب دھاگا نیچے چھوڑ دیں۔ اور بائیں ہاتھ سے مضبوط پکڑے رکھیں۔ پھر سوئی کو کارڈ کے کونے پر ڈالیں۔ اور بیچ کے سوراخ میں سے واپس نکالیں۔ اسی طرح چاروں کونوں پر اور ان کے درمیان دھاگا پروئیں۔ دیکھو نمبر۱۔



آخری مرتبہ جو دھاگا بیچ کے سوراخ سے نکالا ہے۔ اس سے کسی خوش رنگ اُون کو باندھ کر اسی درمیانی سوراخ سے نیچے کی طرف نکالیں۔ اور بائیں ہاتھ میں جو دھاگا پکڑے ہوئے ہیں۔ اس سے باندھ لیں۔ اون کو چھوٹی گولی یا ہاتھ پر لپیٹ کر لچھے کی مانند بنالیں۔ اب اون کو دائیں طرف سے گھما کر حلقہ بنا کر دھاگے کے نیچے سے اس طرح نکالیں۔ دیکھو نمبر۲۔



دھاگے کے نیچے سے نکال کر اُون کھینچ لیں۔ اسی طرح سب دھاگوں میں سے اُون نکالتے جائیں۔ اب یہ گول ہشت پہلو چکر کی مانند بنتا جائے گا۔ جب ایک انچ کے قریب دھاگے خالی رہیں۔ تو چکر چڑھانے بند کریں۔ دیکھو نمبر۳



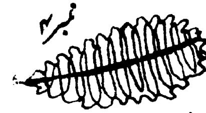
اس میں بنانے کے لئے چکر ذرا الگ رکھے گئے ہیں۔ مگر بنانے میں اُون کو ساتھ لگا کر بنائیں ورنہ پھول ڈھیلا ہو کر کھل جائے گا۔ بنانے میں اُون کو زیادہ نہ کھینچیں۔ ورنہ پھول سکڑ جائیگا۔ اب سوراخوں کے پاس سے دھاگے کتر لئے جائیں۔ اور پھول کو ہاتھ سے ذرا ذرا اوپر کر کے بیچ میں جڑ کے پاس پکڑ کر کھینچ لیں۔ اب پھول کے کناروں کو ہلکے ہلکے انگلی مار کر پیچھے کی طرف جھکا دیں۔ اب کناروں کے سب دھاگوں کو احتیاط سے پکڑ کر جڑ سے ملا کر اسی اُون سے جس سے پھول کا چکر بنایا گیا ہے۔ باندھ دیں۔ (کارڈ پر پھول کا چکر ختم ہونے کے بعد اُون کترنا نہیں چاہئے۔ اسی اُون سے پہلے دھاگے جڑ سے باندھ دیں۔ اور پھر کتریں۔ ورنہ پہلے کترنے سے پھول کھل جائے گا۔

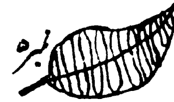
ٹہنی کی ترکیب۔ باریک پیتل کے نرم تار کو ایک باریک سلائی پر لپیٹیں۔ سلائی جب بھر جائے تو سلائی پر سے اُتار لیں۔ مگر تھوڑا سا سلائی پر

رہنے دیں۔ اور اُترے ہوئے تار کو آہستگی سے کھینچیں۔ تاکہ اس کے بل الگ الگ ہو جائیں

اب تار کو چار انچ کے قریب کاٹ لیں۔ اور اس کے دونوں سرے ملا کر سبز اُون سے باندھیں اور ان کو تار کے بل میں لپیٹیں۔ مگر خیال رکھیں اُون کھنچ نہ جائے۔ ورنہ پتی کی شکل بگڑ جائے گی۔ جب پتی ختم ہو جائے۔ تو اُون کو بدھی لکیر کی مانند لا کر جڑ میں باندھیں۔ دیکھو نمبر ۴۔

پتی دو شکل کی بنائی جاتی ہے۔ دوسری شکل دیکھو نمبر ۵





اس میں اُون لپیٹنے کے لئے اول تار کو موڑ کر اس شکل کا بنالیں

اب پھولوں پتیوں میں اندازے ۳ یا ۴ انچ لمبا تار باندھیں۔ اور اس پر سبز اُون لپیٹیں۔ اور پھولوں پتیوں کو ترتیب دے کر گلدستہ بنالیں اور سبز اُون سے باندھیں۔

نوٹ۔ اسی طرح اُون کا پودا بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ پودا تیار کرنے میں ۲ انچ ۳ انچ تار کے مختلف ٹکڑے بنا کر کسی میں خالی پتی۔ کسی میں پھول اور ۳ پتی سبز اُون سے باندھیں۔ اور سات یا آٹھ انچ لمبا تار کا ٹکڑا لے کر سبز اُون سے یہ سب لگاتے جائیں۔ اسی طرح پودا چھوٹا یا بڑا بھی بنایا جا سکتا ہے۔ تحریر میں ترکیب کسی قدر مشکل معلوم ہوتی ہے۔ مگر بنانے میں بہت آسان ہے۔

مریم بائی از بمبئی

کونے کا پھول



یہ پھول تکئے کے کونے۔ میز پوش بچوں کے فراک پر بہت خوش نما معلوم ہوگا۔ اس کی ڈالی اور پتیاں سیاہی مائل سبز ہوں۔ پھول گلابی۔ کاسنی۔ سُرخ۔ رنگ کا جو پسند ہو۔ پھول کے اندر کے بیج زرد بنائیں۔ ڈی ایم سی تاگے سے ریشم سے زیادہ بھلا معلوم ہوگا۔

آمنہ خاتون گورکھپور

دسترخواں پر

کابلی کھچڑی

چنے کی دال ایک سیر۔ چاول ایک سیر۔ پیاز دو سیر۔ آلو بخارا پاؤ بھر۔ زرد آلو پاؤ بھر۔ لیموں چار عدد۔ گھی آدھ سیر۔ ادرک۔ لہسن حسب اندازہ۔

پہلے دال کو اُبال لو۔ جب ادھ گلی ہو جائے تو پانی نتھار کر کسی برتن میں پھیلا دو۔ پھر پیاز کے لچھے کتر کر گھی میں تل لو۔ اور سرخ ہو جانے پر آدھی پیاز اور آدھا گھی نکال لو۔ مگر پیاز اور گھی دونوں الگ الگ رہیں۔ باقی پیاز میں ادرک لہسن پیس کر ڈال لو۔ اور نمک بھی ڈالو۔ اور اچھی طرح بھون لو۔ بھونتے وقت پودینہ۔ کوتھمیر۔ ہری مرچیں کتر کر ڈالو۔ جب بھن چکے۔ تو دال بھی ڈال دو۔ اور لیموں کا عرق بھی نچوڑ کر ڈال دو۔ پھر آلو بخارا اور زرد آلو بھی ڈالو۔ اور بھون کر اُتار لو۔ اب چاول ابال کر پک لو۔ اور دیگچی میں نیچے دال اور اوپر چاول کی تہ بچھا دو۔ پھر بچی ہوئی پیاز اور گھی۔ اور زعفران دودھ میں پیس کر ڈالو۔ اول زعفران ڈالو۔ بعد میں پیاز اور گھی۔ اور خوشبو کے لئے عرق گلاب یا عرق کیوڑہ بھی ڈال دو۔ اور دھیمی آنچ پر دم کے لئے رکھدو۔

چاولوں میں نمک اُبالتے وقت ڈالنا چاہئے۔ اور آلو بخارا اور زرد آلو سوکھے ہوئے ہوں۔ تازہ بھی ڈالتے ہوں۔ تو معلوم نہیں۔ ہماری طرف سوکھے ہی ڈالتے ہیں۔

خاکسار مریم بائی۔ از بمبئی

آلو کی مونگوچھیاں

آلو ایک سیر۔ انڈے پانچ عدد۔ چینی ڈیڑھ سیر

اول آلوؤں کو جوش دے لیں۔ بعد ازاں آلوؤں کو چھیل کر سل بٹہ پر پیس لیں۔ پسے آلوؤں میں پانچوں انڈوں کی سفیدی توڑ کر ڈال دیں لیکن انڈوں میں ایک قسم کی چپٹکی رہتی ہے۔ جس سے بساند پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسے الگ کر کے ملائیں۔ ورنہ بساند ہو جائے گی۔

ہر دو چیزوں کو خوب پھینٹ کر ایک جان کر لیں۔ چینی کا قوام پہلے سے تیار رکھیں۔ لیکن قوام پتلا نہ ہو۔ بعد ازاں کڑاھی میں زیادہ یعنی پیراؤ گھی ڈال کر پھلکیوں کی صورت میں تل تل کر تیار شدہ قوام میں ڈالتی جائیں۔ اور الٹ پلٹ کر دیں۔ نہایت لذیذ و خوش ذائقہ ہوں گی۔

مس بی ابن علی حسن بر داد۔ بہار

حلوا گاجر بغیر گھی

گاجر عمدہ چھ سیر۔ دودھ دو سیر۔ کھویا ایک سیر چینی ایک سیر۔ گاجروں کو کدوکش کر کے دودھ میں ڈال کر پکائیں۔ جب دودھ خشک ہو جائے۔

توگھی یا ڈالڈا ڈال دیں۔ اور چمچہ چلاتے رہیں۔ جب خوب بھن جائے۔ اور خوشبو دینے لگے۔ تو چینی ڈال دیں پانچ منٹ خوب ہلا کر اتار لیں۔ جب خواہش خوشبو اور مصالحہ بھی ڈال سکتے ہیں۔ یہ حلوا گھی کے حلوے سے عمدہ رہے گا۔ میرا آزمودہ ہے۔ ٹھنڈا ہونے پر لذیذ ہوگا۔ دماغ اور اختلاج قلب کے لئے اس کا متواتر استعمال مفید ہے۔

واضح رہے۔ کہ تانبے کے عمدہ قلعی دار دیگچے میں تیار کریں۔ ایلومینیم کے برتن میں جل جانے کا اندیشہ ہے۔ مسز عبدالواحد امرتسر



محفل تہذیب

مجھے کتاب ٹٹنگ کی بے حد ضرورت ہے۔ بھوپال کی کوئی بہن اس طرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ کتاب کی مصنف مسز جی بخش بھوپال میں ہیں۔ غالباً یہ کتاب بھوپال ہی میں شائع ہوئی ہوگی مگر پبلشر کا پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کتاب منگانے میں دقت پیش آرہی ہے۔ جو بہن کتاب ٹٹنگ کے ملنے کا پتہ دیں گی۔ میں ان کی ممنون ہوں گی۔ مسز بشیر معرفت خان بہادر مولوی نذیر احمد صاحب ہوم اینڈ جوڈیشل منسٹر جموں

آج کل آگرہ میں چیچک کا بہت زور ہے۔ اس مرض میں ڈاکٹر ریاست حسین کی محافظ چیچک گولیاں بہت زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔ لہذا مختلف مقامات کی بہنوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اگر اور کبھی چیچک کی شکایت سننے میں آئے تو وہ فوراً ان گولیوں کو منگا کر اپنے بچوں کو کھلادیں اور غریبوں کو تقسیم کرا دیں۔ بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ ان کے استعمال سے چیچک نہیں نکلنے پاتی۔ ۲۰ گولیوں کی قیمت ۵ر اور چالیس گولیوں کی قیمت ۸ر ہے۔ ملنے کا پتہ:۔

ڈاکٹر سید ریاست حسین ایل ایم۔ بی (ہومیو)
شاہ گنج آگرہ

راقمہ ایک خریدار

بہ استفسار دوا نشانات عرض ہے۔ کہ ہر بڑے شہر میں دوا فروش کی دکان سے داد مرہم بآسانی مل سکتا ہے۔ بہ اطمینان استعمال کریں اس پر ہندی میں لکھا ہوتا ہے "داد کی دوا" ہر روز یا دو مرتبہ دس پندرہ منٹ تک مالش کریں ایک گھنٹے بعد نیم گرم پانی اور کاربالک صابن سے دھو کر خشک کر لیں۔ ضرور فائدہ ہوگا۔

۲۔ کسی تہذیبی بہن کے پاس ناریل کے ورق اتارنے کی مشین ہو۔ تو بذریعہ تہذیب باخط آگاہ کریں۔ کہ وہ کس کارخانے سے مل سکتی ہے۔

ممنون ہوں گی ۔ بنت سید نور صاحب سپرنٹنڈنٹ آف بندولبست دموہ سی۔ پی

براہ نوازش کوئی بہن بذریعہ تہذیب اطلاع دیں۔ کہ اگر کسی غیر زبان کی کتاب یا کسی مضمون کا ترجمہ اُردو زبان میں کیا جائے۔ تو کیا مصنف سے اجازت طلب کرنی ضروری ہے ؟ مفصل کیفیت لکھیں ۔ یاسمی ناگپور

منیجر۔ مصنف کی اجازت بغیر اس کی تصنیف کا ترجمہ کرنا اخلاقاً اور قانوناً قابل اعتراض ہے ۔

میری والدہ کو پانچ سال سے دم کشی کی بیماری ہے۔ ڈاکٹروں حکیموں کا علاج کیا گیا۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اب پیٹ میں درد بھی ہو جاتا ہے اور پیٹ بڑھ بھی جاتا ہے۔ اور سینہ میں بھی درد ہوتا ہے۔ کوئی بہن ازراہ عنایت اس کے مجرب نسخے سے مطلع فرمائیں ۔ زینب بائی کراچی

میری ایک بیس سالہ دوست کے چودہ سال کی عمر میں گال کے نیچے ایک پھوڑا نکلا تھا۔ جو کچھ عرصہ بعد اچھا ہو گیا۔ لیکن اس جگہ بدنما داغ اور گڑھا پڑ گیا۔ اگر کوئی بہن یا بھائی اس داغ کے دور ہونے کا کوئی علاج یا نسخہ بتائیں۔ تو تا زیست ممنون احسان رہوں گی ۔ ایک حاجت مند

میرے ایک ماموں کے چندیا پر تمام بال جھڑ گئے اکھڑ رہے ہیں۔ یہ شکایت ان کو کوئی سال ڈیڑھ سال سے ہے۔ روزانہ جب برش کرتے ہیں۔ تو بال اکھڑتے رہتے ہیں۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بہت جلد "بال ہیڈ" بن جائیں گے۔ اگر کسی تہذیبی بہن یا بھائی کو کوئی علاج معلوم ہو۔ تو فوراً بذریعہ تہذیب اطلاع دیں۔ ممنون ہوں گی ۔

۲۔ اُردو میں کونسی ڈکشنری (لغات) اچھی ہے۔ نام قیمت اور ملنے کے پتے سے آگاہ فرمائیں ۔

۳۔ اگر اُردو کی ایسی کتاب جیسی انگریزی لیٹر رائٹروں کی طرح تمام قسم کے خوشی اور غمی کے اُردو خطوط درج ہوں۔ تو اس کے پتے اور قیمت سے بھی مطلع کریں ۔ مس ممتاز شہاب الدین فریزر ٹاؤن بنگلور

---

۱۵ دسمبر کے اخبار میں جو مصالحہ تہذیبی مصالحہ کے نام سے درج ہے۔ اس کے بارے میں میرے یہ چند سوالات بہن گ۔ن صاحبہ سے ہیں:۔

۱۔ یہ مصالحہ جن اشیاء سے تیار کرتے ہیں۔ وہ گرم ہیں۔ یا ٹھنڈی۔ (۲) دودھ آلولوں میں گرم کیا ہوا ڈالا جائے یا کچا؟ (۳) اس مصالحہ سے سر دھونے کے بعد ہر ایک قسم کا تیل استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یا کوئی خاص تیل؟ راقمہ ایک خریدا

انعامی معما

ذیل میں ایک بہت مشہور بادشاہ۔ حکیم اور سپہ سالار کے ناموں کے الفاظ غلط ترتیب میں لکھے جاتے ہیں۔ ان حروف کا مطالعہ فرماکر بتائیے۔ کہ ان سے کس بادشاہ کا نام نکلتا ہے۔

۱۔ د ی ن ش ہ ل و ا ا ر ر

۲۔ س ل و ی ب ی ا ن ع

۳۔ خ ا ن د و د ا ی ل ل ب

جواب میں صرف نام لکھے جانے چاہئیں۔

ہدایات:۔

۱۔ جو بہنیں معمے کا صحیح حل بھیجیں گی۔ قرعہ اندازی کے ذریعے ان میں سے کسی ایک کو پانچ روپے کا انعام دیا جائے گا۔

۲۔ ہر حل کے ساتھ ار کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ ورنہ جواب کو انعامی مقابلے میں شامل نہ کیا جائیگا۔ معمے کا ۱۹ فروری تک دفتر میں موصول ہو جانا چاہئے۔

۳۔ لفافے پر اڈیٹر معما لکھا ہونا چاہئے۔ اور اندر دفتر کی کوئی اَور تعمیل طلب بات نہ ہو۔

باوجود ہر بار یہ تاکید کر دینے کے۔ کہ معمے کے جواب میں جو لفافے بھیجے جائیں۔ ان پر واضح طور سے اڈیٹر معما لکھ دینا چاہئے۔ بعض بہنیں اب تک بے احتیاطی برتتی ہیں۔ اور اوپر اڈیٹر تہذیب نسواں اور منیجر تہذیب نسواں لکھ دیتی ہیں۔ معمے کا جو جواب آئے۔ اس کے لفافے پر صرف مندرجہ ذیل عبارت ہونی چاہئے۔

اڈیٹر معما

دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

عہد حاضرہ کی ایک برگزیدہ خاتون

جمہوریہ امریکہ کے نئے صدر مسٹر ہربرٹ ہوور کی بیوی غالباً عورتوں میں پہلی خاتون ہیں۔ جنہوں نے دنیا کے ممالک اور اجنبی مقامات کی سیر سب سے زیادہ کی ہے۔

موصوفہ کی عمر کا بیشتر حصہ اپنے شوہر کے ساتھ ملک ملک کی سیاحت میں صرف ہوا ہے۔ کبھی خشکی کا سفر ہے۔ تو کبھی سمندر کا۔ اور کبھی اُن دشوار گزار مقامات کا۔ جہاں نہ ریل چلتی ہے۔ نہ جہاز۔ مسٹر ہوور گھوڑے پر سوار ہیں خادم پیچھے ٹٹوؤں پر خانہ داری کا سامان اور خیمے لادے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ چلتے چلتے رات ہو گئی ہے۔ اب اگر آس پاس کوئی سرائے ہوئی تو خیر۔ ورنہ راستے ہی میں خیمے نصب ہو گئے۔ رات بھر سب نے وہیں آرام کیا۔ صبح ہوئی۔ تو پھر وہی بادیہ گردی کی سمائی۔ پھر مزا یہ کہ سفر میں وہ سب سامان موجود ہے۔ جو اچھے خاصے خوش حال گھر میں ہونا چاہئے۔ یہاں تک کہ مچھروں سے بچنے کے لئے مسہریاں بھی ساتھ ہیں۔

مسز ہوور جنہیں سیاحت اور جان جوکھوں کے مشاغل سے از حد دلبستگی ہے جب کبھی اپنے ان شباب کے واقعات کا ذکر کیا کرتی ہیں تو کہا کرتی ہیں۔ "یہ زمانہ میری عمر کا مسرور ترین زمانہ تھا"۔

سفر میں مسز ہوور کی ایک اور بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ موصوفہ جب کبھی کسی متمدن شہر میں قیام کرتیں۔ اور قیام خواہ تھوڑے ہی دنوں کے لئے ہوتا۔ اور ہوٹلوں میں انہیں آرام دہ سے آرام دہ اور اچھی سے اچھی جگہ بھی مل جاتی۔ لیکن موصوفہ ایک علیحدہ مکان لے کر رہنا پسند کرتی تھیں۔ موصوفہ کا خیال ہے۔ کہ جو لطف اور آزادی اپنے گھر میں ہے۔ وہ ہوٹلوں میں نہیں۔

مسز ہوور مقام آئووا میں پیدا ہوئیں۔ بعد ازاں ان کی ماں کی صحت کے خیال سے ان کا خاندان لوس انجیلو میں نقل مکان کر گیا۔ وہاں موصوفہ نے ایک ہائی اسکول میں تعلیم پائی۔ بچپن ہی سے آپ کا رجحان علم طبیعات کی طرف بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے سائنس کا گہرا مطالعہ کیا۔

ہائی اسکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد۔ جبکہ موصوفہ ابھی لڑکی ہی تھیں۔ تو انہیں لیلینڈ سٹینفورڈ یونیورسٹی میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں سے موصوفہ ایک فلاسفر اور مصلح بن کر نکلیں۔ اب ان کے

دل میں بنی نوع انسان کی بہتری کا خیال پیدا ہوگیا۔ اور موصوفہ دنیا کے معاملات سے گہری دلچسپی لینے لگیں ٭

لندن کے اخبار ایوننگ پوسٹ میں ڈروتھی ڈوکس نے آپ کی سیرت کا ایک مختصر سا خاکہ کھینچا ہے۔ یہ خاتون لکھتی ہیں:-

"مسز ہوور ایک شاہانہ انداز سے سر پر اپنے سفید بالوں کا تاج پہنے۔ لوگوں کے مجمع میں ایک ملکہ معلوم ہوتی ہیں۔ اور دوسرے لوگ ان کی رعایا۔ جس مجلس میں داخل ہوتی ہیں۔ سب کی نگاہیں خودبخود ان کی طرف اُٹھ جاتی ہیں۔ زرد چہرے پر ہر وقت ایک گہری سوچ میں ڈوبے رہنے کے نشان۔ موصوفہ کی ذکاوت اور فہم و ادراک کا پتہ دیتے ہیں"٭

مسز ہوور کی زندگی پر امریکن عورتیں جس قدر فخر کریں بجا ہے۔ اگرچہ مسز موصوفہ عورتوں کی رہنما کہلانا پسند نہیں کرتیں۔ لیکن موصوفہ نے اپنی تیس سالہ ازدواجی زندگی میں جو جو کام کئے ہیں اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی ٭

۱۹۲۳ء میں موصوفہ نے امریکن عورتوں کی جسمانی صحت کو بہتر بنانے کے لئے ایک طریقہ ایجاد کیا۔ جو ایسا مقبول اور مفید ثابت ہوا۔ کہ امریکہ کے فوجی محکمہ نے اسے اپنے ہاں رائج کر لیا ٭

مسز ہوور اگرچہ بوڑھی ہو چکی ہیں۔ لیکن اس عمر میں بھی آپ کے دل میں سیر و سیاحت کا شوق بدستور موجود ہے۔ خصوصاً گھوڑے کی سواری آپ کو بہت مرغوب ہے۔ سال کے سال موصوفہ اپنے خاندان کو ساتھ لے کر کچھ عرصے کے لئے خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے کھُلے میدانوں کا دورہ کیا کرتی ہیں ٭

علاوہ ازیں مسز ہوور حد درجہ کی مہمان نواز بھی واقع ہوئی ہیں۔ اور خانہ داری کے معاملات میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔ اپنے دونوں بیٹوں اور پوتوں سے موصوفہ کا برتاؤ ایسا محبت آمیز ہے۔ کہ وہ موصوفہ کو اپنی بزرگ سے زیادہ ایک رفیق اور ہمدم سمجھتے ہیں ٭

یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ اپنے شوہر کے انتخاب کے دوران میں موصوفہ نے بجائے اپنے رسوخ اور اثر سے کام لے کر مسٹر ہوور کو کچھ مدد دینے کے۔ خاموشی اور دُنیا کے معاملات سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ موصوفہ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اس کنارہ کشی میں ایک خاص حظ حاصل ہوا تھا ٭

اب ہم موصوفہ کے روز مرہ کے عادات و خصائل مختصر طور پر تحریر کرتے ہیں ٭

خواہ کیسی ہی تقریب ہو۔ لیکن موصوفہ کبھی جواہرات نہیں پہنتیں ٭

موصوفہ کا لباس ہمیشہ گہرے نیلے یا سیاہ

رنگ کا ہوتا ہے۔ جب وہ کسی سوگ میں نہیں ہوتیں۔ اس وقت بھی اسی قسم کا لباس زیب تن کرتی ہیں۔

موصوفہ قصے کہانیاں اور ناولوں کے پڑھنے میں اپنا وقت کبھی ضائع نہیں کرتیں۔ بلکہ ہر رات سونے سے پہلے اقتصادیات اور علم مدن کی کتب کا مطالعہ کرتی ہیں۔

متحرک تصاویر خود اُتارتی ہیں۔

خاندان بھر میں موٹر چلانے کا کام آپ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ واشنگٹن میں موصوفہ اپنے شوہر کے لئے موٹر چلاتی ہیں۔ یہی نہیں لمبے سفروں میں بھی شوفر کا کام آپ خود ہی سرانجام دیتی ہیں۔

موصوفہ پانچ زبانوں میں گفتگو کرتی ہیں۔

کشیدہ کاری کی از حد دلدادہ ہیں۔

موصوفہ بہت سادہ مزاج ہیں۔ آج کل کی عورتوں کی طرح نہ بہت اونچے کُرتے پہنتی ہیں۔ اور نہ اتنے لمبے کہ بُرے معلوم ہونے لگیں۔ اور اسی طرح بوٹ بھی۔ نہ بہت اونچی ایڑی والے پہنتی ہیں۔ نہ بہت نیچی ایڑی والے۔ بلکہ درمیانے درجے کے بوٹ استعمال کرتی ہیں۔

عورتوں کی صحت

یہ تو سب جانتے ہیں۔ کہ عورتوں کی عمر مردوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور صحت کے لحاظ سے بھی یہ مردوں سے زیادہ صحت مند اور تندرست ہوتی ہیں۔ لیکن لندن کے محکمہ حفظان صحت نے عورتوں۔ مردوں کی صحت کے جو اعداد و شمار لکھے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ۱۸ برس سے ۴۵ برس تک کی عمر والی عورتوں کی صحت جنگ عظیم کے بعد سے برابر رو بہ تنزل ہے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے۔ جس میں ہر شخص پہلے سے زیادہ صحت مند ہو رہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اس زمانے میں مردوں اور بچوں کی نسبت عورتیں ہی زیادہ بیماری اور دُکھوں کا شکار ہو رہی ہیں؟

اس کا جواب محکمہ حفظان صحت خود ہی دیتا ہے۔ کہ ۱۸ برس کی عمر والی سبھی عورتوں کی صحت ابتر نہیں۔ بلکہ صرف غیر شادی شدہ عورتیں جو اپنی روزی آپ پیدا کر رہی ہیں۔ صرف ان ہی کی صحت پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ اس عمر کی نوجوان بیویوں کی صحت بہت بہتر ہے۔

عورتوں کی اس کمزوریٔ صحت کے کئی اسباب پیش کئے جا سکتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آج کل کی تہذیب حد سے زیادہ عیش پسند واقع ہوئی ہے۔ اور آج کل کی عورتیں کھیل تماشوں اور رقص و سرود کی محفلوں میں جا جا کر اور اپنے کو تھکا کر صحت برباد کر رہی ہیں۔ دوسری طرف یہ سبب بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ عورتوں نے اپنے ذمے ایسے ایسے کام لے رکھے ہیں۔ جو ان کے لئے بے حد گراں اور کٹھن ہیں۔

درحقیقت یہ دونوں باتیں صحت پر بُرا اثر ڈالتی ہیں۔ مثال کے طور پر سُنئے۔ ایک عورت سارا دن دفتر میں کام کرتی ہے۔ شام کو جب وہ تھکی ہاری گھر آتی ہے۔ تو چار پانچ گھنٹے بہت کھیل کھیلنے کے مشاغل میں صرف کر دیتی ہے۔ اور رکھتی ہے۔

خوب تفریح طبع ہو گئی۔ لیکن درحقیقت اس کا صحت پر اُلٹا اثر ہوتا ہے ؀

ہمارے ملک میں سب سے زیادہ مہلک تفریح طبع سینما کا حد سے بڑھا ہوا شوق ہے۔ شاید اس ولولہ انگیز تفریح طبع کے پہلے تاثرات کسی حد تک مسرت بخش ہوں تو ہوں۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ اس کا آخری اثر گرانیٔ طبع اور تھکان ہی ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ تکان یقینی طور پر ایک ہر وقت کے رہنے والے اضطراب کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس سے صحت بگڑ جاتی ہے ؀

چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جونہی یہ لڑکی اپنے دفتر سے واپس آتی۔ تو دل اور دماغ کو نہایت آرام اور سکون پہنچاتی۔ لیکن یہ لڑکی غلط قسم کی تفریح طبع سے اپنے دل و دماغ کو اور بھی گراں بار بنا لیتی ہے ؀

اس کے برعکس ایک شادی شدہ لڑکی کو اوّل تو گھر کے کام کاج اور فرائض سے اتنا وقت ہی کہاں ملتا ہے۔ کہ وہ اسے محض کھیل تماشوں میں ضائع کر دے۔ اور اگر کبھی گھڑی دو گھڑی کو فرصت ملتی بھی ہے۔ اور وہ کسی کھیل تماشے میں چلی جاتی ہے۔ تو یہ اس کے لئے بجائے نقصان دہ ہونے کے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے ؀

حقیقت میں عورتیں اپنی آزادی اور اوقات فرصت کے بہترین مصرف سے ابھی تک واقف نہیں ہوئیں۔ اس میں حیرانی کی بات نہیں۔ کیونکہ آزادی کا پہلا گھونٹ ہمیشہ بے خود اور سرشار بنا دیا کرتا ہے۔ لیکن ایک دن آئے گا۔ جب عورتیں اپنی آزادی کا مناسب استعمال سمجھنے لگیں گی ؀

مردوں کی بات جدا ہے۔ وہ عرصے سے آزادی کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور سمجھ چکے ہیں۔ کہ آزادی کو تھوڑی تھوڑی مقدار میں صرف کیا جائے۔ تو بے حد مسرت بخش ہوتی ہے ؀

کاروباری مرد روز روز کھیل تماشوں میں نہیں جاتے۔ اور جائیں بھی کیسے صبح سویرے اُٹھ کر دفتر جانے کا خیال سر پر سوار ہو تو بہت جلد کھیل تماشوں سے جی اُکتا جاتا ہے ؀

عام طور سے دیکھا گیا ہے۔ کہ کام کاج والے مردوں کی ایک کثیر تعداد شام کا زیادہ حصہ گھر میں اپنے اہل بچوں کے ساتھ بڑے آرام اور چین سے بسر کرتی ہے۔ اور اس سے انہیں ایسی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ کہ ہزاروں کھیل تماشے اس کے مقابلے میں ہیچ نظر آتے ہیں ؀

دوسری طرف عورت کا دل کام میں وہ دلچسپی نہیں لیتا۔ جو مرد کا دل لیتا ہے۔ چنانچہ معدودے چند عورتیں ایسی نکلیں گی۔ جنہیں اپنے کام کاج میں کچھ تشفی حاصل ہو۔ جب ان عورتوں کو کام سے تسلی نہیں ہوتی اور ان کا دل و دماغ ایک تھکن سی محسوس کرنے لگتا ہے۔ تو وہ اس تھکن کو اُتارنے کے لئے اندھا دھند کھیل تماشوں کی طرف لپکتی ہیں۔ جس سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے ؀

خبریں اور نوٹ

ترکی میں لاطینی رسم الخط کو بیحد ہردلعزیزی حاصل ہو رہی ہے۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک سب اس جدید رسم الخط کے سیکھنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

استنبول یونیورسٹی میں انہی دنوں جدید رسم الخط کے متعلق ایک تقریر ہوئی۔ جسے آواز بڑھانے والے آلہ کے ذریعے مختلف مقامات تک پہنچانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

مقرر نے بیان کیا۔ کہ عربی رسم الخط سے ہماری ترقی مسدود ہوگئی ہے۔ ہمارا عربی رسم الخط اختیار کرنا ایک خالص تاریخی واقعہ ہے۔ ہم نے یہ رسم الخط اختیار کرنے میں سخت کوشش کی۔ لیکن اس کوشش میں ہم نے اپنی زبان کی قوت و طاقت ضائع کردی۔ کیونکہ عربی رسم الخط موجودہ تہذیب کی ضروریات پورا کرنے کے قابل نہیں۔

ہمارے ڈاکٹر عربی خط میں نسخہ جات لکھنے کی جرات نہیں کرتے۔ بنکوں۔ تجارت گاہوں اور شعبہ ہائے سائنس و فلسفہ وغیرہ میں خاص خاص اصطلاحات کا عربی خط میں لکھنا محال ہوگیا ہے۔ لہذا ہم نہیں چاہتے۔ کہ آیندہ نسلوں کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ موجود رہے۔ عثمانی رسم الخط حکومت کے ساتھ ہی ختم ہوگیا ہے۔ جدید رسم الخط پرانی حکومت کے رسم و رواج کے اثرات کو زائل کردے گا۔

شاہ افغانستان جب سے قندھار آ گئے ہیں۔ کابل پر باغی لیڈر "بچہ سقہ" کی حکومت ہے۔ پچھلے ہفتے افواہ اڑی تھی۔ کہ بچہ سقہ شاہی فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔ یا کہیں بھاگ گیا ہے۔ لیکن یہ افواہ غلط تھی۔ وہ اب تک کابل کا بادشاہ بنا بیٹھا ہے۔ تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچہ سقہ کے طرفدار باغیوں اور شاہی فوجوں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ چنانچہ ۲۷ جنوری کا ماسکو کا تار ہے۔ کہ کابل سے پچیس میل کے فاصلے پر قبائل کے لشکر اور بچہ سقہ کے حامیوں کے درمیان خونریز ہنگامہ ہوا جس لشکر نے کابل پر دھاوا کیا تھا۔ بچہ سقہ کے ساتھیوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں بچہ سقہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور وہ مقتولین و مجروحین کی کثیر تعداد چھوڑ کر بھاگ گئی۔

لندن سے ۳۰ جنوری کو بذریعہ فری پریس خبر آئی ہے۔ کہ کابل پر قبضہ کرنے کے لئے شاہ امان اللہ خاں اور بچہ سقہ کی فوج کے درمیان جنگ ہوئی۔ جس میں شاہی فوج کو فتح حاصل ہوئی۔ اس لڑائی میں بچہ سقہ کا بیٹا بطور قیدی گرفتار کر لیا گیا۔ اور بعد میں اسے گولی سے مار دیا گیا۔

ان خبروں کے علاوہ کابل کے حالات کے متعلق

اور بہت سی خبریں آتی ہیں۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

شہر کابل پر ہوائی جہاز کے ذریعے اشتہار پھینکے گئے۔ جن میں باشندگان شہر کے نام شاہ امان اللہ خاں کا پیغام درج تھا۔ کہ "میں بدستور بادشاہ ہوں۔ اور عنقریب حملہ کر کے بچہ سقہ کو نکال باہر کروں گا"۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہ ہوائی جہاز قندھار سے بھیجا گیا تھا۔

کہتے ہیں۔ کہ شاہ امان اللہ خاں نے باغیوں کی شورش کو دیکھتے ہوئے اپنے قندھار جانے سے پہلے ہی بہت سا سامان مثلاً گولہ بارود۔ ہتھیار خزانہ ذخیرہ ہوائی جہازوں کے ذریعے قندھار بھیج دیا تھا۔

بچہ سقہ نے کابل میں مارشل لا جاری کر دیا ہے۔ جس کی رو سے چھ بجے شام سے پہلے تمام باشندے اپنے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور سورج نکلنے سے پہلے باہر نہیں نکلتے۔ کابل میں قحط پڑ گیا ہے۔ ایک روپے کو ایک روٹی مشکل سے ملتی ہے۔ کابل اور اس کے قرب وجوار میں بد امنی پھیلی ہوئی ہے۔ اس وقت نہ وہاں کوئی حکومت ہے۔ نہ کوئی قانون۔ کہا جاتا ہے۔ کہ بچہ سقہ ایک ان پڑھ جاہل اور کم رو آدمی ہے۔ کاغذات پر دستخطوں کی بجائے انگوٹھا لگاتا ہے۔

تمام سفارت خانے کابل سے منتقل ہو کر پشاور آ رہے ہیں۔ تاجروں کے اہل وعیال بھی ہوائی جہازوں پر پشاور لائے جا رہے ہیں۔

شاہ امان اللہ خاں کے بہنوئی سردار علی احمد جان نے اپنے بادشاہ بننے کا اعلان کر دیا ہے۔ "ٹائمز آف انڈیا" لکھتا ہے۔ کہ یہ شخص بہت بہادر اور ایک اعلیٰ جنگجو ہے۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزوں اور افغانوں کے درمیان راولپنڈی میں جو صلح کانفرنس ہوئی تھی۔ اس وقت علی احمد جان افغان وفد کا لیڈر تھا۔ ۱۹۲۴ء میں خوست کی بغاوت فرو کرنے میں اس نے بڑا کام کیا ہے۔ امان اللہ خاں کی طرف سے باغیوں سے بات چیت کرنے کے لئے پچھلے دنوں اسے ہی بھیجا گیا تھا۔ اب اس نے فوج جمع کر لی ہے۔ اور کچھ فوج بچہ سقہ کے خلاف بھیج بھی دی ہے۔

افغان قونصل متعینہ بمبئی کا بیان ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں نے باشندگان قندھار۔ فرانس۔ ہرات۔ مزار صحارلیف میمانس اور کتاغان کی درخواستوں پر قوم کی بہبودی کے خیال سے عنان سلطنت پھر سنبھال لی ہے۔ ان مرکزوں پر بہت زور سے قومی سرگرمیاں شروع ہو گئی ہیں اور قندھار کو ہیڈ کوارٹر بنایا گیا ہے۔ ہزارہ مہمند۔ اور دررک اور جنوبی افغانستان کے دیگر قبائل نے شاہ امان اللہ کے ساتھ اپنی مسلسل وفاداری کا اظہار کیا ہے۔

جنرل نادر خاں ابھی تک قندھار نہیں پہنچے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ آپ ماسکو میں ہیں۔

پشاور سے اطلاع ملی ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں کی والدہ محترمہ نے اپنے بیٹے سے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں خود تمام علاقے میں دورہ کروں گی۔ اور اپنے خاندان کے اثر ورسوخ کو کام میں لا کر تخت کابل انہیں واپس دلانے کے لئے سارے قندھار کو میدان جنگ میں لے آؤں گی۔

اب نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ علیا حضرت نے ایک دلولہ جہاد کے ساتھ فوجی بھرتی کا کام شروع کر دیا ہے۔ اور ان دنوں آپ نئے لشکر کی ترتیب میں شبانہ روز حصہ لے رہی ہیں۔

لندن ۲۶ جنوری۔ اس سال حسب معمول دربار منعقد کئے جائیں گے۔ یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ ان تمام درباروں میں بادشاہ سلامت موجود ہوں گے۔ لیکن ۱۲ فروری کو جو دربار منعقد ہوگا۔ بادشاہ سلامت کی جگہ ضروری فرائض پرنس آف ویلز ادا کریں گے۔

آج کل پرنسس وکٹوریا علیل ہیں۔ آپ کو معمولی انفلوئنزا ہوگیا ہے۔ اور گلے میں خراش ہے۔

لندن ۲۸ جنوری۔ جب بادشاہ سلامت کو کافی افاقہ ہو جائے گا۔ تو خطابات کی فہرست بغرض منظوری پیش کر دی جائے گی۔ سرکاری حلقوں میں یقین کیا جاتا ہے۔ کہ شاید ملتوی شدہ فہرست فروری میں شائع کر دی جائیگی۔

مسز سروجنی نائیڈو نے لندن میں اپنی کسی سہیلی کو لکھا ہے۔ کہ امریکہ میں میری خوب آؤ بھگت ہوئی۔ عورتوں کی تمام منتدر انجمنوں اور سوسائیٹیوں نے مجھے اپنا خاص مہمان بنایا اور خاطر و مدارات کی۔ اسی طرح تمام مردانہ لیگوں اور ایسوسی ایشنوں حتیٰ کہ حبشیوں کی انجمنوں نے بھی میرا خیر مقدم کیا۔ اب میں نے اپنا دوسرا دورہ کیلئے فورنیا اور شمالی و جنوبی ریاستوں میں شروع کیا ہے۔ اس کے بعد میں کینیڈا جاؤں گی۔ جہاں اپریل کے آخر تک رہنے کا ارادہ ہے۔

رومانیا میں ۲۱ جنوری سے ایک سواری گاڑی برف میں دبی کھڑی ہے۔ اندیشہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس گاڑی کے مسافروں میں بہت سے سردی اور بھوک سے مر چکے ہیں۔ اس گاڑی کے ڈبوں سے برف بارہ بارہ فٹ اونچی جم گئی ہے۔ چار انجن امداد کو گئے تھے۔ مگر وہ بھی برف میں دب گئے ہیں۔ امدادی فوج گاڑی کو برف سے نکالنے کے لئے کوشش کر رہی ہے۔

امپیریل لمیٹیڈ کمپنی نے اگلے مہینے سے ہر ہفتے لندن سے ہندوستان کو ڈاک کا ہوائی جہاز چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ چٹھیوں پر فی تولہ ۲ ½ ایک شلنگ خرچ پڑے گا۔ اور فی سواری ایک طرف کا کرایہ ۱۴۰ پونڈ لگے گا۔ مسافروں کو راستے میں تفریح کے لئے کچھ کھانا بھی ملا کرے گا۔

حضور وائسرائے نے اسمبلی کے اجلاس کا

ایک عجیب اشتہار

ماؤ، بہنو، بیٹیو!

محفلِ تہذیب میں تمہاری مفید و لذیذ بالمکاتبہ بات چیت نے میرے دل پر بڑا اثر کیا جس پر میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے ہاں کی بعض مفید چیزوں کا اشتہار تہذیبِ نسواں میں تمہیں مخاطب کر کے دوں۔ اور پھر اُن کے متعلق تمہاری سچی اور بے لوث رائے کو محفلِ تہذیب میں پڑھنے کا منتظر رہوں۔ پس اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں اپنے ہاں کا شہرۂ آفاق اور نہایت لذیذ **"شاہی نمک سلیمانی"** تمہاری خدمت میں پیش کرتا ہوں جو (۱) ہضم الطعام اور معدہ کے جملہ عوارض و الام۔ مثل قراقر، تخمہ، متلی، درد شکم، اور بادگولہ کیلئے اکسیر ہے (۲) تمہارے لئے تمہارے بچوں کیلئے اور گھر کے بوڑھوں کیلئے یکساں مفید ہے۔ (۳) جسکی خوبیوں پر ہزارہا خریداروں کی شہادات کے علاوہ کراچی بڑودہ اور پونا کی نمائشوں کے پے در پے سرٹیفکیٹ گواہ ہیں۔ (۴) جسکا ذائقہ نہایت لذیذ و فرحت بخش اور پیکنگ نہایت نفیس و دلکش ہے۔ (۵) اور جسکی مندرجہ بالا خوبیوں کا **ثبوت** یہ ہے۔ کہ جو بہن یا بہنیں چاہیں وہ کسی اپنے ایسے بزرگ یا عزیز و رشتہ دار کی تصدیق کرا کر جو مثلاً سو روپے ماہوار سے زائد کے سرکاری ملازم یا پنشنر ہوں۔ آنریری مجسٹریٹ ہوں۔ یا زمیندار جاگیردار یا تعلقہ دار ہوں۔ تین شیشی سے لیکر ایک درجن شیشی تک ان کے نام سے اس شرط اور وعدہ پر مفت منگالیں۔ کہ اگر چیز پسندیدہ ہوگی تو اس کی رقم معہ محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ وہ صاحب رسید پارسل سے ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے منی آرڈر کے ذریعہ بھیج دیں گے۔ ورنہ پارسل اپنی جانب سے محصول ڈاک و رجسٹری خرچ کر کے مجھے واپس کر دیں گے۔ ورنہ ایک ہفتہ کے بعد کراچی میں مجھے رقم واجب الادا کے بے باک کر دینے کے ذمہ دار ہوں گے۔ جو بہنیں اس انتظام کو پسند کریں اور میرا اعتبار کریں وہ ایک ایک شیشی دیکھ کے ذریعہ طلب فرمائیں۔ اور اپنی بے لوث رائے سے محفلِ تہذیب میں بھی اور براہِ راست بھی مطلع فرمائیں۔ قیمت فی شیشی ۶ر ہے اور محصول ڈاک ایک سے دو شیشی تک ۲ر، ۴ شیشی تک ۸ر، ۵ سے آٹھ شیشی تک بارہ آنے۔ اور ایک درجن شیشی پر بشرطیکہ بارہ روپے پیشگی وصول ہوں محصول ڈاک یا کرایہ ریل معاف ہے۔

حاجتمند یا تجارت پسند پردہ دار بہنوں کیلئے سبیل معاش!

جو بہنیں بعد تجربہ اس مفید عام چیز کی ایجنسی لینی چاہیں انہیں کچھ کمیشن بھی دیا جائیگا۔ اور مال ایک درجن سے ایک گرس یعنی بارہ درجن تک کسی معزز رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کی سفارش اور ایک ماہ سے تین ماہ کے اندر اندر ادائگی رقم کی ذمہ داری کے وعدہ پر پہلے مفت ہی بھیج دیا جائیگا۔ ہاں ریل کا کرایہ وغیرہ انہیں خود ہی دینا ہوگا۔

المشتہر: مینیجر انڈین میڈیسن ایجنسی کمپنی۔ کیمپ کراچی (سندھ)

خاص ترکی چارشف

ترکی چارشف اور مصری برقعہ جو دو سال سے فروخت ہو رہے ہیں مقبول عام ہوتے ۔

چارشف بیلوں سے سجایا ہوا لٹھے کا عہ زنانہ عہ

پاپلین عہ والا میں ناپ پیشانی سے سرکی جانب سے لیکر کمر سے قدرے نیچا کہ ہاتھ نہ کھلیں۔ دوسرا ناپ کمر کی چوڑائی کا۔ تیسرا کمر سے لیکر پیر کے ٹخنوں تک ہو

مصری برقعہ سادے لٹھے کا ئے زنانہ عہ پاپلین عہ

ناپ پیشانی سے سر کی جانب سے لے کر پیچھے ایڑی تک

ملنے کا پتہ:-

اہلیہ بدرالحسن مرحوم محلہ شیخ پٹی ۔ بدایوں

سیاحوں کی کہانیاں

اس کتاب میں ان جوانمرد سیاحوں کا حال درج کیا گیا ہے جنہوں نے دنیا کے نئے نئے حصوں کو معلوم کرنے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ سخت سے سخت مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائیں۔ اور آخر کار کامیاب ہوئے ۔

امریکہ آسٹریلیا۔ اور قطب شمالی و جنوبی۔ دریائے نیل کا منبع اور تبت کے پایہ تخت لاسا وغیرہ کا حال اس میں درج ہے ۔ قیمت عہ

ملنے کا پتہ:-

دفتر تہذیب النسواں لاہور

بعدالت بخشی صفدر علی صاحب سب جج بہادر درجہ سوئم ہوشیار پور

میراں علی ولد جھنڈا خاں ذات راجپوت سکنہ دہانہ تھانہ ماہلپور پرگنہ گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور۔ بنام

مساۃ برکت بیوہ نھو۔ مساۃ کریم بی بی زوجہ برکت علی مساۃ جنتی زوجہ مبارک علی۔ مساۃ نواب بی بی زوجہ مبارک ذات راجپوت سکنہ دہانہ تھانہ ماہلپور پرگنہ گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور

دعویٰ استقرار حق

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتی ہیں۔ لہذا ان کے خلاف اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم مذکورہ بالا عدالت ہذا میں ۱۲ فروری ۱۹۲۹ء کو برائے پیروی وجوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر نہ ہوں گی۔ تو ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی ۔

آج بتاریخ ۹ جنوری ۱۹۲۹ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

ایڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم ۔ مرکنٹائل پبلشنگ ہوس باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا اور سید ممتاز علی مالک ومہتمم نے دفتر تہذیب النسواں سے شائع کیا

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۲	لاہور ہفتہ ۲۳ فروری ۱۹۲۹ء	نمبر ۸

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین

مقدّس مہینہ

دن اور مہینے سب اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان میں نہ کوئی اچھا ہے۔ نہ کوئی بُرا۔ سعادت اور نحوست صرف ہمارے اعمال کی ہے۔ جو دن یا ساعت نیک کاموں میں گزرے۔ وہ نیک ساعت ہے۔ اور جو وقت گناہوں اور بُرے کاموں میں گزرے۔ وہ منحوس گھڑی ہے۔ خدا تعالےٰ نے جو دستور العمل اور ضبط اوقات اپنے بندوں کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ اس کی رُو سے رمضان شریف کا مہینہ عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

جناب پیغمبر خدا صلعم اس مہینے میں گھر بار چھوڑ چھاڑ کر باہر جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ اور غار حِرا کے اندر یاد حق میں اس درجے محو رہا کرتے تھے۔ کہ اس محویت میں کھانا پینا تک بھول جاتے تھے۔ یہی محویت کا عالم طاری تھا کہ خدا کا فرشتہ ان کے پاس پیغام الٰہی لایا۔ کیسے مبارک ہیں وہ بندے جو اپنے نبی کے قدم بقدم چلتے۔ اور اس پاک مہینے کی عزت و حرمت کرتے ہیں۔ اور کیسے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس کی تقدیس کا خیال نہیں کرتے۔

جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ رمضان میں جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان جکڑ کے باندھ لئے جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس مہینے میں نیک بندے عبادت۔ پرہیزگاری اور نیک کاموں کی وجہ سے شیطان کو اُبھرنے نہیں دیتے۔ اور رات دن نیکیوں کے بجالانے میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی روزہ دار اپنے تئیں گناہ سے باز نہ رکھے۔ تو نہ شیطان باندھے جائیں گے۔ نہ جنت کے دروازے کھلنے پائیں گے۔ پس ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ نیک طریق عمل سے اپنے پیغمبر برحق کی بات کو سچ کر دکھلائیں۔ اور شیطان کو خوب جکڑ کر باندھیں۔ اور گناہوں سے بچ کر اور نیک کاموں میں لگ کر اپنے اوپر بہشت کے دروازے کھلوائیں۔

رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ بہتیرے روزہ دار ایسے ہیں۔ جن کو روزہ سے بغیر بھوک اور پیاس کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ یعنی انہیں کوئی ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ روزہ اصل میں یہ ہے۔ کہ نہ صرف پیٹ کو کھانے پینے سے روکا جائے۔ بلکہ آنکھ۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکا جائے۔ اور سب سے بڑا درجہ تو یہ ہے۔ کہ دل کو بھی گناہ کے خیال سے باز رکھا جائے۔ کیونکہ آنحضرت نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ روزہ امانت ہے پس تم میں سے ہر ایک کو لازم ہے۔ کہ اپنی امانت کی حفاظت کرے۔ اور جب کہ آپ نے آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے

کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔" تو آپ نے اپنا دست مبارک اپنے کان اور آنکھ پر رکھ کر ارشاد فرمایا۔ کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا امانت ہے۔ اس حدیث اور ایک اور حدیث کی بنا پر سفیان ثوریؒ کا یہ مذہب ہے۔ کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص روزے میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے۔ تو محض کھانا پینا چھوڑنے کی اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں۔

ایک اور حدیث ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ دو شخصوں کا روزہ تھا۔ انہوں نے آنحضرت کے سامنے نماز پڑھی۔ اور آپ کے سامنے ہی کسی کی غیبت کی۔ جب وہ نماز پڑھ چکے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ دو بارہ وضو کر کے پھر نماز پڑھو۔ تم نے جو غیبت کی۔ تو اس سے وضو بھی ٹوٹ گیا۔ اور نماز بھی فاسد ہو گئی۔ اور روزے کے باب میں حکم دیا۔ یہ روزہ پورا تو کرو۔ مگر یہ روزہ بھی نکما ہوا۔ گو اس کا توڑنا اچھا نہیں۔ مگر اس کے بدلے ایک اور روزہ رکھنا ہوگا۔

ان حدیثوں سے اس باب میں ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ کہ روزے میں جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور گو ظاہر بین شریعت کے عالم اس فعل کو روزے کا مفسد نہ کہیں۔ مگر جب حضور بانی شریعت نے خود فرما دیا۔ کہ نماز دو بارہ پڑھو۔ اور روزہ بھی اور رکھو۔ تو علماء ظاہر بین کی کیا حقیقت ہے؟

غیبت کے گناہ سے مرد بھی خالی نہیں۔ مگر اس کی جو شدت اور کثرت عورتوں میں ہے۔ اس سے خوف ہے۔ کہ بہت سی عورتوں کے روزے ضرور بیکار ہوتے ہوں گے۔ اور وہ سخت گنہگار۔ بہت سی عورتیں مجھ سے پوچھتی رہتی ہیں۔ کہ آیا سرمہ لگانے۔ سر میں تیل ڈالنے۔ خوشبو سونگھنے۔ کھانے کا نمک چکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یا نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ ان وہموں میں مت پڑو۔ ان میں سے کسی چیز سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مگر جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے سے روزہ ضرور ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا روزہ داروں کو بے حد خیال چاہئے۔

وہ بیبیاں بڑی قسمت والی ہیں۔ کہ جس طرح اس مہینے کو پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ اسے اسی پاکیزگی سے گزارتی ہیں۔ اور اپنے ہر کام اور ہر خیال میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا شوق رکھتی ہیں۔ گناہ سے بچنا ہر حالت اور ہر وقت میں لازم ہے۔ لیکن ہم کمزور بندے ہیں۔ اور دنیا کی پھسلن میں ہم سے ضرور لغزشیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے اس پاک مہینے میں گناہ سے بچنے کی ہمیں خاص کوشش کرنی چاہئے۔ اگر اپنی کمزوری سے عاجز

ہوکر ہم جھوٹ بولنے یا کسی کی حق تلفی یا غیبت کا ارادہ کریں۔ تو ہمیں فوراً یاد آنا چاہیئے۔ کہ ہم روزے سے ہیں۔ اور ہم پر رمضان شریف کا پاک مہینہ گزر رہا ہے۔ ہم اسے ناپاک نہ کریں ؛

خاکسار سید ممتاز علی

ہمارے پیغمبر کا معجزہ کیا تھا؟

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری۔
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ؛

دنیا کے جملہ انبیا اپنا کوئی نہ کوئی خاص نشان (معجزہ) رکھتے تھے۔ جن کی تفصیل دینی کتابوں میں درج ہے۔ لیکن ہمارے خاتم الرسل صلعم کا معجزہ کیا تھا؟ بظاہر تو کچھ بھی نہ تھا۔ دوسرے نبی لکھے پڑھے عالم فاضل تھے۔ لیکن آپ کیا تھے؟ بظاہر تو کچھ بھی نہ تھے محض اُمّی تھے۔ اس کے معنے یہ کہ آپ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے ؛ عربوں کی شاعری بہت شہرت رکھتی تھی۔ لیکن آپ کو اس میں مطلق دخل نہ تھا۔ آپ نے نہ تو کوئی نظم موزوں کی۔ نہ کوئی کتاب تصنیف فرمائی۔ اسی طرح آپ کے پاس نہ تو دولت ثروت موجود تھی۔ نہ کوئی دنیوی حشمت کی چیز ؛ ایک جگہ آپ خود فرماتے ہیں :-

دنیا میں ایک دوسرے پر افضلیت اور امتیاز کے جو بہت سارے اسباب ہوتے ہیں۔ ان میں سے میں کسی ایک کا بھی مالک نہیں ہوں"؛

مولانا یعقوب حسن سیٹھ مؤلف کتاب الہدیٰ کشاف الہدیٰ نے ایک جگہ کیا اچھا بیان کیا ہے۔ کہ تمام پیغمبروں کے معجزے ان کی زندگی تک کام دیتے تھے۔ لیکن بعد والوں کے لئے تو وہ ایک قصہ اور کہانی سے بڑھ کر نہیں"؛ اس کے بعد مولانا نے ہمارے ہادی برحق کے معجزے کی ہمیشگی کو اس طرح بیان کیا ہے :-

"آپ کا لایا ہوا مذہب دنیا کے لئے آخری مذہب ہے۔ جو دنیا کے خاتمے تک قائم رہے گا ؛ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور انبیا کی آمد ختم۔ اس لئے آپ کی نبوت کی نشانی اور آپ کے لائے ہوئے مذہب کی صداقت کی دلیل ایسی پختہ اور قوی ہونی چاہیئے کہ وہ بے کم وکاست مذہب کے ساتھ دنیا کے خاتمے تک باقی رہے۔ اور ہر زمانے میں اس کا معجزہ پن اپنی اصلی آب وتاب کے ساتھ قائم رہے"؛

مولانا کے کلام میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ؛ ہمارے پیغمبر کے اسی معجزے کے متعلق مولانا حالی مرحوم فرماتے ہیں ؛ ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی۔
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی ؛

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے۔
کہ گونج اٹھے دشت وجبل نام حق سے +

بس یہ تھا آپ کا معجزہ۔ کیا ہی نایاب معجزہ تھا۔ اور کیا ہی دائمی معجزہ!!

اس معجزے کے متعلق قرآن مجید نے بڑے زور سے یہ دعوے کیا ہے:۔

یہ کیا کہتے ہیں۔ کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو (اے پیغمبر!) اگر تم سچے ہو۔ تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ + (ھود۔ رکوع ۲۔ آیت ۱۳)

پھر ایک اور جگہ یوں فرمایا:۔

جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے۔ اس کے متعلق تمہیں کوئی شک ہے۔ تو اس کی مانند (دس سورتیں تو کیا لکھ سکو گے۔) ایک ہی سورت اس کی مانند لکھ کر دکھاؤ۔ اور اگر تمہیں سچے ہونے کا دعویٰ ہے۔ تو اپنے گواہوں کو بلاؤ۔ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو۔ اور تم ہرگز ایسا نہیں کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں + (البقر رکوع ۱۔ آیت ۲۳ و ۲۴)

پس اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ مقدس کتاب انسانوں کی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ ایک غیر انسانی ہستی اور اس زبردست طاقت نے اس کو تصنیف کیا ہے۔ جو ہم سب پر حکمراں ہے +

سورہ بقر کی پہلی سطر میں ارشاد فرماتا ہے:۔

اس کتاب میں کچھ بھی شک نہیں ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے +

دوسری جگہ لکھا ہے:۔

"یہ برکت والی کتاب ہے۔ جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے۔ تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں۔ اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں + (۳۔ ۳ ع ص)"

یہ قرآن لوگوں کے لئے بیان ہے۔ اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے + ۹۱۔ ۱۴ ع آل عمران)

ایک صاحب نے کسی دقیق مسئلہ کے متعلق ایک بزرگ مولوی صاحب سے سوال کیا لیکن وہ مسئلہ ان کی سمجھ سے بالا تھا۔ وہ دوسروں کو کیا خاک سمجھاتے۔ فرمانے لگے "مذہب کے معاملات میں ہماری ناچیز عقل کو کوئی دخل نہیں"+

واہ مولوی صاحب! آپ نے بھی کیا فرمایا:۔
جناب حضرت واعظ کا واہ کیا کہنا۔
جو ایک بات نہ ہوتی تو اولیا ہوتے +

قرآن مجید میں تو ایک بات بھی خلاف عقل نہیں بیان کی گئی ہے۔ عقل والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ اور قرآن نے بار بار اس کی تاکید فرمائی ہے۔ کہ ہم اس کی آیتوں

پر غور کریں۔ اس قسم کے مولوی صاحبان کی خدمت میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش ہے

تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے ؟
یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

(۵- ۳ع محمد)

کہاں یہ عقل و دانش کا مخزن قرآن پاک اور کہاں یہ بے عقلی کی باتیں۔ کہ مذہب کے معاملات میں انسانی عقل کا دخل نہیں۔ جہاں قرآن شریف نے عقل اور مذہب کا تعلق قایم کیا۔ وہاں ان بزرگو نے عقل اور مذہب کو بالکل دو مختلف چیزیں ثابت کر کے زمانۂ حال کے نوعمر مسلمانوں کو مذہب کی طرف سے ڈرایا۔ اور گمراہی کے غار میں دھکیل دیا ہے۔ ان مولوی صاحبان کو ٹیڑھی ٹانگوں پر ہی اعتراض کرنا آتا ہے۔ لیکن راہ مستقیم بتانا نہیں آتا۔

اگر ہم کو دنیا میں راہ مستقیم کوئی بتا سکتا ہے۔ تو وہ مولوی صاحبان نہیں۔ بلکہ وہ ہمارے پیغمبر کا نادر معجزہ ہے۔ جو آج پوری کائنات میں قرآن مجید کے نام سے مشہور ہے۔ بے شک

ایمان والوں کیلئے ہدایت اور بشارت ہے!

(۲- ۱ع نمل ۷)

دلفگار۔ مس حجاب اسمٰعیل

طبی معلومات

ہر خانہ دار بی بی کے لئے بہ نسبت دوسرے ضروری امور خانہ داری سے واقفیت رکھنے کے جن کے علم و عمل سے روزانہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام دئے جا سکتے ہیں۔ بقائے صحت انسانی کے لئے علم طب سے واقفیت حاصل کرنا اشد ضروری اور لازمی ہے۔ کیونکہ اسی علم پر انسانی نسل کی حفاظت۔ ہمدردی اور ترقی منحصر ہے۔ اول تو ہر ایک تعلیم یافتہ خاتون کے لئے ایک کامیاب معالج ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے تمام زیر نگراں اشخاص کی صحت کا دارومدار بہت کچھ اس فن کی واقفیت پر ہے۔ اور بیماری کی حالت میں وہی بہتر مددگار یا خدمت گزار ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ نہیں۔ تو کم از کم ہر ایک خاتون کے لئے مریض کو وقتاً فوقتاً امداد پہنچانے اور ادویات کے استعمال کے لئے مناسب مشورہ دینے اور دیکھ بھال کرنے کے لئے کم و بیش ضروری طبی معلومات حاصل کرنا لازم ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ قدرتی طور پر نرسنگ یا تیمارداری کے کام کے لئے عورت سے زیادہ کوئی موزوں نہیں۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ تمام ہسپتالوں میں خواہ زنانے ہوں یا مردانے۔ نرسنگ کا کام خاص طور پر عورتوں کے سپرد ہے۔ ایسی حالت میں اگر نرسنگ کا کام کسی اپنی عزیز رشتہ دار عورت کے ہاتھ میں ہو۔ تو مریض کے لئے کتنی بڑی خوشی اور اطمینان کا باعث ہو سکتا ہے۔

بیمار اور بیماری کا واسطہ دنیا میں ہر گھر سے

ہے۔ کوئی گھر ہمیشہ بیماری اور بیمار سے ناآشنا نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ کوئی گھر بھی تیمارداری سے ناآشنا نہ ہو۔ کیونکہ تیمارداری یا مریضوں کی دیکھ بھال کے طریقے نہ جاننے سے مریض مرض کے علاوہ دوسری بہت سی تکالیف کا شکار ہوتا رہتا ہے۔

جو عورت اس ضروری اور افضل ترین علم سے محروم ہے۔ وہ گریجویٹ ہوتے ہوئے بھی خانہ دار ہونے کی حیثیت میں مکمل خانہ دار بی بی کہلائے جانے کی مستحق نہیں ہوسکتی۔ مغربی ممالک کی تہذیب تعلیم یافتہ قوموں نے اس راز کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اور اسی لئے وہاں کے زنانہ اسکولوں میں حفظان صحت کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اسے ایک ضروری اور لازمی مضمون قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے نہ صرف سرکاری طور پر نرسنگ کی تعلیم کا مناسب بندوبست کر رکھا ہے۔ بلکہ پبلک اور پرائیویٹ طور پر بھی اس کے متعلق سرگرمی سے کام لیا جا رہا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ ایسے کام زیادہ تر وہاں کی عورتوں نے خود اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں۔

مغربی ممالک کو اس بات پر فخر و ناز ہے۔ کہ بہ نسبت ہندوستان کے وہاں شرح اموات بہت ہی قلیل ہے۔ انگلستان وغیرہ میں عورتوں اور بچوں کی شرح اموات میں ۵۰ فی صدی کی آگئی ہے۔ اگر اہل یورپ اپنے اعلیٰ درجے کے یتیم خانوں۔ غریب اور بیکس بچوں کی محافظ سوسائیٹیوں معذور بچوں کے اسکولوں۔ نرسنگ ہوموں اور چھوٹے بچوں کو دن بھر کے لئے سنبھالنے کی انسٹی ٹیوشنوں غرضکہ ان تمام سوشیل اور رفاہ عام کی انجمنوں پر فخر کر سکتے ہیں۔ جو غریبوں۔ بیماروں۔ کمزوروں اور بے کسوں وغیرہ کے لئے قایم ہیں۔ تو یہ سب کچھ ان ممالک کی ترقی یافتہ عورتوں کی سرگرم دلچسپی اور دانش مندانہ اتحاد عمل کی وجہ سے ہے۔

کاش کہ ہندوستانی تعلیم یافتہ عورتوں میں بھی یہ ذوق سلیم پیدا ہو۔ کہ وہ بھی یورپین بہنوں کی طرح رفاہ عام اور بالخصوص عورتوں اور بچوں کی بھلائی کے کاموں میں دلچسپی لینے کے لئے ایسے علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کریں۔ اور ہر ممکن طریقے سے اس کے حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں۔

زنانہ نصاب تعلیم میں خاص طور پر حفظان صحت کے ضروری مضمون کو بہ نسبت دیگر مضامین خانہ داری کے افضلیت کا درجہ دینا چاہئے۔ کیونکہ اس علم سے بے بہرہ ہونے سے ہماری خانہ داری کی تعلیم بالکل نکمی ٹھہرتی ہے۔ ہندوستانی مستورات بکثرت بیمار ہوتی دیکھی جاتی ہیں۔ اور دن بدن ان کی جسمانی صحت ناقص ہوتی جا رہی ہے۔ اور بیماریاں ترقی پذیر ہو رہی ہیں۔ اس کا سبب جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ وہ مستورات کی قواعد حفظان صحت سے عدم واقفیت ہے۔ اور اسی ناواقفیت

کے باعث ہم ایسے کام کرتے رہتے ہیں۔ جو بظاہر ہمیں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ان کا نتیجہ ہمیشہ بہت بُرا نکلتا ہے۔ چونکہ ہمیں کسی مرض کے متعلق کچھ واقفیت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم کوئی مناسب رکھ رکھاؤ یا پرہیز بھی نہیں رکھ سکتے ہیں۔ کہ جس سے کم از کم مرض بڑھنے نہ پائے۔ بلکہ عدم واقفیت کے سبب ایسی مضر صحت اشیاء کا استعمال کرتے چلے جاتے ہیں۔ جو مرض کو سرعت سے ترقی دینے کا سبب بن جاتی ہیں۔ یہ باتیں صرف ان پڑھ یا لاعلم مستورات تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ پڑھی لکھی عورتوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ انہیں ایسی کتابیں یا رسالے پڑھنے کا کم موقع ملتا ہے۔ یا یوں کہئے۔ کہ وہ عمداً نہیں پڑھتیں۔ جو انہیں حفظان صحت کے زریں اصولوں کا درس دیں۔ اور ان کی طبی معلومات میں اضافہ کریں۔ وہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کرنا صرف طبابت پیشہ عورتوں ہی کا فرض خیال کرتی ہیں۔ سمجھتی ہیں۔ کہ ہمیں کوئی ڈاکٹر یا حکیم طبیب تھوڑا ہی بننا ہے۔ جو حکمت کی کتابیں پڑھیں۔

یہ دیکھ کر بے انتہا مسرت و انبساط حاصل ہوتی ہے۔ کہ مستورات کی تعلیم کی اس کمی کو پورا کرنے اور انہیں افعال اعضاء انسانی سے واقف کرنے کو منیجر صاحب نے تہذیب نسواں کے ماہوار اڈیشن میں فروری ۱۹۲۹ء سے مفید مضامین کا سلسلہ جاری فرما دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ ان مضامین کے مطالعہ سے تمام تہذیبی بہنوں کی طبی معلومات میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ اگر تہذیب میں یہ سلسلہ بدستور قایم رہا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ قایم رکھے۔) اور بہنیں اس کے مطالعہ پر ذوق و شوق سے عمل پیرا رہیں تو انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں تہذیبی بہنیں طبی معلومات میں کافی واقفیت حاصل کرلیں گی۔ اور امید کہ جلد ہی وہ اس قابل ہو جائیں گی۔ کہ وقتاً فوقتاً اپنے گھر کے مریضوں کی نگرانی اور مکمل تیمار داری کر کے ایک اعلیٰ درجہ کی نرس کا کام دے سکیں۔

خدا کرے۔ کہ جناب منیجر صاحب کی اس سلسلے میں سعی و کوشش اپنی ملکی بہنوں کے لئے مفید ثابت ہو۔ اور بہنیں اس ضروری فن کو سیکھنے کے لئے ویسی ہی کمربستہ ہوں۔ جیسا کہ پیارا تہذیب مستورات کی رہنمائی اور خدمت کے لئے کمربستہ ہے۔

اللہ کرے شوق عمل اور زیادہ!

خاکسار گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل صاحب
وکیل کپورتھلہ

انگریزی نما اُردو

بہن مس حجاب اسمٰعیل صاحبہ کا جو مضمون مندرجہ بالا عنوان پر تہذیب نسواں میں شائع ہوا ہے۔ اس کے مطالعہ سے بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے اس اہم اور ضروری امر کی طرف توجہ دلا کر

اُردو دان پبلک (میں اس لفظ کے لکھنے پر مجبور ہوں - کیونکہ اس سے بہتر لفظ خاص اُردو میں مجھے نہیں ملا) پر بہت بڑا احسان کیا ہے - اور امید ہے - کہ یہ مضمون نہایت غور و خوض کے ساتھ پڑھا جائے گا - اور بہن صاحبہ کی ہدایات پر سب لوگ عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے ؛

مجھے اس مضمون سے بحیثیت مجموعی اتفاق ہے - لیکن میں یہاں ان چند امور کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی - جو اس مضمون کے مطالعہ سے مجھ خاکسار کے ذہن میں آئے ہیں + سب سے اول قابل ذکر جو بات ہے - وہ یہ ہے - کہ بہن صاحبہ نے اُردو میں جملہ انگریزی الفاظ سے عدم تعاون کرنے کی تجویز پیش کی ہے ؛

میرے نزدیک ایسا عدم تعاون درست نہیں - کیونکہ بہت سے انگریزی الفاظ اس طرح اُردو میں کھپ گئے ہیں - اور عام طور پر مروج ہیں - کہ ان کا مفہوم سمجھنے میں کسی کو دقت نہیں ہوتی - خواہ کوئی تعلیم یافتہ ہو یا ناخواندہ ؛

مثلاً اسٹیشن (جس کے لئے بہن موصوفہ نے ریل گاہ جیسا غیر مانوس ترجمہ تجویز کیا ہے - نکٹائی (جس کا مفہوم گردنی فیتہ سے شاید پورے طور سے ادا نہیں ہوتا) کالر (جس کے لئے شاید بہن موصوفہ "پٹہ" یا "طوق" کا نام تجویز کریں) یہ اور ایسے ہی دوسرے الفاظ جو اُردو میں کثرت سے مستعمل ہیں - اور اُردو زبان کا جزو ہو گئے ہیں - ہرگز کسی ترجمے کے محتاج نہیں ہیں - اور نہ یہ مناسب ہی معلوم ہوتا ہے - کہ ایسے الفاظ کی جگہ غیر مانوس ترکیبوں کے اُردو الفاظ استعمال کئے جائیں - کیونکہ ایسا کرنے سے زبان بالکل محدود ہو جائے گی - اور اس میں ترقی کرنے کی اہلیت نہیں رہے گی ؛

دنیا کی کسی زبان کو لے کر دیکھئے - ہر زبان میں دوسری زبانوں کے بہت سے الفاظ ملیں گے - جو اس زبان میں بالکل کھپ گئے ہیں - اور فی الحقیقت جزو زبان ہو گئے ہیں - مثلاً انگریزی زبان میں کوٹ - خدمتگار - خانساماں - فلاحین (مصری کاشتکار) پلاؤ وغیرہ الفاظ بے دریغ مستعمل ہیں - اور ان کے ترجمہ کرنے کی زحمت کسی کو محسوس نہیں ہوتی + اس لئے جہاں تک محض الفاظ کا تعلق ہے - ہر زبان کے لئے جو ترقی کرنا چاہتی ہے - اور دنیا کی علمی زبانوں میں شمار ہونے کا دعویٰ کرتی ہے - یہ لازمی ہے - کہ وہ دوسری زبانوں سے مناسب الفاظ لے - اور اپنے اندر پیوست کر لے + اس طرح زبان کی ترقی جاری رہے گی - اور مسدود نہ ہو گی ؛

اُردو زبان یا کسی اور زبان میں دوسری زبانوں کے بے محل اور بے جا فقروں کی آمیزش بیشک قابل اعتراض ہے - اور اس کے متعلق جو کچھ بھی بہن موصوفہ نے بیان کیا ہے - وہ بالکل بجا ہے اور مجھے اس سے کلی اتفاق ہے + جہاں تک

ہو سکے۔سب کو کوشش کرنی چاہئے۔کہ ایسے فقرے اُردو زبان میں استعمال کرنے سے احتراز کریں ۔

دوسری بات جو قابل اظہار ہے۔وہ یہ ہے کہ بہن موصوفہ نے گو انگریزی الفاظ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا ہے۔لیکن اس پر خود بھی پورے طور سے عامل نہ ہو سکیں۔چنانچہ انہوں نے اپنا نام "مس" حجاب اسمٰعیل تحریر فرمایا ہے۔حالانکہ لفظ مس کی جگہ وہ آسانی سے "بنت" یا "دختر" کا لفظ لکھ سکتی تھیں۔لیکن یہ صاف ظاہر ہے۔کہ موخر الذکر الفاظ لفظ "مس" کا مترادف نہیں ہیں۔کیونکہ مس کے معنے میں جو ناکتخدائی کا پہلو مرکوز ہے۔وہ عربی اور فارسی کے الفاظ میں ناپید ہے ۔

غالباً یہی وجہ ہے۔جو بہن موصوفہ نے عربی اور فارسی کے الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا ہے۔اور انگریزی لفظ کو ترجیح دی ہے ۔ ان کا یہ فعل میرے ان خیالات کے عین موافق ہے۔جن کا اظہار اوپر کیا گیا ہے ۔

خاکسار بدر جہان بیگم۔مسز فضل الٰہی قریشی از دہلی

نوکروں کے ہاتھوں پریشانی

نوکروں کے ہاتھوں جس قدر نقصان پریشانی اور کوفت میں نے اُٹھائی ہے۔وہ ایک افسوسناک داستان ہے۔اور اس کا بیان میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے ۔

ایک ملازمہ کو عادت تھی۔کہ گوشت بھونتے ہوئے اچھی اچھی بوٹیاں نکال نکال کر کھا لیتی تھی۔دودھ پر سے تمام بالائی اُتار لی۔اور پھر دودھ جما دیا۔صبح کو مکھن بالکل نہ نکلتا۔میں اکیلی بندی کہاں تک دیکھ بھال کرتی۔ناک میں دم آ گیا۔اور اس کو علیحدہ کرنا پڑا ۔

دوسری ملازمہ رکھی۔جو صورت کی نہایت مسکین۔بہت سیدھی سادی۔غریب مزاج مگر کام میں بہت ہوشیار تھی۔رات دن میرے پاس ہی رہتی۔بچوں سے بے انتہا محبت کرتی تھی۔چور بھی نہیں تھی۔کھانے میں بھی رونق آ گئی۔غرض میں بہت خوش تھی۔کہ ایسی نیک خصلت ملازمہ مل گئی ۔

مگر ان ہی ایام میں ایک نیا قصہ پیدا ہوا۔کہ میرے کیش بکس میں سے بیس روپے کے نوٹ گم ہو گئے۔سخت حیرت ہوئی۔کہ کس نے اُڑائے؟ تالی ہر وقت میرے پاس رہتی۔دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا۔کہ شاید حساب میں غلط فہمی ہو گئی۔یا نوٹ نیچے زمین پر گر گیا۔اور ردی میں جل جلا گیا ۔

مگر دو ماہ بعد پھر تیس روپے گم ہو گئے۔یا الٰہی کیا معاملہ ہے! اس کمرے میں تو کوئی آتا جاتا نہیں۔تالی میری جیب میں رہتی ہے۔روپے کس طرح گم ہو جاتے ہیں؟ گھر میں سب کو حیرت تھی۔اسی طرح بار بار رقمیں غائب ہوتی رہیں۔چونکہ تالی میرے

پاس رہتی۔ اور بیرا کیش بکس ولائتی تھا۔ لہذا اسے دوسری تالی بھی نہیں لگ سکتی تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر نوکروں پر بھی شبہ کرنے کی گنجائش نہ تھی۔

اپنی ملنے والیوں سے ذکر آیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ اس گھر میں آسیب ہے۔ اور یہ جنوں کی کارستانی ہے۔ مگر میرا دل اس مہمل بات کو قبول نہ کرتا تھا۔ ملازمہ بدستور نہایت دیانتداری سے کام انجام دے رہی تھی۔ اس کی یہ حالت تھی۔ کہ اگر اتفاقیہ کچھ روپیہ پیسہ میں ادھر اُدھر رکھ کر بھول گئی۔ تو لاکر میرے حوالے کر دیا۔ کئی مرتبہ بستر پر سے کان کا بُندا لا کر دیا۔ میں نے امتحاناً بیس بیس روپے تکیہ کے نیچے رکھ دئے۔ اور نوکر سے کہا۔ کہ بستر لپیٹ دو۔ اس نے بستر لپیٹ دیا۔ پر میں نے دیکھا۔ کہ روپے پورے ہیں۔

غرض دو سال ہو گئے۔ اور مجھے اپنی ملازمہ پر پورا بھروسہ رہا۔ مگر ساتھ ہی کیش بکس کی چوری کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ جس کی وجہ سے میری پریشانی بڑھتی گئی۔

میں ایک شادی کی تقریب میں اپنے وطن جانے کے لئے تیار تھی۔ سب اسباب باندھ چکی تھی۔ صبح کی گاڑی سے روانگی تھی۔ ملازمہ بھی ساتھ جا رہی تھی۔ صبح کو جو دیکھتی ہوں۔ تو پھر بیس روپے گم تھے۔ سر چکرا گیا۔ خدایا کیا کروں۔ کہاں تک نقصان برداشت کروں۔ کچھ حد بھی ہے۔ کیا جن میرے درپے آزار ہو گئے۔ مگر جنوں کو مجھ سے کیا خاص ایسی دشمنی ہو گئی۔ پہلے تو کبھی ایسا واقعہ سنا نہیں۔ یا خداوند کریم تو رحم کر۔ اور مجھے اس کوفت سے نجات دے۔

نوکر نے بھی میرے ساتھ ہمدردی کی۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی۔ "جو آپ جیسی نیک بیوی کا دل دُکھائے۔ خدا اس کو غارت ہی کر دے۔"

میں نے ملازمہ سے کہا۔ کہ روانگی کا وقت قریب آگیا ہے۔ تم بھی تیار ہو جاؤ۔ اپنا ٹرنک ساتھ لے جاؤ گی۔ یا یہاں ہی چھوڑ جاؤ گی۔ کہنے لگی۔ "دو تو جوڑے ہیں۔ آپ ہی کے پاس رکھوا دوں گی۔ ٹرنک لے جا کر کیا ہوگا"۔ میں نے کہا۔ کہ نہیں ٹرنک ضرور ہمراہ لے جاؤ۔ مگر اس کا اصرار یہی رہا۔ کہ ٹرنک تو میں اپنی بیٹی کے ہاں رکھدونگی۔ اور میرے کپڑے وغیرہ آپ اپنے سامان میں رکھ لیں۔

اس وقت پہلی مرتبہ میرے دل میں کچھ شبہ سا پیدا ہوا۔ کہدیا۔ "اچھی بات ہے"۔ ٹالنے کی غرض سے بچہ اس کی گود میں دیا۔ کہ اس کو باہر لیجاؤ۔ میں ذرا ناشتہ وغیرہ دیکھ بھال لوں۔

بڑی بی مطمئن تھیں۔ کہ ان کو میرے اوپر بھروسہ ہے۔ بلا عذر باہر چلی گئیں۔ ان کے پیچھے میں نے ان کے صندوق کا تالا کھولا۔ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی۔ جب چمڑے کے بٹوے میں رکھے ہوئے نوٹوں پر میری نظر پڑی۔

پورے تیس روپے تھے!

بڑی بی واپس آئیں۔ تو میں نے کہا "بڑی بی اتنا غضب! اب تو تم پولیس کے حوالے کی جاؤ گی"

بڑی بی میرے پیروں میں پڑ گئیں۔ اور رونا شروع کر دیا۔ میں نے کہا۔ کہ کس طرح تم نے یہ روپے اڑائے۔ سب حال سچ بیان کرو۔

کہنے لگی "ایک روز رات کو میں نے آپ کی جیب میں سے تالی نکالی تھی۔ اور بکس کھول کر اس میں جو دوسری تالی رکھی تھی۔ وہ لے لی تھی۔ پھر اپنے داماد کے ذریعے اس تالی کے ساتھ کی دوسری تالی لوہار سے بنوائی۔ مگر وہ تالی بنی ہوئی آپ کے بکس کو نہ لگی۔ آخر میں نے یہ تدبیر کی۔ کہ نئی بنی ہوئی تالی تو آپ کے بکس میں ڈال دی۔ اور بکس والی تالی اپنے پاس رکھ لی۔ پھر جب موقع ملتا۔ بکس کو کھول کر روپیہ نکال لیتی۔ چونکہ بنی ہوئی تالی اصل تالی کے بالکل ہم شکل تھی۔ آپ کو شبہ نہ پڑا"

بیشک یہ سچ تھا۔ میں ہمیشہ دوسری تالی کو دیکھ کر اپنے دل کا اطمینان کر لیا کرتی تھی۔ غرض اس نوکر کو بھی دور کیا۔ اب کے بہت دیکھ بھال کر اور اطمینان حاصل کر کے ملازمہ رکھی۔ سال بھر تک بہت اچھی طرح رہی۔ اور ایک کوڑی کا نقصان نہ ہوا۔

گرمی کا موسم تھا۔ پنکھے کی ملازمہ بیمار ہو کر اپنے گھر گئی ہوئی تھی۔ کھانا پکانے والی دوپہر کو پنکھا کرتی تھی۔ ایک روز گرمی شدت کی تھی طبیعت جو گھبرائی۔ تو ہاتھوں کی طلائی چوڑیاں نکال کر میز میں رکھ دیں۔ کم بخت نوکر کی نیت بگڑ گئی۔ جب میں سو گئی۔ تو میز میں سے چوڑیاں نکال لیں۔ کئی روز بعد مجھے خیال آیا۔ کہ چوڑیاں میز میں ڈالی تھیں۔ دیکھ تو لوں۔ جا کر دیکھا۔ تو یہاں میدان صاف تھا۔ گھر میں تین نوکر۔ کون اقبال کرتا۔ میں جانتی تھی۔ کہ یہ کام کھانے پکانے والی ہی کا ہے۔ کیونکہ پنکھے والی تو رخصت پر ہی تھی۔ ملازم لڑکا باہر تھا۔ یہی اندر کمرے میں تھی۔ جس قدر سختی ممکن تھی۔ کی۔ مگر بے سود۔

اب دو سال سے ایک اور ملازمہ تھی۔ نماز روزے کی پابند۔ اکثر بارہ مہینے ہی روزہ رکھتی تھی۔ جب کام سے مہلت ملی۔ تسبیح پڑھتی رہتی۔ عبادت جس قدر کرتی۔ چھپا کر کرتی۔ دکھاوے کی نہیں۔ مطلقاً گفتگو نہ کرتی۔ نہ کسی سے ملتی۔ نہ کسی سے واسطہ۔ بے نفس اس قدر کہ نہ اچھے کھانے کی خواہش۔ نہ اچھے پہننے کی۔ گرمی جاڑا صحن میں چھپر کے اندر بسر کرتی۔ نہایت خوش الحانی سے صبح قرآن پڑھتی۔ میرے علاوہ سب گھر والے اس کے معتقد ہو گئے۔

دو سال کامل یہی صورت رہی۔ مگر اب گزشتہ دنوں فرشتہ خصلت بڑی بی کی کارستانی کا علم ہونا شروع ہوا۔ وہ اس طرح کہ دروازہ کا ملازم تبدیل ہو کر دوسرا آیا۔ یہ تھا ایمان دار۔ اس نے

مکار ملازمہ سے میل نہ کھایا۔ اور اس کی حرکتیں بیان کر دیں۔ کہ آپ کی پکانے والی مجھے اپنی چوری میں شریک کرنا چاہتی ہے۔ آپ جو سودا منگواتی ہیں۔ اس میں سے نصف دام خود بچاتی ہے۔ اور اس میں سے مجھے بھی حصہ دینا چاہتی ہے ❊

اب میں بھی ہوشیار رہوئی۔ اور خود تجربہ کرنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ رات کو جب سب گھر والے سو جاتے ہیں۔ تو بڑی بی نہایت آہستگی سے اٹھتی اور آٹے کے کنستر میں سے سیر ڈیڑھ سیر آٹا نکال لیتیں۔ اور اپنے ٹرنک میں آٹا رکھ کر تالا لگا دیتیں۔ اور جب موقعہ ملتا بازار جا کر آٹا فروخت کر آتیں ❊

میں نے گودام میں تالا لگا دیا۔ خود اپنے سامنے جنس نکلواتی۔ اور اپنے سامنے آٹا تلوا کر گوندھوا دیتی۔ مگر ہوشیار بڑی بی گوندھتے ہوئے آٹے میں سے آٹا نکال کر چھپا دیتیں۔ اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر بازار جا کر نان بائی کے ہاتھ دو چار پیسے میں فروخت کر آتیں۔ کہاں تک لکھوں۔ کہ اس مسکین صورت ٹھگنی نے کس طرح لوٹا ❊

ایک ماہ ہوا۔ اسے بھی رخصت کیا۔ اب دیکھئے جو نئی لوکر آئی ہے۔ کیا گل کھلاتی ہے۔ اس ماہ میں اندازہ ہوا۔ کہ پورے دس روپے ماہوار کا آٹا بڑی بی چرا کر فروخت کرتی رہتی تھیں ❊

میں نہیں سمجھ سکتی۔ کہ ملازموں کی چوریوں سے محفوظ رہنے کے لئے کیا صورت اختیار کروں ❊ ایک دم کہاں تک نگرانی کر سکتا ہے۔ جبکہ گھر کے اور بھی دسیوں کام ہیں ❊ کم سے کم صبح کے وقت ایک گھنٹہ تو ڈاک ہی دیکھنے اور خطوں کے جوابات لکھنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز بھی ادا کرنی ہوتی ہے۔ پھر تین چھوٹے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال ہے۔ سر پر کوئی دوسرا بڑا بوڑھا موجود نہیں ❊ آخر کیا تدبیر کروں۔ اس معاملے میں تہذیبی بہنوں سے مشورہ طلب کرتی ہوں ❊

راقمہ امت الوحی از میرٹھ

دوسرے زنانہ رسائل

دوسرے زنانہ رسائل کے متعلق تہذیب نسواں اب تک خاموش رہا ہے ❊ اس نے عام طور سے نہ ان کے محاسن پر اظہارِ خیال کیا۔ اور نہ معائب پر ❊ بعض لوگ اس خاموشی کو حسد اور تنگ خیالی سے تعبیر کرتے رہے۔ اور بعض لوگ اس خیال سے اس رویہ کو مناسب سمجھتے رہے۔ کہ اکثر اوقات تنقید کا نتیجہ بدمزگی اور باہمی تلخی کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ جس سے موجودہ حالات میں بچے رہنا نسوانی رسائل کے لئے نہایت ضروری ہے ❊

دوسرے رسائل کے متعلق بالکل خاموشی کا رویہ میرے نزدیک کچھ زیادہ پسندیدہ نہیں - لیکن اس کے ساتھ ہی تنقیدی بحثوں میں پڑکر اپنے مقاصد کو نقصان پہنچانا بھی میں مضر سمجھتا ہوں - اس لئے چاہتا ہوں - کہ آیندہ تہذیب کے ہر ماہوار اڈیشن میں گزشتہ مہینے کے صرف ان نسوانی رسائل کا ذکر کیا جائے - جن میں تہذیب نسواں کی رائے اور نقطۂ نظر سے کوئی قابل توجہ مضمون چھپا ہو ؛

اگر ایک رسالہ میں مہینہ بھر کسی نئے مفید یا کسی اور اعتبار سے قابلِ توجہ موضوع پر کوئی مضمون نظر نہ آیا - تو ہم اس مہینے کے اس رسالہ کا اپنے ہاں ذکر ہی نہ کریں گے - تہذیب میں مہینہ بھر کے صرف ان رسائل کا تذکرہ ہوگا - جن کی کوئی بات ہم ناظرین تہذیب کو بتانا ضروری سمجھیں گے ؛

اس کے ساتھ ہی یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے - کہ کسی رسالے کے متعلق ہماری خاموشی کے معنے اس کی توہین نہ ہوں گے - بہت ممکن ہے - کہ کسی رسالے کے ایک خاص مہینے کے نمبر میں ان ہی موضوعات پر مضامین چھپتے رہے ہوں - جن پر تہذیب میں اظہار خیال کیا جا چکا ہو - اور دلائل بھی نئی نہ ہوں - تو ایسے مضامین اس رسالے کے خریداروں کے لئے تو ضرور مفید ہوں گے - لیکن ناظراتِ تہذیب کو ان سے آگاہ کرنا ضروری نہ سمجھا جائیگا ؛

دوسرے رسائل کا تذکرہ کرنے سے ہمارے دو مقاصد ہیں - ایک تو اس بُعد کو دور کرنا جو تہذیب میں اور اس کے ہمعصر زنانہ رسالوں میں پیدا ہوگیا ہے - اور دوسرے خریداران تہذیب کو دوسرے رسائل کی سرگرمیوں اور خاص مفید اور قابلِ توجہ باتوں سے واقف رکھنا ؛

اس سے ایک اور فائدہ بھی ہوگا - متمول خواتین تو سب رسالے با آسانی خرید سکتی ہیں - لیکن تہذیب کی کتنی خریدار خواتین ایسی بھی ہوں گی - جو تمام زنانہ رسالے باقاعدہ خریدنے کی توفیق نہ رکھتی ہوں گی - اگر انہیں یہ بتادیا جائے - کہ فلاں رسالے کی فلاں نمبر کی یہ بات قابل توجہ ہے تو ضرورت ہونے پر کم از کم اس رسالہ کا وہ نمبر خرید لینے میں انہیں بہت سہولت ہو جائیگی ؛

ہمیں امید ہے یہ سلسلہ دلچسپی کی نظر سے دیکھا جائے گا - اور اس طرح کے تذکرے میں کوئی باہمی بدمزگی پیدا ہونے کا بھی احتمال نہ ہوگا ؛

اس سلسلے میں عصمت - سہیلی - نورجہاں - ظل السلطان - اور حرم سے ہماری درخواست ہے - کہ وہ از راہ عنایت اپنے تازہ نمبر خاص احتیاط سے دفتر تہذیب میں روانہ فرمادیا کریں - تاکہ ان کے نہ پہنچنے کا احتمال نہ رہے - فی الحال نورجہاں کے سوا اور کسی رسالے کا فروری نمبر

دفتر تہذیب میں نہیں پہنچا۔ جن دوسرے رسائل کے فروری نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ اور دفتر تہذیب میں نہیں پہنچے۔ وہ مہربانی فرماکر انہیں دوبارہ ارسال کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں ؛

سید امتیاز علی تاج

زنانہ صنعتی نمائش

گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر مورخہ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء کو تین یوم کے لئے ایک زنانہ نمائش زنانہ مصنوعات و دستکاریوں کی لگائی جائے گی۔ جس میں مسلم و غیر مسلم خواتین سب حصہ لے سکتی ہیں ؛

اس نمائش کا افتتاح مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء کو بوقت دو بجے دن کے ایک زنانہ جلسے میں کیا جائے گا۔ جہاں پردہ کا معقول انتظام ہوگا۔ اور اس جلسے میں گزشتہ سال کی نمائش کے مجوزہ انعامات تقسیم ہوں گے ؛ اس سال بھی اعلیٰ قسم کی دستکاریوں پر مقابلہ کر کے انعامات دئے جائیں گے۔ جن کے متعلق قواعد و ضوابط بذریعہ خط و کتابت دریافت کئے جا سکتے ہیں ؛

امسال نمائش کے دو حصے (سیکشن) ہوں گے:-

(۱) پہلے سیکشن میں ہر قسم کی نفیس سی زنانہ دستکاریاں رکھی جائیں گی ؛

(۲) دوسرے سیکشن میں صرف ایسی مصنوعات دکھائی جائیں گی۔ جن کو مستورات گھر پر رہ کر تیار کر سکتی ہوں۔ اور جنہیں بازار میں فروخت کر کے خاطر خواہ منافع کی صورت پیدا کی جا سکتی ہو ؛

جو بہنیں اس نمائش میں حصہ لینا چاہیں انہیں ابھی سے سامان تیار کرنا شروع کر دینا چاہئے۔ اور ۲۴ مارچ تک اپنی اشیاء کے ساتھ خاص طور پر یہ تحریر کر کے کہ ان کی کون کون سی چیز کس سیکشن میں رکھی جائے۔ بھیجدینا چاہئے ؛

اس نمائش کا مقصد خاص طور پر مستورات میں قابل روزگار صنعت و دستکاری کا پھیلانا ہے۔ اس لئے دوسرے سیکشن میں انعامات بہ نسبت پہلے سیکشن کے زیادہ دیئے جائیں گے لیکن ہر ایک چیز کے ساتھ اصل لاگت یا جتنے گھنٹے یا وقت مختلف نشستوں میں اس کے بنانے پر صرف کیا گیا ہو۔ لکھنا ضروری ہوگا۔ تاکہ اندازہ کیا جا سکے۔ کہ کونسی دستکاری مستورات کے لئے زیادہ منفعت بخش ہو سکتی ہے ؛

نوٹ۔ اس سال نمائش میں سامان بھجوانے کے متعلق خاص قواعد و ضوابط مرتب کئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک بہن کو اپنی اشیاء یا پارسل کے ہمراہ ایک فارم پُر کر کے بھیجنا ضروری ہوگا۔ جو دفتر سے طلب کرنے پر مفت ملے گا ؛

خاکسار۔ بیگم عزیز الرحمٰن منتظم اعزازی نمائش ہذا معرفت رسالہ نورجہاں۔ گوجرانوالہ

معمّے کا انعام

فروری کے ماہوار اڈیشن میں جو معما شائع ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے:۔

۱- ہارون الرشید
۲- بوعلی سینا
۳- خالد ابن ولید

جن بہنوں نے اس معمّے کا صحیح حل روانہ کیا۔ ان میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے مسز ظفر احمد سیکنڈ کلرک دفتر اگریکلچرل انجنیئر گورنمنٹ پنجاب لائل پور انعام کی مستحق قرار پائی ہیں۔ لہذا پانچ روپلے کا انعام ان کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا ہے۔

اس معمے میں تہذیبی بہنوں نے غیر معمولی شوق سے حصہ لیا۔ جن بہنوں نے اس کا صحیح جواب ارسال فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی کی فہرست اتنی طویل ہے۔ کہ تہذیب میں درج کرنے کی گنجائش نہیں۔ امید ہے کہ بہنیں معاف فرمائیں گی۔ اس مقابلہ کو کامیاب بنانے میں انہوں نے جس ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ اس کا ہم دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

نیجر

محفل تہذیب

میں نہایت رنج کے ساتھ لکھتا ہوں۔ کہ میرے قبلہ دادا صاحب جناب حاجی فقیر محمد خان پشاوری آرمی کنٹرکٹر یکایک دل کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے کراچی میں ۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! قبلہ دادا صاحب صوم صلوٰۃ کے پابند اور برگزیدہ ہستی تھے۔ آپ تہذیب پھول کے گزشتہ ۲۵ سال سے پُرشوق پڑھنے والوں میں سے تھے۔ لاتعداد تہذیبی بہنوں سے استدعا ہے۔ کہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت چاہیں۔ اور جو کچھ بھی ایصال ثواب کے واسطے تلاوت کریں۔ مرحوم کی روح پُرفتوح پر بخشیں۔ تو بعید از نوازش نہ ہوگا۔ ساتھ ہی استدعا ہے۔ کہ تہذیبی بہن بھائیوں میں سے کوئی صاحب تاریخ وفات کہہ کر کمترین کو شکریہ کا موقع دیں۔ مبلغ دس روپلے بذریعہ منی آرڈر ارسال ہیں۔ براہ کرم تہذیبی فنڈ میں جمع فرمائیں۔ خاکسار عزیز الحسن ولد خان صاحب حاجی محمد غلام حسن پشاوری آنریری مجسٹریٹ درجہ اول صدر بازار کیمپ کراچی

کوئی بہن یا بھائی مطلع فرمائیں۔ کہ لاہور میں لیڈی میکلگن اسکول یا کسی اور اسکول

میں منشی فاضل کی کلاس ہے یا نہیں۔ اگر ہے۔ تو کونسی جماعت پاس لڑکی کو وہ لیتے ہیں۔ اکرام جان

کسی ایسی درسگاہ کا پتہ مطلوب ہے۔ جہاں منشی فاضل یا کامل کے امتحان کے لئے طالبات تیار کئے جاتے ہیں۔ یامی ناگپور

میری پھوپی صاحبہ کے پاؤں پھٹ گئے ہیں۔ ویسلین وغیرہ ملنے سے فائدہ نہیں ہوا۔ سخت تکلیف ہے۔ اور یہ شکایت انہیں مدت سے ہے۔ دفعو کرتے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ کوئی بہن یا بھائی براہ مہربانی پاؤں پھٹنے کی دوا تہذیب کے ذریعے تحریر فرمائیں۔ ممنون ہوں گی۔ بلقیس بیگم بنت ملک نظام الدین ہیڈ کلرک پنشنر چوہٹہ مفتی باقر۔ لاہور

میری تہذیبی بہن رضیہ سلطان بیگم نے ۱۰ فروری کے تہذیب میں لکھا تھا۔ کہ میں اپنا پتہ نہیں لکھ سکتی ہوں۔ آپ اپنا پتہ ہی لکھئے اس لئے میں اپنا پتہ ذیل میں لکھتی ہوں۔ لیکن رضیہ سلطان بیگم صاحبہ بھی اپنا پتہ اگلے تہذیب نسواں میں ضرور لکھیں۔ ایم ۔ بیگم ۔ بنت ۔ رحمان بخش قادری ڈپٹی کلکٹر۔ سہارنپور

مجھے تربت انار کی ترکیب مطلوب ہے۔ کوئی بہن تہذیب میں ترکیب لکھدیں۔ نوازش ہوگی ترکیب بہت جلد چاہئے۔ نیز مجھے شوکت آرا بیگم نامی کتاب کی ضرورت ہے۔ ملنے کا پتہ اور قیمت مطلوب ہے۔ سلیمہ مس عطا محمد صاحب پبلک پرائیویٹ کیمبل پور

بجواب استفسار حاجت مند بہن صاحبہ تحریر ہے۔ کہ کتاب مقالات شرر مصنفہ مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم حسب ذیل پتہ سے براہ راست منگا کر مطالعہ کریں۔ انشاءاللہ شوق پورا ہو جائے گا۔ قیمت عہ۔ ملنے کا پتہ

نیجر عصمت۔ دہلی

۲۔ مجھے کروشیا کے پلیٹ پوش کے خوشنما نمونے کی اشد ضرورت ہے۔ ازراہ کرم کوئی تہذیبی بہن توجہ فرماکر مذکورہ نمونہ فی الحال تہذیب میں شائع فرماکے مشکور کریں۔ ایک تہذیبی بہن۔ کوئٹہ (بلوچستان)

مایوس العلاج مریضوں کو خوشخبری۔ جن مریضوں کا معائنہ پنجاب طبی کانفرنس کے سالانہ اجلاس بمقام امرتسر کیا گیا ہے۔ یا جو اصحاب بورڈ میں کسی مریض کو دکھلانا چاہتے ہیں۔ تفصیل ذیل پتہ پر فوراً خط وکتابت کریں۔

محمد افضل زبدۃ الحکماء جنرل سکرٹری پنجاب طبی کانفرنس محلہ جلوٹیاں۔ بھاٹی گیٹ لاہور

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

شاہ فواد اور اصلاحات مصر

عربی رسم الخط دیکھنے میں جیسا خوش نما اور صناعانہ ہوتا ہے۔ ویسا شاید دنیا کی کسی دوسری زبان کا رسم الخط نہ ہوگا۔ لیکن غیر ممالک کے لوگوں کو اس کے پڑھنے میں بڑی کوفت اور دشواری ہوتی ہے۔ نہ عربی عبارتوں میں الفاظ پر زیر زبر پیش عام طور پر دئے جاتے ہیں۔ نہ اس میں بڑے حروف ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تحریر میں علامات وقف بھی غیر ضروری سمجھی جاتی ہیں ٭

یہ سچ ہے۔ کہ عربی رسم الخط میں چند اعراب مثلاً زیر زبر پیش وغیرہ موجود ہیں۔ جو قرآن شریف اور دوسری مذہبی کتب میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن گنتی کی ان چند کتابوں کے سوا ان کا کہیں خیال نہیں کیا جاتا۔ اور پڑھنے والا انہیں ضرورت کے مطابق جانچ کر مطلب سمجھ لیتا ہے۔ لیکن اس کے لئے زبان عربی پر کامل عبور رکھنا ضروری بات ہے۔ معمولی پڑھے لکھے کا زبان سمجھنا کیا اسے پڑھنا بھی بے حد مشکل ہے ٭

چنانچہ قرین قیاس ہے۔ کہ اس امر میں رفتہ رفتہ مصر بھی ترکی کی تقلید کرے گا۔ اور عربی حروف کی بجائے لاطینی حروف اختیار کرلے گا لیکن ایسی اصلاحات کے معاملہ میں مصر بہت دور اندیش واقع ہوا ہے۔ وہ دیر آید درست آید کے مقولے سے خوب واقف ہے۔ اصلاحِ زبان کی طرف ان دنوں پہلا قدم جو اس نے اٹھایا ہے۔ وہ عربی زبان کو سہل ممتنع اور شستہ بنانے کی کوشش ہے ٭ عربی اخبارات کا بیان ہے۔ کہ اعلیٰحضرت شاہ فواد نے زبان عربی کی دو اصلاحوں کا بیڑا اٹھایا ہے ٭ ایک تو عربی رسم الخط میں علامات وقف رائج کرنا۔ دوسرے بڑے حروف کو جگہ دینا ٭ کہا جاتا ہے۔ کہ پہلی اصلاح پر غور و خوض کرنے کے لئے ایک مجلس منعقد کی جانے والی ہے۔ لیکن اس مجلس میں کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ وقف کامل علامت استفہام۔ علامت ندائیہ واوین وغیرہ پیشتر ہی سے تمام عربی رسائل و جرائد میں کثرت سے مستعمل ہیں۔ اس لئے اس مجلس کا کام فقط یہ ہوگا۔ کہ عربی رسم الخط میں ان کے استعمال کو قانونی طور پر مستحکم کردیا جائے ٭

اب رہا بڑے حروف کا معاملہ۔ تو شاہ فواد

نے اس اصلاح میں حصہ لینے کے لئے ہر شخص کو دعوت دی ہے۔ اور اس کے لئے سَو پونڈ۔ پچاس پونڈ اور پانچ پونڈ کے تین انعام مقرر کئے ہیں۔ یہ انعامات علی الترتیب ان اشخاص کو دئے جائیں گے۔ جو عربی رسم الخط میں بڑے حروف کو رائج کرنے کا بہترین مشورہ دیں گے۔ یہ مقابلہ یکم دسمبر ۱۹۲۹ء تک جاری رہے گا۔ اس کے بعد خود شاہ فواد تمام موصول شدہ مشوروں پر غور فرمائیں گے۔ اور سب سے بہتر مشورہ دینے والے کو اپنے ہاتھ سے انعامات سے سرفراز فرمائیں گے۔

شاہ فواد کی اس دور اندیشی اور مصلحت وقتی پر بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے ملک میں یک لخت ایک ایسا تغیر کر دیں۔ جس کے لئے ابھی ملک تیار نہیں۔ وہ نہایت سکون کے ساتھ اپنے ملک کی اصلاح بھی فرما رہے ہیں۔ اور اپنی رعایا کی خوشنودی بھی حاصل کر رہے ہیں۔

اس وقت تمام پڑھے لکھے اہل مصر عربی اور لاطینی دونوں خطوں میں لکھ سکتے ہیں لیکن اس امر کے لئے ایک طویل مدت درکار ہے جبکہ تمام کی تمام مصری قوم خود بخود پرانے عربی رسم الخط کو چھوڑ دینے اور لاطینی رسم الخط اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے۔

بعض اوقات نکتہ چیں شاہ فواد کو پرانی لکیر کا فقیر کہہ دیا کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت اپنے بیشتر نقادوں کی نسبت مصر اور سیاسیات مصر سے بہت زیادہ واقف ہیں۔ آپ ہر کام میں مصلحت وقت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور ہر اصلاح کے معاملے میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ جس وقت شاہ فواد یورپ کی سیاحت کے لئے تیار ہوئے۔ تو ملکہ نازلی کو ساتھ لے چلنے کا سوال اٹھا۔ لیکن شاہ فواد نے اس کی مخالفت کی۔ اور ملکہ کو اپنے ساتھ لے چلنے پر راضی نہ ہوئے۔ آپ اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ یورپ میں ملکہ کو یقیناً بے نقاب ہونا پڑیگا۔ اور ہر خاص و عام کے سامنے کھلے بندوں پھرنے پر مجبور ہوں گی۔ اب اگر خود ملکہ مصر اپنے ملک سے باہر بے پردہ رہیں۔ تو کچھ عجب نہیں۔ کہ دوسرے ہی دن تمام مصری عورتیں اپنی ملکہ کی تقلید میں اپنے نقاب اُتار کر پھینک دیں۔ اور بے جھجک ہو کر جہاں چاہیں کھلے بندوں پھرتی پھریں۔ اس فوری تغیر سے حکومت مصر اور خود اہل مصر کو نہ جانے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ اور نہ جانے کیا کیا ناگوار واقعات دیکھنے نصیب ہوں۔

اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ شاہ فواد ترقی نسواں کے حامی نہیں۔ حقیقت میں ان کی بڑی خواہش ہے۔ کہ اپنے ملک کی عورتوں کو بھی دوسرے ترقی یافتہ ممالک کی عورتوں کے

پہلو بہ پہلو دیکھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں خدا نے یہ سمجھنے اور محسوس کرنے کی عقل بھی دی ہے۔ کہ ایک مصری خاتون کو مغربی خواتین کی سی آزادی ملنے سے پہلے اس امر کی بھی ضرورت ہے۔ کہ وہ تعلیم اور علم خانہ داری کے زیور سے آراستہ ہو کر اس کی اہل بھی ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شاہ فواد مصری لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے یورپ بھیجنے کے بڑے حامی اور طرفدار ہیں۔ چنانچہ ان کے اثر کی بدولت آئے دن انگلستان اور دوسرے مغربی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے*

آج کل تمام اعلیٰ طبقے کی مصری خواتین ہر طرح اپنی مغربی بہنوں کے ہم پلہ ہیں۔ ایک دن آئے گا۔ کہ متوسط طبقے کی خواتین بھی ان کے برابر کا درجہ حاصل کر لیں گی۔ پھر اس وقت تک یقیناً ادنیٰ طبقے کی عورتوں میں بھی یہ اثر سرایت کرنا شروع ہو جائے گا*

مسز پنکھرسٹ کا مجسمہ

انگلستان کے وزیر اعظم نے آنے والے انتخاب عامہ کے بعد ایک مجسمے کی نقاب کشائی کی رسم بنفس نفیس ادا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ مجسمہ ایک رہنمائے نسواں خاتون مسز پنکھرسٹ کی یادگار کے طور پر ان کے احباب اور سیاسی کارکنوں کی طرف سے ویسٹ منسٹر میں نصب کیا جائیگا۔ یہ سات فٹ اونچا مجسمہ سارے کا سارا کانسی کا بنایا جائے گا۔ اور اسے پتھر کے ایک اونچے چبوترے پر نصب کیا جائے گا* مجسمہ کی تراش خراش ایسے صناعانہ انداز سے کی گئی ہے۔ کہ اس جلیل القدر خاتون کی شخصیت کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے*

اس مجسمے میں دکھایا گیا ہے۔ کہ موصوفہ کسی عام جلسے میں تقریر کر رہی ہیں۔ دایاں ہاتھ ایک عجیب انداز سے آگے کو بڑھا ہوا ہے۔ جیسے موصوفہ تقریر میں کسی خاص بات پر زور دے رہی ہیں۔ بائیں ہاتھ میں موصوفہ نے اپنا چشمہ پکڑ رکھا ہے* یہ کام مسٹر اے جی والکر کے سپرد کیا گیا ہے۔ یہ صاحب اپنے فن میں بڑے استاد مانے گئے ہیں۔ اور فلورنس نائٹنگیل اور ڈچز آف یارک وغیرہ کے مجسمے تراشنے پر بے حد شہرت حاصل کر چکے ہیں*

اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ اس کام اور دو اَور کاموں یعنی ایک تو براپٹن کے قبرستان میں مسز پنکھرسٹ کے مزار پر لوح لگانے اور دوسرے نیشنل پورٹریٹ گیلری کو مسز پنکھرسٹ کی تصویر نذر کرنے پر (جو مس جی برکنبری نے تیار کی ہے) ڈھائی ہزار پونڈ خرچ آئیں گے* ان میں ابھی تک گیارہ سو پونڈ چندہ کے ذریعے جمع ہو چکے ہیں۔ اور چاروں طرف سے برابر چندہ کی رقمیں آ رہی ہیں* ملک کی متعدد

خواتین اور اشخاص بڑی سرگرمی سے اس کام میں حصہ لے رہے ہیں ۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ مطلوبہ رقم بہت جلد فراہم ہو جائے گی ۔

چینی عورتوں کی بیداری

آج کل چین میں عورتوں کی ترقی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے ۔ کہ تحریک نسواں کے بڑے بڑے حامی اور کارکن مرد ہی ہیں ۔ زندگی کا ہر وہ شعبہ جس کا دروازہ مردوں کے لئے کھلا ہوا ہے ۔ عورتوں کو بھی اس میں کوئی روک ٹوک نہیں ۔ کوئی ملازمت کی جگہ خالی ہو ۔ اور ایک مرد اور ایک عورت اس کے لئے اپنی خدمات پیش کریں ۔ تو عموماً وہ ملازمت عورت ہی کو دی جاتی ہے ۔

آج شنگھائی کی قومی درسگاہوں کی تمام لڑکیاں بال ترشواتی ہیں ۔ لڑکیوں کے پیر جکڑ کر رکھنا اب گئی گذری بات ہو گئی ہے ۔ تمام چھوٹے بڑے شہروں میں عورتیں کچھ نہ کچھ کاروبار کرتی نظر آتی ہیں ۔ اور خرید و فروخت کے معاملوں میں مردوں کی طرح بے باکانہ بات چیت کرتی ہیں ۔

چین کی عورتیں تعلیم کی طرف خاص طور سے سرگرمی دکھا رہی ہیں ۔ اور ہر جگہ تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بیدار ہو رہی ہیں ۔ متعدد یونیورسٹیوں نے عورتوں کے اس ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے ان کے لئے اپنے دروازے کھول دئے ہیں ۔

بعض لوگ عورتوں کے بارے میں ہر جگہ یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں ۔ کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں ۔ اور گھر کی چاردیواری ہی ان کے لئے موزوں جگہ ہے ۔ لیکن چین کی عورتوں نے گزشتہ سال اپنی ذکاوت اور قابلیت کا عملی ثبوت دے کر اس کی تردید کر دی ہے ۔

چین کی ایک یونیورسٹی میں ایک سو چالیس طالب علم نباتات کی تعلیم حاصل کر رہے تھے ۔ اور ان میں لڑکے اور لڑکیاں برابر کی شریک تھیں ۔ جب ان کا امتحان لیا گیا تو پہلے پانچ طالب علم جنہوں نے سب سے زیادہ نمبر لے کر کامیابی حاصل کی ۔ وہ عورتیں ہی ہیں ۔

چین کی عورتوں کے متعلق ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ کہ انہوں نے اس قدر ترقی حاصل کر لینے کے باوجود ابھی تک اپنا قدیم ایشیائی لباس ترک نہیں کیا ۔ اگرچہ بیشتر مردوں نے مغربی لباس پہننا شروع کر دیا ہے ۔

خبریں اور نوٹ

اناطولیہ کی ریلوں کو خریدنے کے لئے حکومت ترکی نے جو شرائط مجلس ملیہ کے سامنے بغرض منظوری پیش کی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ تمسکات اور حصص کے لئے جن کی قیمت ۶ کروڑ ۵۶ لاکھ۔ ایک ہزار ۔ ساڑھے سات لاکھ اور دو کروڑ ساڑھے تین لاکھ فرینک سکے حساب سے دیں گے ۔

۲۔ لائن کی قیمت کی مد میں ترکوں کو کل رقم ۴۴ کروڑ ۳۶ لاکھ ۲۰ ہزار ۸ سَو ۷۵ سوئس فرینک دینی ہوگی ۔

۳۔ ادائگی ۱۹۲۹ء سے شروع ہوگی۔ اور ۳۷ اقساط میں ۱۹۶۵ء تک ادا کی جائیگی ۔

قسطنطنیہ ۱۱ فروری۔ ترکی حکومت کے موجودہ نظام کو درہم برہم کرنے اور حکومت کے عہدہ داروں کو قتل کرنے کی سازش کے جرم میں ایک خفیہ انجمن کے تیس ارکان پر مقدمہ چلایا گیا تھا۔ جن میں سے ۵ ملزموں کو سزائے موت اور ۱۶ کو مختلف میعادوں کی سزائے قید کا حکم سنایا گیا۔ باقی ملزم بے قصور ٹھہرا کر رہا کر دئے گئے ۔

قسطنطنیہ ۱۷ فروری۔ ساٹھ افغان افسر قسطنطنیہ کی فوجی تربیت گاہ سے نصابِ تعلیم ختم کرنے کے بعد ۱۵ فروری کو قندھار روانہ ہوگئے ہیں۔ تاکہ شاہ امان اللہ خان کو تختِ کابل لانے کے لئے اپنی جانیں لڑا دیں ۔

قسطنطنیہ ۱۵ فروری۔ سر ہمبری ڈابس جو انگلستان واپس جا رہے ہیں۔ بہت دیر تک سر گلبرٹ کلیٹن سے گفتگو کرتے رہے ۔ سر گلبرٹ کلیٹن ۲۱ فروری کو بغداد روانہ ہو جائیں گے ۔

اخبار ام القریٰ کی ۲۵ جنوری کی اشاعت سے معلوم ہوا ہے۔ کہ سمندر کے راستے آنے والے حاجیوں کی تعداد ۸۴۹۲۲ تک پہنچ گئی ہے ۔

قاہرہ ۸ فروری۔ سابق وزیر اعظم مصر مصطفےٰ نحاس پاشا (جو اب جماعت وفد کے صدر ہیں) اور سابق صدر پارلیمنٹ مصر واصف بے پر اپنے پیشے میں بے عنوانی کے الزام میں جو مقدمہ چلایا گیا تھا۔ عدالت نے اس کا فیصلہ سنا دیا ۔ عدالت نے دونوں آدمیوں کو بری قرار دیا ۔

طہران ۱۰ فروری۔ شاہی فوجوں نے حملہ کرکے بلوچ باغیوں کو شکست فاش دی۔ جس سے ان کا شیرازہ منتشر ہوگیا ۔ اب ان کا سرغنہ دوست محمد خاں گرفتار ہو کر دزداب پہنچایا گیا ہے۔ جہاں سے اس نے شاہ ایران کی خدمت میں درخواست بھیجی ہے۔ کہ اس کا قصور معاف کیا جائے۔ اور وعدہ کیا ہے۔ کہ میں وفاداری میں ہمیشہ ثابت قدم رہوں گا ۔

لعد کی خبر ہے۔ کہ شاہ ایران نے دوست محمد خاں کی درخواست منظور کر لی ہے ؛

ایران کی پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے ایک نئے قانون کا نفاذ منظور کر لیا ہے۔ جس کی رو سے قلمروئے ایران میں غلاموں کی تجارت ممنوع ہو گی۔ اور ممالک غیر سے جو غلام اور لونڈیاں ایران میں داخل ہوں گے۔ وہ آزاد انسان خیال کئے جائیں گے ؛

افغانستان کی صورت حالات حد درجہ پیچیدہ ہو رہی ہے۔ لیکن گمان کیا جاتا ہے۔ کہ موسم بہار کی آمد کے ساتھ حالات درست ہو جائیں گے ؛

ماسکو کے سابق ترکی سفیر وسیس بے جو اڈیسہ سے قسطنطنیہ پہنچے ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ جمہوریہ روس کی اطلاعات کے مطابق غازی امان اللہ خاں بہت جلد افغانستان پر دوبارہ اقتدار حاصل کر لینے والے ہیں ؛

ماسکو ۱۰ فروری۔ قندھار اور جلال آباد کے درمیانی علاقہ کے قبائل کابل یا قندھار کی کسی برسر اقتدار شخصیت کے تابع فرمان نہیں ہیں۔ شنواریوں۔ خوگیانیوں اور مہمندوں کے درمیان جنگ و جدل جاری ہے۔ کابل میں سامان خورونوش کی کمی ہے۔ اس لئے لوٹ مار کا بازار گرم ہے ؛

غیر مصدقہ خبر ہے۔ کہ جگدلک اور جلال آباد کے درمیان سردار علی احمد جان اور بچہ سقہ کی فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ اس میں سردار علی احمد جان کو شکست ہوئی۔ اور وہ فرار ہو کر لغمان شہر میں پناہ گزیں ہے ؛ باغیوں نے اس کے فوجی کیمپ کو لوٹ لیا۔ اور تمام سامانِ حرب اور روپیہ بھی اپنے قبضے میں کر لیا ہے ؛

یہ بھی خبر ہے۔ کہ باغیوں نے جلال آباد کو لوٹ لیا۔ اور شہر میں آگ لگا دی۔ اس وقت شہر جلال آباد کھنڈرات کا ایک دردناک نظارہ پیش کرتا ہے ؛ ان دنوں باغی دیہاتی لوٹ مار میں مشغول ہیں ؛ جلال آباد کی تباہی سے بہت سے شہری ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں ؛ جس وقت جلال آباد کے اسلحہ خانے کو سرنگ سے اڑایا گیا۔ تو عمارت کا ملبہ اور سامان جنگ کے ٹکڑے تین تین ہزار فٹ کی بلندی تک اڑتے رہے جس سے قبائل کے آٹھ سو آدمی ضائع ہوئے ؛

کوئٹہ ۱۴ فروری۔ شاہ امان اللہ خاں کی فوجیں باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئی ہیں ؛

ٹائمز آف انڈیا کا نامہ نگار پشاور سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ آج کل اس امر کی بڑی گرم افواہ اڑ رہی ہے۔ کہ بالشویکوں کی جنگی تیاریاں سرحد افغانستان پر ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ مگر ابھی تک اس امر کی کوئی اطلاع نہیں آئی۔ کہ یہ تیاریاں جارحانہ جنگ کے لئے ہیں۔ یا مدافعت کے لئے ؛

نائس فرانس کا تار ہے۔ کہ جرنیل نادر خاں جیسے

سے افغانستان روانہ ہو گئے ہیں ؛

لندن ۹ فروری- اسی تاریخ کو بادشاہ سلامت جارج پنجم ساڑھے دس بجے صبح قصر بکنگھم سے بوگنر روانہ ہو گئے + جس وقت بادشاہ سلامت قصر بکنگھم سے مریضوں کی چارپائی پر اپنے کمرے سے روانہ ہوئے- تو شاہی جھنڈا سرنگوں کردیا گیا- اور اس وقت تک برابر سرنگوں رہا جب تک آپ بوگنر پہنچ نہیں گئے + قصر کے باہر آپ کی موٹر کھڑی تھی- جس کے پاس دو نرسیں بھی تھیں + ملکہ معظم کی موٹر کے علاوہ چار موٹریں اور تھیں- جن پر ملازمیں اور ڈاکٹر وغیرہ سوار تھے ؛

ڈیلی اکسپریس لکھتا ہے- کہ ملک معظم کی علالت کے سلسلے میں روز افزوں خرائض کے اضافہ ہو جانے سے شہزادہ ویلز نے شکار وغیرہ مشاغل کو ترک کر دینے کا فیصلہ کیا ہے ؛

رگبی ۸ فروری- انگلستان کی پارلیمنٹ کے عام انتخابات جلد ہونے والے ہیں + اس سلسلے میں اب تک ۴۰ ۵ خواتین کی درخواست ہائے امیدواری منظور ہو چکی ہیں- لیکن ابھی اس بات کی بڑی توقع ہے- کہ اور بھی بہت سی خواتین انتخابات پارلیمنٹ کے لئے کھڑی ہوں گی + اندازہ ہے- کہ ان کی تعداد ایک سو تک ہو جائے گی + جن خواتین کی درخواستیں منظور ہو چکی ہیں ان میں سے ۹ آزاد خیال جماعت سے- اور ۸ اعتدال پسند جماعت سے اور ۲۷ مزدور جماعت سے

تعلق رکھتی ہیں +

آج کل یورپ کے مختلف حصوں میں برفباری اور سرد ہواؤں کا بڑا زور ہے + انگلستان میں موسم کی اس خرابی سے انفلوئنزا پھیل گیا ہے- جس کے ہزاروں آدمی شکار ہو رہے ہیں + بحرۂ بالٹک اور بحیرۂ شمالی کی بندرگاہوں میں سردی کی وجہ سے جہازرانی مسدود ہو گئی ہے ؛

مشرقی تھریس میں جو ٹرین گاڑیاں برف کی وجہ سے رُک گئی تھیں- ابھی تک برف میں دبی پڑی ہیں ؛

روما ۱۰ فروری- پاپائے روما اور حکومت اطالیہ کے درمیان ایک عہدنامہ ہوا ہے + جب تک پارلیمنٹ کی تصدیق نہ ہو جائے- اس عہدنامہ کی اشاعت ملتوی رہے گی + اس معاہدہ کی رو سے کلیسہ کو جو رقم دینے کی تجویز ہوئی ہے- اس کی فراہمی کے لئے سائنور مسولینی عنقریب ملک سے اپیل کرنے والے ہیں ؛

ہسپانیہ کے بادشاہ الفانسو اور ان کے وزیر مختار جنرل پرائموڈی رویرا کے درمیان اس بات پر اختلاف ہو گیا- کہ حال ہی میں جو بغاوت رونما ہوئی تھی- اس کے مجرموں سے آپ نرمی کا برتاؤ چاہتے تھے- اور وزیراعظم سختی کرنے پر مصر تھے- چنانچہ بادشاہ نے اپنے احکام کی تعمیل پر زور دیا- اس پر وزیراعظم نے استعفیٰ دیدیا- وزیراعظم کے ساتھ دوسرے وزرا بھی مستعفی ہو گئے + اب

شاہ الفانسو نے ملزموں کے ساتھ نرمی کا خیال ترک کرکے کابینہ وزارت سے استدعا کی ہے۔ کہ وہ بدستور اپنا کام انجام دیتی رہے ؛

لندن میں ایک لڑکے کو سڑن سکوئر سے گزرتے ہوئے موتیوں کا ایک ہار پڑا ملا جس میں قیمتی جواہرات بھی جڑے ہوئے تھے۔ اس ہار کی قیمت پانچ ہزار پونڈ تھی۔ اور یہ ۱۳ فروری کو ایک لیڈی صاحبہ کا گم ہوا تھا۔ لڑکے نے اس ہار کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس نے ہار کی مالکہ کو پہنچا دیا۔ خاتون موصوفہ نے لڑکے کو پانچ سو پونڈ انعام دئے ؛

آنریبل مسٹر پٹیل صدر اسمبلی نے دہلی میں ایک پُرتکلف ٹی پارٹی دی۔ یہ ٹی پارٹی مہاتما گاندھی کے اعزاز میں دی گئی۔ اس میں حضور وائسرائے کمانڈر انچیف۔ مسٹر کریرر۔ مہاتما گاندھی۔ پنڈت موتی لال نہرو۔ مسٹر جناح۔ پنڈت مالوی۔ سر عبد القیوم۔ ڈاکٹر انصاری۔ مہاراجہ بیکانیر۔ مہاراجہ کشمیر۔ حضور نواب صاحب بھوپال اور مسٹر کننگھم پرائیویٹ سکرٹری وائسرائے وغیرہ مدعو کئے گئے تھے ؛

مولانا داؤد آلپن جو انگریزی کے ممتاز اخبار نویس اور مشہور انشا پرداز اور ایک نومسلم انگریز تھے۔ ۱۷ فروری کو ہندو راؤ ہسپتال دہلی میں نمونیا کی بیماری سے انتقال کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ؛ مرحوم مسلم آوٹ لُک لاہور کے اڈیٹر رہ چکے تھے۔ اور ان دنوں دہلی کرانیکل کے اڈیٹر تھے ؛

بمبئی میں اب امن و سکون قائم ہو گیا ہے۔ بازار اور دکانیں کھل رہی ہیں۔ اور کاروبار شروع ہو گیا ہے ؛ سرکاری اعلان ہے۔ کہ فساد کے سلسلے میں جو محافظ فوج بھیجی گئی تھی۔ وہ واپس بلائی گئی ہے ؛ اس وقت ۳۹۴ آوارہ گرد گرفتار ہوئے ہیں ؛ اس فساد میں ۱۴۷ آدمی ہلاک ۸۳۷ زخمی ہوئے ہیں ؛ یہ تعداد اُن زخمیوں کی ہے۔ جو ہسپتال میں داخل ہیں ؛

مہاراجہ صاحب محمود آباد نے شیعہ کانفرنس کو پانچ ہزار روپیہ مرحمت فرمایا ہے ؛

مسٹر پوری وکیل انبالہ نے غازی امان اللہ خاں کی خدمت میں ازراہ ہمدردی ایک ہزار روپیہ پیش کرنے کی استدعا کی تھی۔ اور پوچھا تھا۔ کہ یہ روپیہ کہاں اور کس طرح بھیجا جائے؟

اس کے جواب میں شاہ امان اللہ خاں کی طرف سے مسٹر پوری کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ دیگر امور کے متعلق افغان قونصل جنرل متعینہ دہلی سے استفسار فرمائیے ؛

لاہور میں ۱۴ فروری کو چار بجے صبح مال روڈ پر خوفناک آتش زدگی کی واردات ہوئی۔ کلکتہ انجنیرنگ کمپنی۔ سٹنڈرڈ بک اسٹال اور سینز (انڈیا) لمٹیڈ ہر سہ دکانوں کا تمام مال جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ نقصان کا اندازہ ۲ لاکھ روپے کیا جاتا ہے ؛

حسابات تہذیب

تہذیب کے حسابات کی طرف افسوس عرصے سے توجہ نہیں ہو سکی۔ سب سے آخر دفعہ یہ حسابات ۲۵ء میں شائع ہوئے تھے۔ اس عرصے میں تہذیب فنڈ اور خیرات فنڈ کے علاوہ ایک اَور حساب تبلیغ فنڈ کے نام سے جاری ہو گیا۔ ان جملہ فنڈوں میں جس قدر رقوم وصول ہوئی ہیں۔ ان کے جمع و خرچ کا مفصل حساب حسب ذیل ہے۔

تہذیب فنڈ

(نام اور پتہ چندہ دہندگان کا)

۲۵ء
۷ جولائی۔ بیگم صاحبہ صوفی پنڈی بہاؤالدین عہ ر
۵ اگست صفیہ بیگم صاحبہ حیدرآباد دکن صہ ر
۱۲ " محمد لطیف خاں صاحب امپیریل بنک آف انڈیا لاہور۔ عہ ر
۱۷ " امت البشیر بنت سردار فقیر اللہ صاحب وکیل منٹگمری۔ سے ر
۲۳ ستمبر وزیر بیگم صاحبہ لاہور عہ ر
۲۸ " مرتضیٰ خاں صاحب برار عہ ر
۲۶ء
۸ جنوری۔ عائشہ بنت منشی محمد عظیم خاں صاحب سہارن پور۔ عاؔر
۱۹ " مسز ایل۔ بی میر کلکتہ صہ ر
۲ فروری امت الحمید خانم صاحبہ معہ ر
۴ مارچ۔ ف۔ خ۔ نابھہ معہ ر
۱۶ " ہمشیرہ لفٹننٹ کرنل احمد کول صاحب دہلی عاؔر
۱۷ " کے۔ ایس بیگم صاحبہ ہینگن گھاٹ صہ ر
۱۵ مئی مسز ذاکر حسن صاحب رفعت منزل رامپور عہ ر
۱۹ " مہدی علی خلف سید مہتاب شاہ صاحب گیلانی مرحوم لاہور۔ صہ ر
۲۲ " زہرہ خانم بنت شیخ لائق علی صاحب سب جج عـہ ر
" ایک خریدار تہذیب صہ ر
۲۵ " مسز عزیز صاحب عاؔر
یکم جون عزیز الرحمٰن صاحب علی گڈھ عاؔر
۴ " سید اشرف الحسن صاحب مدناپور عہ ر
۲۹ " غلام فاطمہ بنت بابو سمندر خان کوئٹہ صہ ر
۳ جولائی۔ سید محمود امام صاحب گیا عاؔر
۴ " سید غلام مصطفیٰ صاحب ایگزکٹو انجنیئر شکارپور ۲ عـہ ر
۲ اگست۔ ا۔ ب۔ ش صاحبہ ۲ عـہ ر
۱۱ " اہلیہ محمد نعیم صاحب تھانہ ہنڈیا (الہ آباد) عہ ر
۱۴ " ہمشیرہ احمد حسین صاحب علی گڈھ سے ر
" س۔ ع۔ میرزا پور عاؔر
یکم اکتوبر۔ ممتاز صاحبہ دختر جناب ڈاکٹر کرنل غلام محمد خاں صاحب صہ ر
۲۳ نومبر مسز سید قطب الدین صاحب بلدگاؤں معہ ر
۱۱ دسمبر سجانہ خان بہادر چوہدری الٰہی بخش صاحب چک نمبر ۱۰۶ معہ ر

۲۱ دسمبر حسینہ فاطمہ بنت محسن حسین صاحب
جبل پور　عا ر
" " مریم بی بی صاحبہ ہیڈ معلمہ گرل سکول انبالہ عہ ر
۲۹ " جمیلہ خاتون صاحبہ آگرہ　عـہ ر
۱۰ جنوری ۲۷ ایم ۔ کے انور صاحبہ ہوڑہ　سے ر
۱۰ فروری اہلیہ محمد حسین خاں صاحب آرمی
کنٹر کٹر جالندھر　عا ر
۱۷ " ز ۔ ب ۔ غلنزی صاحبہ راولپنڈی عا ر
۹ " اہلیہ صاحبہ سید محمد مجتبیٰ صاحب منصف
مظفر پور　لعہ ر
۱۰ " اختر صاحبہ دختر شیخ عبدالقادر صاحب
چیچہ وطنی　عا ر
۱۷ " مسز مظہر علیصاحب صادق انصاری عـہ ر
۱۸ " جمیلہ خاتون ستار منزل رائے پور　عہ ر
۲۴ " بنت احمد حسین خاں صاحب انسپکٹر بنک
زمیندارہ جہاں خیلاں　سے ر
۲۶ " زہرہ خانم بنت شیخ لائق علی صاحب
سب جج　للعہ ر
۱۴ مارچ ڈاکٹر اعجاز حسین صاحب لکھنؤ　عا ر
۲۴ " سکندر جہاں صاحبہ رڑکی　عا ر
۲۹ " اہلیہ محمد حنیف صاحب باغ نصرت پور گیا　عہ ر
یکم اپریل ہاشم پسر آنریبل مسٹر جسٹس سید
محمد صاحب لکھنؤ　صہ ر
۵ " بی ۔ زید پربھنی　عا ر
۹ " سردار محمد صاحب پارس خانہ اٹک　صہ ر

۱۴ جون امت المبین بیگم بنگلور　عا ر
۲۴ " نادرہ سلطانہ صاحبہ شملہ　عا ر
۱۳ جولائی اہلیہ عبدالرشید خانصاحب نصیر آباد صہ ر
۱۹ " قمر جہاں بیگم بنت سید محمد نظیر صاحب
مین پوری　صہ ر
" " عابد النساء بیگم رائے پور ۔ سی ۔ پی　معہ ر
۲۱ " طاہرہ بنت عبدالوہاب صاحب بنگلور　عہ ر
۲۸ " مسز عبداللہ سیٹھ　عہ ر
۸ اگست مس سید شبیر علی کوریا　عا ر
۹ " سکینہ بیگم بنت عبدالوہاب خاں چتوڑ　عا ر
۱۶ " مسز سید احتشام علی صاحب ریاست دتیا　صہ ر
۲۵ " ہمشیرہ ابن حسن صاحب وکیل بدایوں　للعہ ر
۱۵ ستمبر وسیم حمدی ملیح آباد　عـہ ر
۱۱ اکتوبر مسز سید عبدالسلام صاحب　عا ر
۲۲ " بنت نواب شہزور جنگ صاحب خیرت آباد　عـہ ر
۲۶ " بیگم خاں بہادر ڈاکٹر میر ہدایت اللہ
صاحب امرتسر　عـہ ر
یکم ستمبر آمنہ خاتون صاحبہ　للعہ ر
۹ " زبیدہ سلطان صاحبہ بھوپال　صہ ر
۱۹ " مس ادریس بیگم صاحبہ شاہجہانپور　سے ر
۱۲ دسمبر زینب صاحبہ امرتسر　صہ ر
مسز سردار محمود حسن صاحب　عا ر
بلقیس بیگم صاحبہ　عـہ ر
بنت کرنیل محمد افضل خانصاحب　صہ ر
ممتاز صاحب　عا ر

مس کرنیل محمد افضل خاں صاحب	صہ ر
فہمیدہ عالم صاحب ڈھوگری	صہ ر
اہلیہ ملک محمد شریف صاحب	عا ر
زاہدہ خاتون صاحبہ	صہ ر
فاطمہ بیگم صاحبہ	عا ر
میزان کل	سا ۵ سعہ ر
میزان سابقہ مندرجہ اخبار یکم اگست ۲۵ء	للعہ ما للعہ ۶ پائی
میزان	للعہ ما للعہ
میزان خرچ جس کی تفصیل ذیل ہے	سما سے ۶
بقایا	للعہ سعہ ر ۶ پائی
وحیدہ میموریل فنڈ	عسعہ ر
میزان کل	للعہ سعہ ر ۶ پائی

اخراجات تہذیب فنڈ

۴ جولائی ۲۵ء - خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ	سعہ ر
" " و - ا - صاحبہ	عسعہ ر
" " زبیدہ خانم صاحبہ	عسعہ ر
" " ممتاز احمد فاروقی صاحب	عسعہ ر
جنوری ۲۶ء - و - ا - صاحبہ	سعہ ر
" خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ	عسعہ ر
" " برجیس دلھن صاحبہ	یسعہ ر
" " ب - خ - ن صاحبہ	عسعہ ر
جولائی ۲۶ء - خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ	سعہ ر
" " آر - کے صاحبہ	عسعہ ر
" " ظفر جہاں بیگم صاحبہ	سعہ ر

" " رضویہ خاتون صاحبہ	صہ ر
محمدی بیگم صاحبہ	للعہ ر
" " زبیدہ خانم صاحبہ	للعہ ر
جنوری ۲۷ء - رضویہ خاتون صاحبہ	سعہ ر
" " ظفر جہاں صاحبہ	عسعہ ر
" " آر - کے صاحبہ	یسعہ ر
" " ممتاز احمد فاروقی صاحبہ	عسعہ ر
جولائی ۲۷ء - خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ	سعہ ر
" " ظفر جہاں بیگم صاحبہ	عسعہ ر
" " رضویہ خاتون صاحبہ	عسعہ ر
" " خدیجہ بائی صاحبہ	عسعہ ر
جنوری ۲۸ء - محترمہ آر - کے صاحبہ	سعہ ر
" " محترمہ ظفر جہاں صاحبہ	سعہ ر
" " محترمہ اہلیہ حسین علی صاحب	یسعہ ر
" " محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ	عسعہ ر
جولائی ۲۸ء محترمہ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ	سعہ ر
" " ممتاز احمد فاروقی صاحب	عسعہ ر
" " محترمہ مس حجاب اسمٰعیل صاحبہ	یسعہ ر
" " مس فاطمہ بیگم صاحبہ	سعہ ر
جنوری ۲۹ء - محترمہ آر - کے	سعہ ر
" " محترمہ مس حجاب اسمٰعیل صاحبہ	عسعہ ر
" " محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ	یسعہ ر
" " محترمہ محمدی بیگم صاحبہ	یسعہ ر
" " محترمہ ظفر جہان صاحبہ	سعہ ر
میزان	سما سے ر

وحیدہ میموریل فنڈ

سنہ ۲۵ء
۱۶ جولائی - بنت خان بہادر سید سلیمان شاہ
صاحب لاہور - للعہ ر
" " میر اکبر اعجاز حسین صاحب لکھنؤ سے ر
" " امت الوحی صاحبہ بجنور عہ ر
" " قیصر جہاں بیگم صاحبہ بجنور عہ ر
" " مسز زاہد حسین صاحبہ بجنور عا ر
سنہ ۲۶ء
۱۹ فروری - رضویہ خاتون صاحبہ صہ ر
۱۸ مارچ - سید محمد ظہور صاحب وکیل دکن معہ ر
۱۶ مئی - حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب عہ ر
۹ جون - حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب عہ ر
۵ جولائی - حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب ضلع
شاہ پور عہ ر
میزان عسہ ر

خیرات فنڈ

سنہ ۲۵ء
۷ جولائی - عبدالرحمٰن صاحب سب انسپکٹر پولیس عہ ر
۳ اکتوبر - بنت خورد سید محسن حسین صاحب ناگپور عا ر
" " ا - خ - کراچی عہ ر
۱۰ نومبر - ا - ب - ش صاحبہ عا ر
۱۳ " بنت خورد سید سلیمان شاہ صاحب منٹگمری لاہور عا ر
سنہ ۲۶ء
۱۲ فروری - عائشہ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب عہ ر
۲۲ فروری - محمد زماں خاں صاحب عہ ر
۲۵ " انور جہاں صاحبہ دہلی عا ر

۳ " بیگم آنریبل نواب سید محمد میر شاہ
صاحب جلالپور ۳عہ ر
۹ " محمد زماں خاں صاحب اوکاڑہ عا ر
۱۶ " بنت سید سعید حسین صاحب پورنہ عہ ر
" " بنت محمد شفیع صاحب بہاٹک حبش خاں
دہلی صہ ر
۱۹ " محمود الحسن صاحب جھانسی ۳ ر
۲۳ " ہمشیرہ امتیاز علی صاحب سابق ہندی ہردوئی عا ر
۳ مئی صفیہ بیگم صاحبہ ریاست خیرپور صہ ر
۱۰ " مولوی شرف الدین صاحب پنڈدادنخاں صہ ر
۲۲ " تاج النساء بیگم بنت عبدالرؤف صاحب
بیرسیہ بھوپال صہ ر
۳۱ " اعجاز احمد خاں صاحب سٹیشن ماسٹر برگڈ عا ر
۹ جون - مسز رشید احمد صاحب گورداسپور عہ ر
۲۹ " غلام فاطمہ بنت بابو سمندر خاں بلوچستان سے ر
" " ف - ن - بنت مختار الحق صاحب
شاہجہان پور صہ ر
۵ اگست - زہرہ جان صاحبہ عہ ر
۱۰ " مسز عزیز الدین خاں صاحب تحصیلدار اکوٹ عا ر
۱۲ " حبیب النساء صاحبہ للعہ ر
۲۴ " مسز خاں صاحب ڈاکٹر تصدق حسن
صاحب بستی صہ ر
۳ ستمبر مولوی محمد اختر صاحب آگرہ صہ ر
۲۲ ستمبر - ا ے - سلطانہ صاحبہ رہتک عہ ر
۲۴ " عبدالعزیز خاں صاحب نظامی پشاور عہ ر

۲۵ " بی بی مومنہ بیگم صاحبہ عہ ر
۴ اکتوبر - بیوہ عبدالرحیم خاں صاحب مرحوم
ہنسہا پور عمہ ر
۱۴ " غلام نبی کلرک نواں شہر جالندھر عاہ ر
۲۶ " غلام حیدر صاحب شیر گڈھ عسہ ر
۶ دسمبر - غلام نبی برادر شہاب الدین صاحب
جالندھر عہ ۱۴ر
۵ جنوری ۲۷ء - م - ح - بنت خان حاجی غلام حسین
خاں صاحب کراچی عاہ ر
۱۲ " محمد حسنین صاحب ہنڈیا عہ ر
۱۹ " زاہدہ خاتون صاحب سیول ۓ ر
۲۵ " مسز مظہر علی انصاری لاڑکانہ سندھ عسہ ر
۸ فروری - خدیجہ بائی بنت قاضی ابراہیم صاحب
بمبئی عہ ر
۹ " اہلیہ سید محمد مجتبیٰ صاحب منصف مظفرپور للعہ ر
۲ مارچ - ستارہ خاتون بنت قاضی عبدالکریم
الدور صہ ر
۲۸ " زاہدہ خاتون صاحبہ بھاگلپور عہ ر
" " والدہ اعجاز اطہر خان صاحب علی گڈھ عسہ ر
۲۹ " سلطان بیگم صاحبہ بیریہ خورد جاگیر صہ ر
۱۴ اپریل - ہمشیرہ ضمیر احمد صاحب ہاشمی دہلی صہ ر
۲۲ " مسز ایس - ایم - ذکریا صاحبہ انبالہ عاہ ر
۲۶ " بی بی اقبال بیگم صاحبہ لاہور عاہ ر
۲۸ مارچ - مولوی منظور حسین صاحب بلند شہر صہ ر
۱۴ مئی - محمد ضیاء الدین صاحب بارہ بنکی للعہ ۱۲ر

۲۱ جون - ہاجرہ بیگم صاحبہ بنت ممتاز اللہ خاں
صاحب بلیا للعہ ر
۲۹ " عبدالجلیل صاحب گلبرگہ عہ ر
۱۹ جولائی - عابدالنساء صاحب رائپور سی - پی صہ ر
۲۶ " رحمت الانوار صاحب چکوال ۓ ر
۲۷ " عائشہ خاتون صاحبہ للعہ ر
۲۸ " قیصر خاتون زمانی صاحبہ شیوپوری عاہ ر
" " مسز عبداللہ سیٹھ عاہ ر
۲۹ " محمد شفیق خاں صاحب سرینگر لعہ ر
یکم اگست - ظہیر الحسن صاحب بنارس للعہ ر
۱۴ ستمبر - والدہ مسعود احمد صاحب لاہور صہ ر
۲۵ " رضیہ بنت غلام احمد خاں صاحب بیگم
سیٹھ مدراس للعہ ر
۲۸ " مسز سید ذوالفقار حسین صاحب
شیوپوری عاہ ر
۱۷ دسمبر ۲۷ء - زاہدہ خاتون صاحبہ سیول عہ ر
ہمشیرہ محمد فاضل صاحب صہ ر
مسز عبدالسلام صاحب میسور عاہ ر
اہلیہ محمد فاروق صاحب للعہ ر
اہلیہ سید مصطفےٰ حسین صاحب حیدرآباد صہ ر
مریم بی بی صاحبہ انبالہ عاہ ر
سیدہ خاتون صاحبہ صہ ر
مسز عبدالقدوس صاحب عاہ ر
حمیدہ خاتون صاحبہ عاہ ر

بیوہ فنڈ

سنہ ۲۵ء

۱۹ ستمبر - سید محمد افضل صاحب رانی پور عا ر

۱۴ نومبر - مسز عبدالرحیم خاں صاحب ناگپور عیہ

۱۲ دسمبر - مس شبیر علیصاحب تحصیلدار رائپور عا ر

سنہ ۲۶ء

۲۳ فروری - بنت افتخار الدین احمد صاحب مختار چھپرہ عا ر

۱۶ اپریل - اہلیہ محمد وزیر الدین خاں صاحب نائب تحصیلدار ہوشیار پور صہ ر

۲۹ جولائی - بلقیس خانم بنت شیخ نور محمد صاحب دہلی سے ر

۱۳ اگست - محمد نصیب اللہ خاں صاحب شروانی علی گڈھ صہ ر

۵ اکتوبر - محمد اسلم خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس رہتک سعہ ر

۳ دسمبر - اکبر خاتون صاحبہ بنت محمد نعمت الہی صاحب تحصیلدار اچھاور - بھوپال صہ ر

سنہ ۲۷ء

۲۹ جنوری - ایس نادر حسین صاحب اکسائز انسپکٹر شکارپور عا ر

۱۱ اپریل - مسز حاجی محمد صالح خانصاحب علیگڈھ صہ ر

۳۰ جون - مسز سردار محمود حسین صاحب لاہور سعہ ر

" " حمیدہ بیگم صاحبہ آگرہ عیہ ۱۰ر

۲ جولائی - اہلیہ صاحبہ پروفیسر محمد شفیع صاحب لاہور عا ر

۴ جولائی - مخفی سعہ ر

۷ " ایس - اے کریم صاحب پوسٹماسٹر دہاروار سعہ

" " محمد نسیم الدین خاں صاحب حیدرآباد دکن سے ر

" " مسز کریم صاحبہ نرسراؤپت سعہ ر

" " مسیح اللہ احمد صاحب فوٹوگرافر شملہ سعہ ر

" " اہلیہ چوہدری محمد اکرم صاحب سیالکوٹ سعہ ر

" " محمد خاں صاحب پنشنر انسپکٹر پولیس ھیلاں لعہ ر

۸ " اہلیہ ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ صہ ر

۹ " اقبال جہاں صاحبہ کوٹلی صہ ر

۱۲ " محمد زمان خان صاحب اوکاڑہ معہ ر

" " دختر ڈاکٹر شمس الدین صاحب ملکاپور عا ر

۱۳ " بیگم صاحبہ میاں عبدالرشید خاں صاحب نصیر آباد سعہ ر

۱۵ " بیگم شاہ دین صاحب صہ
" " بیگم شفاعت احمد صاحب صہ
" " بیگم عبدالرحمن صاحب صہ
} مرسلہ اصغری بیگم محمد رفیع صاحب ڈلہوزی یسعہ ر

۱۶ " محمد وزیر الدین صاحب نائب تحصیلدار ہوشیار پور صہ ر

۱۶ " بنت شیخ حفیظ اللہ صاحب ناظم پولیس خیرپور سعہ ر

۱۸ " دختر سید زاہد حسین صاحب گیا صہ ر

" " حسین بیگم صاحبہ مہرولی باغ دہلی عہ ر

۱۹ " اہلیہ مسعود حسین صاحب بھوپال للعہ ۱۲ر

۱۹ جولائی - بنت قائم حسن صاحب تعلقدار ہنگولی یعہ ر

۲۰ " مس - ایس - ایم اعظم حیدرآباد دکن سعہ ر

" " چوہدری محمود خاں صاحب انسپکٹر پولیس بٹالہ سعہ/

۲۲ " بیگم سلطان احمد صاحب کنورہ اعظم گڈھ للعہ/

" " بیگم مسیح الزمان خاں صاحب دہون سے/

۲۵ " مسز اجمل حسین صاحب دہلی عہ/

۲۷ " فضل النساء صاحبہ ہوشیارپور سے/

۲۸ " مخفی عہ/

" " ہمشیرہ احمد حسین صاحب علی گڈھ عا/

" " مسز عبد اللہ خاں صاحب لاہور سعہ/

مصیبت زدگان فنڈ

سنہ ۲۵ء

۱۴ نومبر - مسز عبد الرحیم صاحب ناگپور سعہ ۸/

سنہ ۲۶ء

۲ مارچ - محمد زمان خان صاحب اوکاڑہ عا/

۱۷ " کے - ایس بیگم صاحبہ ہینگن گھاٹ صہ/

۱۸ مئی - آر - کے صاحبہ عا/

۳۰ جون - مسز مختار نبی صاحب - ای - اے سی - گوڑگاؤں عہ/

۴ جولائی - زہرہ خانم صاحبہ بنت شیخ لائق علی سب جج سم۵/

" " اہلیہ محمد یحییٰ صاحب علوی چرکہاری سے/

۲۴ " میر لائق علی صاحب سم۵/

۲۴ ستمبر - سید محمد ایوب صاحب وکیل جالنہ صہ/

میزان لا سے

میزان سابقہ مندرجہ اخبار یکم اگست سنہ ۲۵ء الما سے ۱۱ر ۶ پائی

میزان کل سم الما سے ۱۱ر ۶ پائی

حساب مندرجہ یکم اگست سنہ ۲۵ء میں للعہ ۱۲ر امداد فنڈ کے نام سے خیرات فنڈ میں جمع ہوگئے تھے۔ وہ اب نکال کر تبلیغ فنڈ میں جمع کئے گئے۔

۲۷ جولائی - یکصد روپیہ بیوہ کو دیا گیا جس کی بیٹی کے لئے چندہ کیا گیا تھا۔ مع پارچات مرسلہ خواہران تہذیب

یہ اخراجات میزان خیرات فنڈ میں سے منہا کئے گئے۔ تو حساب حسب ذیل رہا:-

میزان کل خیرات فنڈ	سم مالہ سے ۱۱ر ۶ پائی
اخراجات	مالہ للعہ ۱۲ر
بقایا	سم مالہ عہ ۱۵ر ۶ پائی

تبلیغ فنڈ

۳ دسمبر سنہ ۲۵ء - خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ شاہجہانپور صہ/

۸ " بیگم خان صاحب محمد علی صاحب شاہجہانپور عہ/

" " شریف النساء صاحبہ لیڈی ڈاکٹر بمبئی صہ/

۹ " مسز اے - این قریشی کراچی عہ/

۱۱ " مسز سمیع اللہ خاں صاحب بلاسپور عا/

" " امت الحمید خانم صاحبہ جونپور سعہ/

۱۲ " عائشہ بیگم صاحبہ کوئٹہ صہ/

۲۴ " حیدری بیگم صاحبہ لدھیانہ عا/

۳۱ ؍ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب جڑانوالہ صہ ر
۲۶ جنوری - از خانہ چوہدری محمد شفیع صاحب
پروفیسر مشن کالج لاہور عہ ر
۸ ؍ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ شاہجہان پور عہ ر
۹ ؍ مسٹر سمیع اللہ خاں صاحب بلاسپور عہ ر
۱۱ ؍ بیگم صاحبہ محمد افضل صاحب سورت عہ ر
۱۵ ؍ بیگم محمد افضل خاں صاحب تحصیلدار
گجرات عہ
۱۶ ؍ مسز اے - این - قریشی پیکسی -
بنگال عہ ر
۲۰ جنوری - اہلیہ صاحبہ سید غلام علی شاہ صاحب
شیر شاہ سہ ر
۲ فروری - آباد بیگم صاحبہ اعظم گڑھ صہ ر
۶ ؍ بیگم صاحبہ محمد افضل صاحب سورت عہ ر
۱۳ ؍ بنت خان احمد حسن خاں صاحب
نینی تال صہ ر
۱۸ ؍ ہمشیرہ مقبول احمد صاحب دوراہا عہ ر
۱۷ ؍ خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ شاہجہانپور عہ ر
؍ ؍ بیگم صاحبہ مولوی سید ایوب حسن خان
صاحب شاہجہان پور عہ ر
۲۴ ؍ مسز اے - این قریشی پیکسی عہ ر
۲۷ ؍ بیگم صاحبہ محمد علی صاحب شاہجہانپور عہ
ہاجرہ بیگم صاحبہ ؍ عہ
سردار بیگم صاحبہ ؍ عہ
حمید النساء بیگم صاحبہ ؍ عہ
(میزان) عہ ر

یکم مارچ - بیگم محمد افضل خاں صاحب تحصیلدار
گجرات صہ ر
۱۰ ؍ اہلیہ سید اشرف علی خاں صاحب ناگپور صہ ر
۱۶ ؍ امت الوحی صاحبہ بجنور عہ ر
۲۷ ؍ حسنیٰ دلھن صاحبہ با علقہ کاٹھیاوار عہ ر
۲۹ ؍ مسز شیر علی صاحب انصاری تھل للعہ ر
۹ اپریل - ایس - کے مودی صاحبہ بلاسپور للعہ ر
۱۲ ؍ مخدوم تصدق احمد صاحب راولپنڈی للعہ ر
۱۶ ؍ مسز تراب محی الدین صاحب چتوڑ عہ ر
؍ ؍ شریف النساء صاحبہ لیڈی ڈاکٹر دوراجی صہ ر
۱۹ اپریل - بیگم محمد افضل صاحب سورت عہ ر
یکم مئی - مسز محمد علی صاحب انصاری بوبک عہ ر
۱۰ ؍ بیگم جلال الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر شاہجہانپور صہ
بیگم فضل الرحمٰن خاں صاحب ایم ایل سی ؍ صہ
خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ ؍ عہ
حسن جہاں صاحبہ ؍ عہ
منیر جہاں صاحبہ ؍ عہ
کنیز بانو صاحبہ ؍ عہ
بیگم زاہد حسین صاحب - امپیریل آڈٹ آفیسر دہلی ؍ صہ
(میزان) عہ ر
۱۱ ؍ مسز سمیع اللہ خاں صاحب بلاسپور سہ ر
؍ ؍ مسز شیر علی صاحب انصاری تھل عہ ر
۱۴ ؍ بیگم صاحبہ محمد علی صاحب شاہجہانپور عہ ر
۱۷ ؍ آباد بیگم صاحبہ اعظم گڑھ صہ ر
۳۱ ؍ بیگم صاحبہ محمد افضل صاحب سورت عہ ر
۶ جولائی - منشی شیر علی صاحب انصاری تھل عہ ر

۸ ؍ آبادی بیگم صاحبہ اعظم گڑھ　۱ر

۲۵ ؍ بیگم محمد افضل صاحب سورت　عہ ر

۶ اگست۔ مولوی ادریس احمد صاحب بریلی　سے ر

۱۰ ؍ ہمشیرہ عزیز الدین خانصاحب اکوٹ　عا ر

۱۴ ؍ ہمشیرہ احمد مبین صاحب علی گڑھ　مے ر

۹ اکتوبر۔ آبادی بیگم صاحبہ اعظم گڑھ　۱ر

۱۵ ؍ بیگم صاحبہ محمد افضل صاحب سورت　عا ر

۲۴ ؍ بیگم محمد علی صاحب ایگزیکٹو انجینئر شاہجہانپور　عہ

بیگم نواب حمید اللہ خاں صاحب ؍　صہ

التفات النساء بیگم صاحبہ شاہجہانپور　عہ

طاہرہ بیگم صاحبہ ؍　عا

سعید بانو صاحبہ ؍　عہ

بیگم جمیل الدین صاحبہ ؍　عا

منیر جہاں صاحبہ ؍　عہ

حسن جہاں صاحبہ ؍　عہ

اصغری بیگم صاحبہ ؍　عا

اہلیہ بابو غزنوی ؍　عہ

اہلیہ عبدالرحیم صاحب ؍　۸ر

حمیدن ؍　۸ر

(میزان)　۱ہ ر

۲ دسمبر (۲۶)۔ مسز سید الطاف حسین صاحب سہارنپور　سہ

۴ ؍ بیگم عبدالرشید صاحبہ صدر قانونگوی بریلی　عا

بیگم ماسٹر فضل الرشید صاحبہ　عہ

بیگم ڈپٹی مسیح اللہ صاحب　عا

بیگم محمد عبداللہ صاحب ٹیلر ماسٹر　عا

بیگم محمد عبداللہ خان صاحب آر ی کنٹرکٹر　صہ

فیاضی بیگم صاحبہ　عہ

بنت علیم اللہ صاحبہ　۴ر

فردوس فاطمہ صاحبہ　۲ر

فضل النساء صاحبہ　۲ر

قیصر جہاں صاحبہ　۲ر

خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ　عا

بیگم مسیح اللہ صاحبہ　عا

بیگم حفیظ اللہ صاحبہ　عا

بیگم ظہور الدین صاحبہ　عہ

بیگم ہادی یار خاں صاحبہ　عہ

ہمشیرہ ظہور الدین صاحبہ　عہ

بیگم عبدالرشید صاحبہ　عہ

بیگم فضل الرشید صاحبہ　عہ

بیگم محمد عبداللہ صاحب ٹیلر ماسٹر　عا

شہزادی بیگم صاحبہ　۴ر

قیصر جہاں بی صاحبہ　۲ر

چھکن بی صاحبہ　۲ر

تمیز آبی صاحبہ　۲ر

بیگم عبداللہ خان صاحبہ　صہ

بیگم عبداللہ جان صاحبہ　صہ

بہ تقریب ولادت سلیس احمد سلمہ اللہ　صہ

(میزان)　للعہ ۱۳ر

میزان　للعہ ۴ر

منہائی کرایہ شرکائے انجمن و فیس منی آرڈر　سے ۲ر

باقی رقم　للعہ ۱۲ر

۲۸ دسمبر ۔ بیگم صاحبہ محمد علی صاحب [illegible]
محترمہ صادقہ بیگم صہ
بیگم صاحبہ ایوب حسن صاحبہ [illegible]
عزیزہ سعید بانو صاحبہ عہ
اہلیہ ماسٹر برکت اللہ خاں صاحب مرحوم [illegible]
فاطمہ جان صاحبہ عہ
حمیدن ۸ر
معرفت سکرٹری انجمن تہذیب نسواں ۔ میزان [illegible]
فیس منی آرڈر ۴ر
باقی [illegible]

۷ جنوری ۱۹۲۹ء ۔ بیگم عبداللہ جان صاحبہ بریلی صہ
خلیقہ بیگم صاحبہ عہ
بلقیس بیگم صاحبہ عہ
ظفر جہاں بیگم صاحبہ عہ
بیگم محمد عبداللہ صاحبہ [illegible]
خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ [illegible]
رضیہ سلطان بیگم عہ
شائستہ بانو ار
خجستہ بانو ار
زہرہ بیگم ار
جلیل فاطمہ ار
شفیق فاطمہ ار
بیگم مبارک علی صاحبہ ار
میزان [illegible]
فیس منی آرڈر ۲ر باقی [illegible]

۲۸ جنوری ۔ امۃ الوحید خانم صاحبہ علی گڑھ [illegible]
۲۹ ″ بیگم عبداللہ جان صاحبہ بریلی صہ
بیگم عبدالرشید صاحبہ عہ
بیگم مسیح اللہ صاحبہ [illegible]
بیگم محمد عبداللہ صاحب ٹیلر ماسٹر [illegible]
مسز حمید صاحبہ [illegible]
بیگم مسیح الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات [illegible]
بیگم سید احمد صاحب [illegible]
بیگم ظہور الدین صاحب عہ
اُستانی شہزادی بیگم صاحبہ ۴ر
استانی قیصر جہاں صاحبہ ۲ر
مسز محمد امین صاحبہ ۴ر
عزیزہ رضیہ سلطانہ صاحبہ عہ
عزیزہ زہرہ بیگم ار
جلیل فاطمہ ار
شفیق فاطمہ ار
شائستہ بانو ار
خجستہ بانو ار
خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ [illegible]
میزان [illegible]
کرایہ گاڑی برائے شمولیت [illegible]
فیس منی آرڈر [illegible]
باقی [illegible]

۸ فروری ۱۹۲۹ء ۔ خدیجہ بائی صاحبہ بمبئی [illegible]
″ ″ بیگم محمد افضل صاحب سورت عہ

۱۸ « بیگم محمد علی صاحب شاہجہانپور عـہ
بیگم طفیل احمد صاحبہ « عہ
بیگم ایوب حسن صاحبہ « عا
بیگم جمیل الدین صاحبہ « عا
بیگم سردار بشیر احمد صاحبہ « عا
اصغری بیگم صاحبہ « عہ
مسکین « ۴ر
خانساماں « ۴ر
حمیدن « ۴ر
میزان ۱۲ر
فیس منی آرڈر ۴ر
باقی ۸ر

۲۱ فروری سنہ ۲۷ - بیگم عبداللہ خاں صاحبہ بریلی
بمد زکوٰۃ « « « عہ
بیگم مسیح اللہ صاحبہ عا
بیگم صبیح الدین صاحبہ عا
بیگم صوفی محمد یٰسین صاحبہ عہ
عزیزہ رضیہ سلطانہ صاحبہ عہ
عزیزہ زہرہ بیگم ۱ر
شائستہ بانو ۱ر
خجستہ بانو ۱ر
خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ عا
میزان ۳ر
کرایہ تانگہ ۶ر فیس منی آرڈر ۸ر ۱۴ر
باقی ۵ر

۳ مارچ سنہ ۲۷ - حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب عہ ر
۲۵ « بیگم محمد افضل صاحب سورت عہ ر
اخلاق فاطمہ صاحبہ عہ
تہذیب فاطمہ صاحبہ عہ
قیوم فاطمہ صاحبہ عہ
فاطمہ صغرا صاحبہ عہ
ام کلثوم صاحبہ عا ۲ر
عزت فاطمہ صاحبہ عہ
بیگم سید فضل الرحمن صاحبہ عہ
وصیہ بیگم صاحبہ عہ
یٰسین فاطمہ صاحبہ عہ
صدیق فاطمہ صاحبہ عہ
فاطمہ بیگم صاحبہ عہ
کفائت فاطمہ صاحبہ عہ
بیگم وحید احمد صاحب عہ
معصوم فاطمہ صاحبہ ۱ر
اشتیاق فاطمہ ۸ر
خوشدامن حکیم صاحب ۴ر
گوہر بیگم صاحبہ ۴ر
سلمہ صاحبہ ۲ر
ایک غریب عورت عہ
مشتاق فاطمہ سکرٹری انجمن تہذیب کانپور عا
میزان ۵ر
فیس منی آرڈر ۴ر
باقی ۱ر

۷ اپریل - حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب عہ/

۱۶ " بیگم مظہر علی صاحب انصاری صہ
بنت مظہر علی صاحب انصاری صہ
صغرا بیگم صاحبہ عا
صفیہ بیگم صاحبہ عہ
نورجہاں بیگم صاحبہ عہ
بیگم شیر علی صاحب انصاری صہ
بنت شیر علی صاحب انصاری عا

۱۶ اپریل - بیگم رحم علی صاحب انصاری للعہ
بیگم عثمان علی صاحب " عا
بیگم غلام نعمان صاحب " صہ
مسز محمد خدا بخش صاحبہ ۲/
جمیلہ بیگم بنت محمد علی صاحب انصاری عہ
محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ صہ
عائشہ بیگم صاحبہ جائنٹ سکرٹری
انجمن تہذیب نسواں شکارپور عا
میزان للعہ ۲/
فیس منی آرڈر ۸/
باقی لعہ ۱۰/
(کل لعہ ۱۰/)

۶ مئی ۱۹۲۸ء - حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب عہ/
۱۶ " آباد بیگم صاحبہ فیض آباد عمہ/
۹ جون - حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب عہ/
۱۸ " چوہدری حق نواز صاحب وٹیرنری کالج
لاہور عمہ/
یکم جولائی - انجمن تہذیب نسواں کانپور بوساطت
سکرٹری صاحبہ للعہ ۱۴/

۵ " حمیدہ خانم صاحبہ خوشاب عہ/
۱۸ " حفیظ بی صاحبہ مدیگر - میسور عہ/
۲۲ " بنت خورد خان بہادر سید سلیمان
شاہ صاحب مزنگ لاہور للعہ/
۲۸ " مسز عبداللہ سیٹھ صاحب عا/
۹ اگست - مسز عزیز الحسن صاحب باندہ سے/
۱۵ " مسز رحمت اللہ صاحب فیاضی عمہ/

۱۳ اگست - بیگم فہیم الدین صاحب عا
جہاں آرا بیگم صاحبہ عہ
فاطمہ صغرا صاحبہ عہ
خاتون بیگم صاحبہ عہ
بیگم ڈاکٹر معین الدین صاحب عہ
ام کلثوم صاحبہ ۴/
والدہ رزاق درزی ۴/
بیگم صاحبہ شریف صاحب ۱۲/
خناق فاطمہ صاحبہ عا
عبدالرحمن چھوکرا ۲/
میزان لعہ ۶/
فیس منی آرڈر ۲/
باقی لعہ ۴/
(کل لعہ ۴/)

۱۳ " بیگم صاحبہ عبدالمعانی وحید الدین صاحب عہ
" " " " " " عا
بیگم وحید مرزا صاحبہ ۴/
اخلاق فاطمہ ۴/

تہذیب فاطمہ ۴ر

مشتاق فاطمہ ۸ر

بیگم صاحبہ سعید مرزا ۴ر

قیمت کھال عہ

بیگم صاحبہ محمد وحید احمد صاحب ۲ر

والدہ عبدالرزاق درزی ۴ر

عبدالرحمٰن چھوکرا ۸ر

منجانب انتظار علی صاحب عباسی ۶ر

میزان

اخراجات وغیرہ

باقی

۲۶ اگست ۲۷ء - مسز جان صاحبہ

بیگم سمیع اللہ صاحبہ

بیگم فضل الرشید صاحبہ عہ

مسز حمید صاحبہ

بیگم مسیح اللہ صاحبہ

عزیزہ رضیہ سلطانہ صاحبہ عہ

بیگم صبیح الدین صاحبہ بمد زکوٰۃ صہ

جلیل فاطمہ ۱ر

شفیق فاطمہ ۱ر

عائشہ بانو ۱ر

خجستہ بانو ۱ر

زہرہ بانو ۲ر

خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ سکرٹری

انجمن تہذیب نسواں بریلی للعہ

میزان

فیس منی آرڈر ۴ر

باقی

۶ ستمبر ۲۷ء - آباد بیگم صاحبہ فیض آباد

۱۱ اکتوبر - گ - ن - بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل

صاحب کپورتھلہ

۱۴ ؍ بنت خورد سید سلیمان شاہ صاحب

مزنگ للعہ

۲ نومبر - مسز ملک سلیمان خاں صاحب

ای - اے - سی

۱۱ ؍ مسز عبداللہ جان صاحبہ

رضیہ جان صاحبہ عہ

مسز عبدالرشید صاحبہ عہ

مسز فضل الرشید صاحبہ عہ

بیگم غلام مصطفیٰ صاحبہ عہ

بی بی دنگو

زہرہ - شائستہ - خجستہ - شمیم ۵ر

میزان

فیس منی آرڈر ۴ر

باقی

۲۲ دسمبر - بیگم عبداللہ خاں صاحبہ بریلی

بیگم مسیح اللہ صاحبہ

رضیہ جان صاحبہ عہ

خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ

میزان

فیس منی آرڈر ۴ر
باقی ۵ے ۱۲ر

۲۴ جنوری ۲۸ء - مشتاق فاطمہ صاحبہ سکرٹری
انجمن تہذیب نسواں کانپور للعہ ر
۱۱ فروری - بیگم خان چوہدری محمد عظیم صاحب
ای - اے سی محکمہ جنگلات احمد منزل گجرات صہ ر
۱۰ مارچ - امت الحمید خانم بتوسط صاحبزادہ
آباد احمد خان ڈپٹی سپرنڈنٹ پولیس فیض آباد عیہ ر
۱۳ مارچ ۲۸ء - ایف جہاں صاحبہ کہوتاری چاندہ عاہ ر
۹ جون - امتہ الحمید خانم بیگم صاحبزادہ آباد احمد
خاں صاحب سپرنڈنٹ پولیس فیض آباد عہ
۲۷ " مشتاق فاطمہ سکرٹری انجمن کانپور للعہ ۶ر
از دفتر تہذیب نسواں لاہور عہ ۱۴ر
میزان کل لاہ ۱۶/
بابت غلطی خیرات فنڈ میں سے لئے للعہ ۱۲ر
میزان ماہیہ ۱۲ر

خرچ تبلیغ فنڈ

۷ اگست ۲۶ء کو سکرٹری جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام
انبالہ کو بھیجے گئے۔ ماعہ ۱۲ر
۷ مئی ۲۸ء کو ساماہ ۱۲ر
۱۲ جنوری ۲۹ء کو ساماہ ۱۴ر
میزان ماہیہ ۱۲ر
اب دفتر ہذا میں اس فنڈ کی بابت
کچھ باقی نہیں رہا۔

سمرنا فنڈ

۱۶ جولائی ۲۶ء - اختر علی ضامن صاحب موضع کھیوڑہ
ضلع اعظم گڑھ صہ ر
۱۲ - اگست - محمودہ بیگم بنت خان محمد اکبر خان
صاحب رائپور للعہ ر
۲۳ فروری ۲۷ء - بنت افتخار الدین احمد صاحب
مختار چھپرہ عاہ ر
میزان صہ
میزان مندرجہ اخبار یکم اگست ۲۵ء الہ ۹ ۲۶
میزان کل سمرنا فنڈ الہ ۹ ۲۶

بیمار بھائی

۸ فروری ۲۷ء - مسز عثمان علی صاحب ایم - اے
میرپور سندھ للعہ ر
۲۴ " بنت احمد حسن خاں صاحب انسپکٹر
بنک زمیندارہ جالی جہیلاں عاہ ر
۲۶ " اہلیہ بابو تاج محمد خاں صاحب بلوچستان صہ ر
" " مس اقبال خاتون اشتیاق علی صاحب
سیونی چھپارہ عاہ ر
" " اختر احمد رضا صاحب چکوال عہ ر
" " بابو محمد حسین صاحب بی دیلوڈہ عاہ ر
" " بیگم مولوی عبد الرشید خاں صاحب
چمن صہ ر

" " فضل کریم خاں صاحب غلزئی راولپنڈی للعہ ر

" " ظفر حق صاحب تحصیلدار پرکال۔ دکن عا ر

" " مسز فیض اللہ خاں صاحب کانپور سے ر

" " ہمشیرہ انوار الحق صاحب ہوشیار پور سے ر

" " اہلیہ محمد حسن خاں صاحب آرمی کنٹرکٹر جالندھر عا ر

۲۶ فروری۔ مسز۔ ایم۔ اے۔ صبور۔ گاڑی خانہ فتح گڑھ سعہ ر

" " مخفی نام سعہ ر

" " مس عبد الستار صاحب کراچی عا ر

" " اہلیہ صاحبہ محمد حسن صاحب کارنجہ صہ ر

۲۵ " سیدہ خیر النساء صاحبہ کریانیہ صہ ر

۱۰ مارچ۔ بیگم محمد برکت اللہ صاحب درگ سے ر

" " مسز منظور حسین صاحب منٹگمری عا ر

۱۹ " دختر محمد شفیق خاں صاحب جاورہ صہ ر

۲۹ " اہلیہ محمد حنیف صاحب باغ نصرت پور للعہ ۱۲ ر

۲ اپریل۔ بیگم محمد افضل صاحب سورت عا ۱۲ ر

۵ " اعجاز احمد خاں صاحب برگڈ عا ر

" " مسز ایم۔ این جان صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس ناسک صہ ر

۱۱ " مسز حاجی محمد صالح خاں صاحب علی گڑھ صہ ر

۱۳ جون۔ کاظم علی صاحب گھنٹور عا ر

" " اسماء خاتون صاحبہ حیدر آباد دکن صہ ر

میزان مالعہ ۱۲ ر

اخراجات

۱۵ جون ۱۹۲۸ء کو مریض کے نام معرفت مصری رحمان بیگم کو گناڈا بھیجے گئے ماعہ

۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء کو " " " سے ر

خرچ منی آرڈر عہ ۱۲ ر

میزان ماعہ ۱۲ ر

فیس منی آرڈر کے لئے زائد ۸ ر دفتر ہذا نے ادا کئے۔

سب بہنوں کی خدمت میں التجا ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی رقوم چندہ دیکھ کر پڑتال کرلیں۔ اور اگر کسی بہن کا چندہ غلط لکھا گیا ہو۔ یا درج ہونے سے رہ گیا ہو۔ تو ازراہ عنایت ہمیں مطلع فرمائیں۔ تاکہ اس کی تصحیح کردی جائے۔

خاکسار سید ممتاز علی

مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۲۹ء

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار



محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۱۰	لاہور ۔ ہفتہ ۔ ۹ مارچ ۱۹۲۹ء	جلد ۳۲

تہذیب نسواں

لاہور ۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین

مانگنے والوں کا نیا طبقہ

ہمارے ہاں سے مانگنے والے پیشہ ور فقیروں سے ۔۔ سال کے خاص مہینوں میں بلوچیوں - خانہ بدوشوں ۔۔ جگنوں کا زور تو ہوش سنبھال کر آج تک دیکھا - کہ دو عورتیں ساتھ گھر میں گھستی ہیں - ایک تبرکات کا صندوقچہ سنبھالے ہوتی ہیں - دوسری اپنی پر ہیبت و جلال نظروں اور عجیب و غریب قسم کے الفاظ سے لوگوں پر اپنا رعب قایم کر کے رفتہ رفتہ سیدھی بولی بولنی شروع کرتی - اور تبرکات کی زیارت کرانی ہیں جس میں اکثر قدم شریف - غلاف کعبہ اور مریم پنجہ وغیرہ ہوا کرتا ہے ؛

اکثر ضعیف الاعتقاد لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں ٹھگ کر لے جاتی ہیں - خاص کر اکیلی عورتوں کو دیکھ کر تو بہت ہی پاؤں پھیلاتی - اور ٹالے نہیں ٹلتیں - مگر اب کوئی تین مہینے سے ان تین کے علاوہ ایک چوتھا گروہ اور دیکھنے میں آ رہا ہے ؛

یہ بھی جگنوں کی ہی وضع قطع کی عورتیں ہوتی ہیں - مگر بالکل خالی ہاتھ - اور اکثر بچے ان کے ساتھ ہوتے ہیں - اپنے آپ کو ترک ظاہر کرتی ہیں - اور بڑے رقت انگیز طریقے پر اپنی داستان غم سناتی ہیں - اور جنگ عظیم میں ترکوں پر جو جو مظالم ہو گزرے ہیں - ان کا تذکرہ کرتی ہیں - کہ کس طرح شہروں اور دیہاتوں کو آگ لگائی گئی - انہیں لوٹا گیا - بیسوں میل زمین کے نیچے سرنگیں بچھا کر شہر کے شہر بارود سے اڑا دئے گئے - بچوں کو ماؤں کی گودوں سے چھین چھین کر تہ تیغ کیا - اور کتوں کے آگے ڈالا گیا - وغیرہ وغیرہ ؛

اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو میں اس قسم کے واقعات بڑے دردناک طریقے سے بیان کرتی ہیں - اور اپنے ہندوستان آنے کی وجہ یہ بتلاتی ہیں کہ اسی لوٹ کھسوٹ کے زمانے میں ہمارے یہاں کے سیکڑوں آدمیوں کو گرفتار کر کے کئی جہازوں پر ہندوستان لایا گیا تھا - کچھ لوگوں کو تو بمبئی رکھا گیا - کچھ کلکتہ اور بمبئی بھیج دئے گئے ؛

چھ سال تک ہمیں اسی طرح نظر بند رکھ کر اب آزاد کر دیا گیا ہے - اور اجازت دیدی گئی ہے - کہ ہم اپنے وطن جا سکتے ہیں + مگر اب نہ ہمارے پاس کرایہ ہے - کہ وطن جائیں - نہ یہاں ایک وقت کے کھانے کا سہارا ہے + ان کے ساتھ جو بچے ہوتے ہیں - انہیں اپنے ان عزیزوں کی اولاد بتاتی ہیں - جو یونانیوں کے ظلم و ستم سے شہید ہوئے ؛

اس کے بعد سخاوت اور انسانی ہمدردی پر ایک بڑا لمبا لکچر دیتی ہیں - جس میں یہ شعر ضرور ہوتا ہے - ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است -
صد ہزاران کعبہ یک دل بہتر است ؛

ان کی دردناک سرگزشت سن کر ضرور دل

پر اثر ہوتا ہے۔ اور خاص کر کل تو ایک ایسی عورت کے ساتھ ایک سات آٹھ برس کی بچی کو دیکھ کر (جس کے جسم میں جگہ جگہ گہرے زخم تھے۔ جو کچھ اچھے ہو چکے تھے۔ اور کچھ بالکل ہرے تھے۔ ان کی بابت کہا گیا۔ کہ یہ بارود سے جلنے سے ہو گئے ہیں۔) بہت ہی دل متاثر ہوا ٭

مگر یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جب ترکی میں ہر طرح امن و امان قایم ہو گیا۔ اور غازی مصطفٰے کمال پاشا ہر طریقے پر اپنے ملک کی اصلاح کرنے میں مصروف ہیں۔ تو اپنے ملک کے ان لوگوں کی خبر کیوں نہیں لیتے۔ جو چھ سال تک نظربند رہنے کے بعد اب آزاد ہو کر دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں؟ اگر بفرض محال اُن کو اِن کے حال کی خبر نہیں۔ اور وہ انہیں شہیدوں میں شامل کر چکے ہیں۔ تو اب انہیں خود اپنی اطلاع اُنہیں کرنی چاہئے۔ وہ یا تو خود اِن کے بلانے کا انتظام کریں۔ یا گورنمنٹ برطانیہ سے مطالبہ کریں۔ غرض جو کچھ بھی ہو گا۔ ان کا انتظام گورنمنٹ ہی کر سکتی ہے۔ خواہ گورنمنٹ برطانیہ کرے۔ یا گورنمنٹ انگورہ۔ کیونکہ یہ لوگ کوئی ایک دو تو ہیں نہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ جس میں مرد، عورت۔ بچے۔ بوڑھے۔ زخمی۔ اپاہج۔ اندھے سبھی شامل ہیں ٭ مگر دقت یہ ہے۔ کہ اب تک مجھے اس طرح کی جتنی عورتوں سے سابقہ پڑا۔ بس اس پہلو پر آکر وہ بغلیں جھانکنے لگتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں۔ کہ تمہیں ہمارے انتظام سے کیا غرض ہے۔ بس جو تم سے ہو سکے۔ ہماری مدد کرو۔ پھر طرہ یہ کہ دو نی چونی ان کی خاطر میں نہیں آتی۔ اور فوراً ایک ڈانٹ پڑتی ہے۔ کہ ہم سائل نہیں۔ گدا گر نہیں۔ جو دو چار آنے لیلیں۔ ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ضرور اس میں بھی کوئی بناوٹ ہے ٭

چند روز ہوئے ایک صاحبہ کو تو میں نے اس طرح ٹالا۔ کہ ان سے کہا۔ میں تو دو چار آنے سے زیادہ آپ کی مدد نہیں کر سکتی۔ اور اس میں ظاہر ہے۔ کہ آپ کا کچھ بھی بھلا نہ ہو گا۔ البتہ انجمن اسلامیہ بریلی سے آپ کو خاطر خواہ امداد دلا سکتی ہوں۔ بشرطیکہ تحقیقات کرنے پر آپ کا قصہ سچا ثابت ہو ٭

یہ کہہ کر میں نے ایک خط حافظ صاحب یتیم خانہ بریلی کو لکھا۔ کہ یہ عورتیں میرے پاس آئی ہیں۔ اور اپنا قصہ یہ بیان کرتی ہیں۔ کہ ہم راولپنڈی کے رہنے والے اور نومسلم ہیں۔ مسلمان ہو کر حج کو گئے تھے۔ وہاں گرفتار ہو گئے۔ چھ سال نظربند رہے۔ اب آزاد کر دئے گئے۔ اور اپنے وطن راولپنڈی جانا چاہتے ہیں۔ مگر کرایہ نہ ہونے سے مجبور ہیں۔ آپ ان کو گورنر صاحب یتیم خانہ کی خدمت میں پیش کر دیجئے۔ کہ وہ تحقیقات کے بعد اگر ان کے بیان کو صحیح پائیں۔ تو انجمن سے

ان کے راولپنڈی پہنچنے تک کا انتظام کرادیں گی خیر اس کے بعد ان کو یتیم خانے کا پتہ بتایا اور سمجھا دیا۔ کہ اب تم کو اَور کہیں جانے کی ضرورت نہیں ۔ اگر انجمن کے نزدیک تم مستحق ثابت ہوئیں تو وہ تمہارا پورا انتظام کر دے گی ۔ بظاہر تو انہوں نے یہی کہا۔ کہ ہاں اب ہم سیدھے وہیں جائیں گے ۔ مگر دل میں بہت ناراض معلوم ہوتی تھیں۔ غالباً اس وجہ سے کہ میں نے کچھ دیا نہیں۔ اور ہمارے دروازے سے نکلتے ہی بجائے یتیم خانے کا راستہ لینے کے سیدھی ہمارے پڑوس کے گھر میں گھس گئیں ۔

میں چاہتی ہوں۔ کہ واقف حال ناظرین تہذیب اس گروہ کے حالات پر روشنی ڈالیں۔ اور مشورہ دیں۔ کہ عموماً ہمارا سلوک اس کے ساتھ کیا ہونا چاہیئے ؟

خاکسار ظفر جہاں

انگریزی نما اُردو

مندرجہ بالا موضوع پر بہن مس حجاب اسمٰعیل صاحبہ کا سلسلۂ مضمون میں بہت غور و دلچسپی سے دیکھ رہی تھی ۔ اور مجھے ان سے پورا اتفاق ہوتا۔ اگر صرف اُردو میں بے جا الفاظ ہی کی مداخلت کا سوال رہتا۔ لیکن مجھے بہن صاحبہ کے اس خیال سے اتفاق نہیں۔ کہ ہر چیز کا نام اپنی زبان میں ضرور رکھا جائے ۔ اور کبھی کوئی لفظ انگریزی استعمال ہی نہ ہو ۔

افسوس میں اس وقت کسی مبسوط و طویل بحث سے بوجہ اپنی دیگر خاص مصروفیتوں کے قاصر ہوں ۔ ورنہ ان تمام انگریزی الفاظ کی فہرست پر جن پر ناظرین بحث فرما گئے ہیں۔ اور جو غالباً خالی از دلچسپی نہ ہوتی ۔ ناظرین تہذیب کو متوجہ کرتی ۔

بہن صاحبہ کے جن ملاقاتیوں کا حال ان کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے ۔ وہ اکثر عجیب و غریب لوگ ہوتے ہیں ۔ معلوم نہیں اس انتہا پسند مخلوق سے ان کی ملاقات اور وہ بھی گہری دوستی کیسے قایم رہتی ہے ۔ انگریزی نما اُردو جس کی مثالیں انہوں نے دی ہیں ۔ صرف انہی لوگوں کا حصہ ہے ۔ اور اس زبان کو کسی دوسری ہی زبان سے تشبیہ دینا چاہیئے ۔ جس میں کا۔ کو ۔ کے ۔ کرنے وغیرہ کے سوا اَور کوئی لفظ اُردو نہ ہو ۔

دو چار ایسے عجیب و غریب لوگوں کی مثالیں بالکل بے کار ہیں ۔ ہر شخص ایسی بے ربط اُردو نہ بولتا ہے ۔ اور نہ بول سکتا ہے ۔ اُردو میں انگریزی کے ناموزوں الفاظ بعض لوگ ملا دیتے ہیں ۔ جو بُرا ہے ۔ لیکن آپ کا یہ خیال کہ اُردو میں انگریزی زبان کا کوئی حرف بھی نہ آنے پائے ۔ مشکل ہی نہیں ۔ بلکہ غیر ممکن ہے ۔

مس حجاب صاحبہ مجھے معاف فرمائیں۔ میں آپ پر کوئی اعتراض نہیں کرتی۔ بلکہ واقعہ بیان کرتی ہوں۔ کہ تہذیب نسواں کے مضامین میں سب سے زیادہ آپ ہی کے مضامین میں انگریزی الفاظ کی کثرت ہوتی ہے۔ سوا ان خاص الفاظ کے جن کو آپ نے ناپسند کر کے ترک کر دیا ہے۔ اس میں سے اکثر بے کار ہوتے ہیں۔ اور بعض کے لئے میں ہر شخص کو معذور سمجھتی ہوں۔ جب ہم کارٹون۔ پولیٹیکل۔ ریلوے لائین۔ ڈائنگ کار۔ نوٹ بک۔ گون اور نیچر وغیرہ بول سکتے ہیں۔ تو آپ ہی غور کریں۔ کہ ڈرائنگ روم۔ ڈنر۔ آرٹیکل۔ شیک ہینڈ۔ اور تھینکس کیوں نہیں بول سکتے؟ بے شک ایسے بہت سے لفظوں کے ہم معنی الفاظ اُردو میں موجود ہیں۔ لیکن زمانے کے اثر نے ان کو ہماری زبانوں پر چڑھا دیا ہے۔ اور ہم ان کے استعمال پر مجبور ہیں۔ غریب اُردو پر جس طرح عربی۔ فارسی۔ ہندی وغیرہ سیکڑوں زبانوں کا اثر پڑ چکا ہے۔ انگریزی کا پرتو پڑنا بھی ضرور ہے۔

ہم اپنی ضروریات زندگی میں سیکڑوں چیزوں کے انگریزی نام دانستہ اور نادانستہ ہر وقت بولتے۔ پڑھتے اور لکھتے رہتے ہیں۔ جن کے لئے ہم مجبور ہیں۔ آپ اپنے مجوزہ الفاظ پر غور کر کے خود بتائیے۔ کہ آپ ان کے بولنے میں اپنے خیال کے مطابق کہاں تک کامیاب ہوئی ہیں۔ مثلاً اسٹیشن کو آپ نے ریل گاہ کر دیا لیکن آخر ریل بھی تو انگریزی ہی لفظ ہے۔ اسی طرح پروف کو تو آپ نے بدل دیا۔ لیکن کوٹ برقرار رہا۔ ہاں ایام عروسی ایک خالص لفظ ہے۔ لیکن پھر بھی میں کہوں گی۔ کہ جب ہم ہزاروں لفظ بولتے ہیں۔ یا بولنے پر مجبور ہیں۔ تو کسی خاص لفظ کے بولنے کو قابلِ اعتراض کیوں قرار دیا جائے؟

ہم اپنی پسند اور طبیعت کے مطابق ہر لفظ کے بولنے پر آزاد ہیں۔ ہم اگر یہ چاہیں۔ کہ ہر چیز کا نام اس کے معنے بخوبی ذہن نشین کرنے کے لئے اُردو میں رکھ لیں۔ تو یہ قریب قریب ناممکن ہے۔ مثلاً اور کوٹ۔ ویسکوٹ۔ برجز۔ سوئٹر۔ نکر۔ پتلون۔ فراک۔ بلاؤس۔ جاکٹ۔ جمپر۔ کلاک وغیرہ کا ہم معنے ایک ایک اُردو لفظ کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ریل۔ ٹکٹ۔ اسٹیشن ماسٹر۔ پوسٹ کارڈ۔ منی آرڈر۔ موٹر ڈرائیور وغیرہ۔ کھانے کی بھی ہزاروں چیزیں ہیں۔ جن کے انگریزی نام جاہلوں تک کی زبان پر چڑھے ہوتے ہیں۔ مثلاً کیک بسکٹ جام جیلی۔ کریم۔ اسٹو وغیرہ۔

اس تمام فہرست میں ہم صرف بعض چیزوں کا نام اُردو میں پاتے ہیں۔ لیکن فرض کیجئے۔ کریم اور بالائی۔ جام اور مربہ دونوں چیزیں ایک ہی جگہ رکھی ہوں۔ اور ہم کسی شخص سے کھلانے

کو کہیں۔ تو کیسے اپنا کام چلائیں؟ اس موقع پر انگریزی اور اردو کی تفریق ضرور کرنی ہوگی + کیک بنانے کی ترکیب میں بیکنگ پوڈر لکھنا ہے۔ جو اسی نام سے بازار میں فروخت ہوتا ہے۔ تو ہم اس کا دوسرا نام کیسے رکھ سکتے ہیں؟

علاوہ ازیں جب ہم کسی چیز کو اس کی اصلی صورت میں استعمال کر رہے ہیں۔ اور ہر خاص عام اس کی نوعیت سے واقف ہے۔ تو غیر مانوس نام رکھنے کی ضرورت ہی کیا؟ فرض کیجئے ڈنر ہے۔ ہم اس کو دعوت بہت آسانی سے کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہم کو ظاہر کرنا ہے۔ کہ گورنر نے پرائیویٹ سکرٹری۔ کمانڈر انچیف ڈاکٹر اور پروفیسر صاحبان کو گورنمنٹ ہاؤس کے ڈائننگ روم میں دعوت دی + اس تمام جملہ میں جہیں انگریزی ہی لفظوں سے سابقہ ہے۔ اگر ہم نے ڈنر جبکہ وہ صحیح معنوں میں ڈنر ہے۔ اور ڈائننگ روم استعمال کر دیا۔ تو کیا بے جا کیا + جب ہم نے اپنی کوٹھی بالکل انگریزی وضع کی بنائی۔ اور اس کے تمام کمروں کو اسی وضع سے آراستہ کیا۔ اور ان میں سیکڑوں چیزیں انگریزی وضع کی رکھیں۔ تو اس کے حصوں کو بھی انگریزی ناموں یعنی گیلری ڈرائنگ روم وغیرہ سے منسوب کرنے میں کیا ہرج ہے؟ +

اب زمانہ تو یہ ہے۔ کہ سڑکوں تک کے انگریزی نام ہیں۔ فلاں روڈ۔ فلاں اسٹریٹ۔ تمام دکانیں انگریزی ناموں سے مشہور ہیں۔ فلاں اسٹور۔ فلاں انسٹیکو۔ ہر شخص کی زبان پر یہی الفاظ ہیں۔ کوٹھیوں کے نام شوکت لاج۔ افضل لاج۔ ذکیہ پیلس رکھنے کا شوق ہے۔ مس۔ مسز۔ ممی۔ ڈیڈی۔ سسٹر۔ انکل ذہن نشین ہے۔ پھر آپ کہاں تک ترک کرانے کی کوشش کریں گی + اور جب ہماری زبانوں پر یہی الفاظ ہیں۔ تو ہم مضمون اور کتابوں میں ان سے کیونکر گریز کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہم ان کو پسند بھی کرتے ہیں۔ اور ان کے مطالب سے بھی ہر شخص آگاہ ہے +

میں آپ سے اس بارہ میں متفق ہوں۔ کہ اردو جملے میں انگریزی الفاظ اس طرح نہ آئیں۔ کہ جملہ بالکل مہمل ہو جائے۔ مثلاً آپ کی واچ میں کیا ٹائم ہے؟ میرے خیال میں یہ جملہ کسی قدر ثقیل ہو گیا۔ لیکن میں یہ نہیں کہتی۔ کہ واچ اور ٹائم کبھی بولا ہی نہ جائے + ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلاں شخص نے رونمائی میں رسٹ واچ دی + کلائی کی گھڑی کہنے کی بجائے رسٹ واچ کہنے میں کچھ ہرج نہیں ہو سکتا + مثلاً ٹائم ٹیبل دیکھتے آنا +

شاید کوئی کہے۔ کہ پہلے جملے میں۔ اور دوسرے جملے میں کیا فرق ہے۔ لیکن میرے خیال میں سامعت پر اس جملے سے جو بار پڑتا ہے۔ وہ شاید دو چار بار زبان سے ادا کرنے کے بعد ہر شخص محسوس کرے گا + اسی طرح مثلاً نکلس ہے جس کو ہم طوق و مالا سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ لیکن ان دونوں چیزوں کی صفت میں زمین آسمان

کا فرق ہے۔ اور ہم بغیر نکلس کہے کہیں سے بنوایا خرید نہیں سکتے۔ اور اسی طرح لکھنے پر بھی مجبور ہیں یوں ہی کالج۔ کلب۔ کانفرنس۔ ٹینس۔ کورٹ منٹ۔ سکنڈ وغیرہ الفاظ ہیں ؛

غرض ہزاروں مثالیں ہیں۔ جن پر زیادہ لکھنا میں بے کار سمجھتی ہوں ؛ انگریزوں کی سیکڑوں ایجاد کردہ چیزوں کے صحیح اردو نام رکھ لینا کچھ آسان کام نہیں ؛

خاکسار ایس ۔ آر کے ہمشیرہ چودھری محب اللہ

برھا کے باشندے

چونکہ میں ملک برھا ہی میں پیدا ہوئی۔ اور یہیں پلی بڑھی ہوں۔ اس لئے یہاں کے حالات اور طور طریقوں سے بخوبی واقف ہوں ؛ کچھ بہنوں کی توسیع معلومات کے لئے یہاں کے باشندوں کے عام حالات سپرد قلم کرتی ہوں ؛

اس قوم کی مالی و اقتصادی اور اخلاقی و معاشرتی غرض ہر ایک حالت ہندوستانی مسلمانوں کی طرح نازک بلکہ ان سے بھی زیادہ قابل ترحم و افسوس ہے ؛ آج ان دونوں اقوام کو ان کی شامت اعمال نے مسند نشاط سے خارج کرکے نکبت و فلاکت کے تاریک زنداں میں مقید کر دیا ہے۔ جہاں یہ بدقسمت قیدی ادبار فلاکت کی چادر تان کر خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ اور ان میں سے جو اس نیند سے چونکے ہیں۔ تو افسوس وہ رہائی کی کوشش میں بجائے در کے دیوار توڑنے کی بے سُود ہی نہیں۔ بلکہ خطرناک تجاویز پر سرگرم عمل ہو رہے ہیں ؛

عنان حکومت چھین لی جانے پر ملک سے بالکل دست بردار ہو جانا۔ اور اپنے حقوق کو تمام تر اغیار کی نذر کر دینا مسلمانان ہند اور برھا اقوام کا پہلا اور زبردست سبب ہے ؛ ہندوستان کا حال تو محتاج بیان نہیں۔ وہاں کی حالت خود بہنوں کے مشاہدہ میں گزر رہی ہے ؛ میرا یہ مضمون صرف برھا سے تعلق رکھتا ہے ؛

برھا تمام ملکوں سے نرالا ملک ہے۔ ہر ولایت میں خواہ اس کے باشندے حاکم ہوں۔ یا محکوم عام طور پر خود انہیں کے دم قدم سے رونق اور گہما گہمی ہوتی ہے ؛ ہر آبادی میں زیادہ تر انہیں کا حصہ اور کُل شعبۂ کاروبار انہیں کے قبضہ و اختیار میں پائے جاتے ہیں ؛

برخلاف اس کے رنگون جو برھا کا صدر مقام ہے۔ اپنی رونق کے لئے تمام تر پردیسیوں کا رہین منت اور شرمندۂ احسان ہے ؛ برھا کے دارالخلافہ میں صرف برھا کے ہر ملک اور قوم کے لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں ؛ یوں سمجھنا چاہیے۔ کہ رنگون بجائے خود ہر ملک اور ہر ذات کے انسانوں کا جیتا جاگتا مرقع ہے ؛ دنیا کی شاید ہی کوئی قوم ایسی ہوگی جس کے کچھ افراد یہاں آباد نہ ہوں ؛ ان ہی میں چند

لوگ برمی بھی ہیں +

اول تو یہ قوم تعداد میں نہایت قلیل ہے - پھر طرہ یہ کہ نناوے فی صدی تک کو زمانۂ حال نے اپنے قابل و موافق نہ پا کر اطراف واکناف کے دیہات وقصبات میں منتقل ہو جانے پر مجبور کر دیا ہے - اور رنگون جیسے تجارتی اور مرکزی مقام کی برکتوں سے محروم کر دیا ہے + ان میں شاذ و نادر ہی ایسے افراد ہیں - جو تعلیمی واقتصادی خوبیوں سے کسی قدر بہرہ ور ہیں - ورنہ زیادہ تر حصہ ان لوگوں کا ہے - جو دہقانیت اور بدویت کی صورت میں اپنی زندگی گمنامی اور تاریکی میں بسر کر رہے ہیں - اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں حسن اخلاق اور مہمان نوازی کے جوہر بدرجہ اتم ودیعت فرمائے تھے - لیکن زمانہ کی دست بردنے انہیں قعر ذلت میں ایسا گرا دیا - کہ ابھی تک نہیں ابھر سکے +

ناچ رنگ اور سیر تماشے میں بچہ بوڑھا جوان ہر ایک اسی طرح مستغرق رہتا ہے - کہ انجام کی فکر نہیں کرتا - لہو ولعب کا مرض اس نحیف ونزار قوم پر بہت بُری طرح مسلط ہو گیا ہے - اور اسی نے آج ان میں ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے - جو قوم کے دست وکرم کی آس لگائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے - یہی سبب ہے - کہ مذموم افعال کے ارتکاب سے ذرا بھی پس وپیش نہیں کرتے + نیز مذہب و ملت کا پاس جو انسان کا خاصہ لازمی اور طرۂ امتیاز ہے - اور ہر کسی کے نزدیک جان سے کہیں زیادہ قدر وقیمت رکھتا ہے - یہ اس صفت سے بھی قریب قریب خالی ہیں + ان کی ایک بڑی جماعت اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر دین عیسوی کے آغوش میں آچکی ہے - اور ظن غالب ہے - کہ اس جماعت میں رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ مزید ترقی ہوتی رہے گی +

الحاصل یہ اقوام اپنے آپ کو ایک ایسی منزل کی طرف لے جا رہی ہیں - کہ ان کی ناعاقبت اندیشی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے - ؎

ڈر ہے کہ کہیں نام نہ مٹ جائے ہمارا -
مدت سے ہمیں دور زماں پیس رہا ہے +

ان کا ذریعہ معاش یا تو سرکاری ملازمت ہے - یا سبزی وترکاری کی فروخت اور کاشتکاری صنعت وحرفت میں یہ فقط کچھ چیزوں پر دستگاہ رکھتے ہیں - ان میں ریشم کی بنت کا کام قابل قدر ہے - اگر یہ محنت اور کوشش کے ساتھ اس کی طرف رجوع کریں - تو بہت کچھ ترقی وفروغ حاصل کر سکتے ہیں - اگر خدا نے چاہا - تو آیندہ فرصت میں ان کے طرز معاشرت اور دوسرے حالات بھی تحریر کر دوں گی +

خاکسار ح - ابنت غلام حسین ابو - از رنگون

پوشیدگی

نظم نما نثر

اس شب میں اپنے کمرے میں تنہائی سے

حقیقتاً اکتا گئی تھی:۔
موم بتی جل رہی تھی۔
اور میں غزلیں گا رہی تھی!
میری سہیلی نے اِک دریچے سے باہر باغ کو جھانکا۔ کہنے لگی۔
"جہنم کی سی تاریکی ہے ——— مگر او ——— دیکھو تو! دور افق میں چاند طلوع ہو رہا ہے۔ آہ! کتنا پیارا چاند ہے ——— آؤ ہم ایسے وقت میں سوچیں۔ کہ زندگی کیا ہے۔ محبت کسے کہتے ہیں؟"
مگر میں زیادہ متوحش ہو گئی ——— بولی:۔
"مجھے پوشیدگی پسند ہے"۔
پھر کچھ سوچ کر میں بھی اس کے پہلو میں جا کھڑی ہوئی۔ اور دریچے سے باغ کو اور دھیمی دھیمی ہلکی ہلکی چاندنی کو دیکھنے لگی۔
آہ ——— ! کتنا دلکش مگر اداس منظر تھا!
چاند چپ چاپ نکل رہا تھا۔ جیسے روح آہستہ آہستہ جسد خاکی سے علیحدہ کر لی جا رہی ہو۔
کائنات میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اور ان میں ارغنون کا سا سریلا شور ملا ہوا تھا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی فرشتہ سمندر کے کنارے بربط بجا رہا ہو۔ کھڑکیوں سے نارنگی کی کلیوں کی تیز لو آ رہی تھی۔ اور چاند کی روشنی میں گلاب کے پتوں کا عکس اس طرح کانپ رہا تھا۔ جیسے روحیں چل پھر رہی ہوں۔

میں مردے کی طرح چپ چاپ تھی۔ جب کہ میری سہیلی نے مجھے مخاطب کر کے کہا:۔
"تم زندگی کے مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے متوحش ہو جاتی ہو!
سمجھتی ہو۔ کہ اس کلی پر کوئی تیتری بیٹھی۔ اور اس کی پنکھڑیاں منتشر ہو گئیں۔
اس کو عندلیب نے دور ہی سے دیکھا۔ اور یہ پھول فنا ہو گیا۔
مگر اے پیاری روح ——— ! تم نے کبھی یہ بھی سوچا۔ کہ دسمبر کی سردیوں میں جب کہ لوگ سردی سے ٹھٹھرے ہوئے آتش دانوں کے قریب بیٹھے ہوتے ہیں۔ تو رات کے وقت آسمان پر وہ منور ٹکڑا جس کی شاعروں نے تعریف کی ہے چمک رہا ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے صحرا اونچے اونچے پہاڑ۔ گہری گہری وادیاں اس کے نور حسن سے ہیرے کی طرح چمکنے لگتی ہیں۔ تو ان کا لطف اٹھانے والا کوئی موجود نہیں ہوتا!
حسن ——— جیسے سمندر میں ہیرا چمک کر چھپ گیا ہو۔ غائب ہو جاتا ہے!
معبود جانے اس لامحدود سمندر میں کتنے حسین موتی ہوں گے۔ کس کو معلوم ہے۔ وہ کیسے خوب صورت ہوں گے!
ہاں جب ان کا کوئی قدردان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کو نہاں سے عیاں میں لے آتا ہے اور پھر جب یہ مرمریں گردنوں کی زینت بنا ئے

جانتے ہیں۔ تو اس وقت ان کا اصلی حسن بھی نظر آتا ہے۔ بس زندگی بھی ایسی ہی ہے!"

مگر۔ غصے نے مجھے سرخ کر دیا۔ اپنے صندلی اور ناتجربہ کار ہاتھوں کو میں نے قدرے رحم سے دیکھا۔

آہ بے چاری میں ——!!

میں بولی:۔

"مگر مجھے زندگی کے چہرے سے نقاب الٹنا پسند نہیں آتا! اے میری رفیق! میں پوشیدگی پسند ہوں!"

دلفگار مس حجاب اسمٰعیل

کھلی چٹھی

نالہ آتا ہے۔ اگر لب پہ تو مجبور ہوں میں

اشاعت تہذیب نسواں ماہوار اڈیشن ۲ فروری سنہ ۱۹۲۶ء میں جناب نے رسالہ نورجہاں کی ضخامت اور نوعیت مضامین پر تنقید کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے "میں اپنی رائے کے مطابق ایک مخلصانہ مشورہ میر عزیز الرحمٰن صاحب کو دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ... ہمارے ہاں اعلیٰ انشاپردازوں کی افسوسناک کمی ہے۔ ... توقع نہیں۔ کہ ... کوئی ضخیم نمبر کامیابی سے مرتب ہو سکے۔ ... ہمارے خاص نمبر مرعوب کرتے ہیں محظوظ نہیں کرتے ... معیار قایم رکھتے ہیں۔ ... کم صفحوں اور بہتر مضامین کے خاص نمبر نکالنا زیادہ مناسب اور فائدہ مند ہے"۔

آپ کا تذکرہ بالا مخلصانہ مشورہ واقعی صاف گوئی اور حقیقت پر مبنی ہے۔ چند رسائل جاریہ کی خریدار کی حیثیت سے میں آپ کے خیالات کا اعتراف کرتی ہوں۔ رسائل و اخبارات کی کامیابی اسی میں مضمر ہے۔ کہ ان میں ایسے مضامین درج ہوں۔ جو عامتہ الناس کی تہذیبی تمدنی۔ اخلاقی اور علمی ترقیوں کا خاطر خواہ ذریعہ بنیں۔ ایسے مضامین جن میں ان خصوصیات کا فقدان ہے۔ اور جس کے دیکھنے کے بعد غالب مرحوم کا یہ مصرعہ بے اختیار یاد آجاتا ہے۔ ؎

حاصل سوائے حسرت حاصل نہیں رہا

بے سود اور بے فیض ہیں۔ جس کی صداقت میں جناب کا اپنا یہ جملہ معترف ہے۔ کہ "اگر کل میں کسی رسالہ کا ۲۶۴ صفحوں کا نمبر مرتب کرنے بیٹھوں۔ تو معیار قایم رکھنے میں خود بھی کامیاب نہ ہو سکوں گا"۔

اب ہم کو دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا وہ رسائل جو اپنی کمی صفحات و ضخامت کو اپنے رسائل کے بہتر اور مخصوص ہونے کا سبب تصور کرتے ہیں۔ اس اعتراض سے بری ہو سکتے ہیں۔ کسی اور موقع پر میں نے جناب کی توجہ اس امر پہ مبذول

کرائی ہے۔ کہ ترقی و اصلاح پذیری کا راز صحیح نکتہ چینی اور بے لوث تنقید پر مبنی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی اگر جناب برا نہ مانیں۔ تو جناب کے ہی پرچے میں ایسے ہی مضامین کا حوالہ دے سکتی ہوں۔ جو معیار متذکرہ کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو۔ تہذیب ۱۶ فروری ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۶۲ "لندن سے خط"۔

میں معلوم یہ کرنا چاہتی ہوں۔ کہ اس خاص مضمون میں کونسی علمی یا اخلاقی یا تمدنی معلومات کی نئی مضمر ہے۔ میری ناقص رائے میں یہ خط نہ اصلی کوائف و حالات انگلستان کا منکشف ہے۔ اور نہ اس سے عام معلومات میں کسی قسم کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ یہ خط کبھی اس غرض و غایت سے لکھا ہی نہیں گیا۔ کہ کسی رسالہ میں شائع ہو۔ ورنہ محرر صاحب ضرور ترکیب الفاظ اور قیود قواعد کا لحاظ رکھتے۔ ایک بھائی ایک بہن کو خط بالکل سادہ اور سرسری لکھ رہا ہے۔ ہمارے یہاں خود ایسے افراد موجود ہیں۔ جو انگلستان سے ہو آئے ہیں۔ اور بعض تو فی الوقت وہاں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک میرا چھوٹا بھائی ہے۔ جو نہایت عمدہ مضمون نگار ہے۔ اور جس کے خطوط ہر ہفتہ دلچسپ معلومات کا ہم سب کے لئے ذریعہ بنے رہتے ہیں۔ مگر میں نے کبھی اس کی جرأت ہی نہیں کی۔ کہ کسی رسالے کو اس کے خطوط اشاعت کی غرض سے بھیجوں۔

ہاں اب ملاحظہ فرمائیں۔ اس "لندن کے خط" کو ---- اس کا اختصار یوں ہو سکتا ہے۔ کہ محرر صاحب ایک مقام ٹورکیو پہنچے۔ چند احباب کے ساتھ۔ جو ڈیون شائر میں ہے۔ اور جس مقام کی فضا اچھی ہے۔ اور جس کے اطراف و اکناف میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ اور جہاں خاص سبزی نظر آتی تھی"۔ اور یہ کہ کثرت مسافرین سے ہوٹلوں میں "گہما گہمی تھی"۔ پھر لندن لوٹے جہاں بارہ بجے رات کے گرجا کے گھنٹے بجتے ہیں۔ اور نیا سال شروع ہو جاتا ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے لوگ اس دن خوب شراب پیتے ہیں۔ اور کیف ناؤ نوش میں مستورات بھی شریک ہوتی ہیں۔ اور ان سب کا بغل میں بوتل دبا کر سر بازار کودتے پھرنا۔۔۔ غرضکہ "عجیب تماشہ تھا"۔۔۔ مختصر یہ کہ "مگر سیر خوب کی۔۔۔"

اب انصاف سے فرمائیے مندرجہ بالا مضمون سے تہذیبی بہنوں کی معلومات میں کونسی مخصوص زیادتی ہو گئی؟

یہ خود انگلستان سے سال بھر کا عرصہ ہوا۔ کہ واپس ہوئے ہیں۔ ان سے استفسار کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خصوصاً مستورات کبھی بھی بوتلیں بغل میں دبائے سڑکوں پر کودتے اور ناچتے نظر نہیں آتیں۔ بلکہ اگر یہ شراب استعمال کرتی ہیں تو ہوٹل یا مکان کی حد تک۔ ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا

کہ عورتیں سر بازار بوتلیں بغل میں دبائے ناچتی نظر آئیں + خبر دروغ بر گردن راوی +

بالآخر جناب سے امید ہے۔ کہ اس مضمون کو صحیح معنی اور منشاء پر متصور اور مخلصانہ مشورہ پر محمول فرمائیں گے + لہذا ایسے مضامین کا خواتین کی دلچسپی اور فائدے کے لئے ——— سامان بہم پہنچانا" معلوم۔

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے۔
ایسا بھی کوئی ہے۔ کہ سب اچھا کہیں جسے +

خاکسار ج

میرے نام چٹھی

میں نے مندرجہ بالا کھلی چٹھی اظہار رائے کی غرض سے اپنے دوست جناب پطرس کی خدمت میں روانہ کر دی تھی۔ اس کے متعلق انھوں نے میرے نام جو چٹھی لکھی ہے۔ وہ اگرچہ "کھلی چٹھی" نہیں۔ تاہم میں اسے بجنسہٖ اخبار میں درج کرنے کی آرزو پر غالب نہیں آسکتا + تاج

امتیاز بھائی! تم نے محترمہ "ج" کا جو خط میرے پاس بغرض اظہار رائے بھیجا ہے۔ وہ بوجوہ دلچسپ ہے + محترمہ نے اپنے مشورے کے "مخلصانہ" ہونے پر تو بہت زور دیا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں یہ نہ آیا۔ کہ وہ مشورہ ہے کیا؟ لیکن بھائی "مخلصانہ مشوروں" کی پہل تم نے کی ہے۔ تو اب اس کی سزا بھی بھگتو + تم نے اپنا مخلصانہ مشورہ خاص نمبروں کے متعلق دیا تھا۔ محترمہ "ج" اس کو تو نظر انداز کر رہی ہیں اور تم سے اس بات کا جواب پوچھتی ہیں۔ کہ تمہارا عام نمبر ویسا کامیاب کیوں نہیں + تمہارا یہی مطلب تھا نا۔ کہ کوئی ضخیم نمبر خصوصاً جبکہ اس کا معیار "خاص نمبر" کا معیار ہو۔ کامیابی سے مرتب نہیں ہو سکتا + محترمہ "ج" یہ سمجھیں۔ کہ معمولی مضامین کہیں بھی اور کبھی بھی درج نہ ہونے چاہئیں۔ یعنی عام نمبر بھی اسی معیار کا ہونا چاہئے۔ جس کا لحاظ خاص نمبروں کی ترتیب میں رکھا جاتا ہے + کئی دفعہ میں نے تم سے کہا۔ کہ بھائی بات کو سلجھا کے لکھا کرو۔ پڑھنے والوں میں سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن تم ہمیشہ یہی کہتے ہو۔ کہ مضامین کو وضاحت کے ساتھ سلجھا کے لکھنا تہذیب کے پڑھنے والوں کی توہین ہے۔ اب کہیں کہو۔ میں سچ کہتا تھا۔ یا غلط؟

معلوم ہوتا ہے۔ محترمہ "ج" نے تمام دنیا کے مضامین کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے + ایک تو وہ جو اس غرض و غایت سے لکھے جائیں۔ کہ کسی رسالے میں شائع ہوں۔ اور دوسرے وہ جو بھائیوں کی طرف سے بہنوں کو خطوط کی شکل میں لکھے جائیں + غرض و غایت والے مضامین کو چھپ جانے چاہئیں خواہ وہ کتنے ہی بے معنی ہوں۔ اور بھائیوں بہنوں والے خط پڑھنے کے بعد فوراً تلف کر دینے چاہئیں۔ مبادا ان کی سادگی اور سرسری پن

سے لوگوں کو تکلیف پہنچے + سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جو خط ایک بہن کے لئے دل چسپ تھا۔ وہ سب بہنوں کے لئے کیوں نہ ہو؟ اور یہ خط تو اتنا دل چسپ تھا۔ کہ مجھے محترمہ ج کے خلاصے میں بھی لطف آگیا۔ گو وہ خلاصہ تنگ دلی سے لیا ہوا تھا+ اور اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ اس خط کے نقائص پر روشنی ڈالی جائے + اور پھر محترمہ ج نے ایک اور مزے کی بات بھی لکھی ہے۔ یہ تو وہ نہ کہہ سکیں۔ کہ اس خط سے تہذیبی بہنوں کی معلومات میں زیادتی نہیں ہوئی۔ کہا۔ تو یہ کہا۔ کہ اس سے مخصوص "زیادتی" کونسی ہوئی؟

یہ فائدہ مند مضامین کا خبط بعض لوگوں کے سر میں ایسا سمایا ہوا ہے۔ کہ میں اس سے سخت پریشان ہوتا ہوں + خدا کے لئے کبھی تہذیب میں ایک نوٹ اس مضمون کا بھی چھاپ دو۔ کہ آخر جب لوگ کسی مضمون کے مفید ہونے پر زور دیتے ہیں۔ تو ان کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ کیا ان کا مطلب مفید مضمون سے یہ ہوتا ہے۔ کہ پڑھتے کے ساتھ ہی رزق میں زیادتی ہو جائے؟ ایسے مضامین تو صرف وہی ہو سکتے ہیں جن میں صابون بنانے کی ترکیبیں بتائی جاتی ہیں + کسی دوسرے شخص کے خیالات سے آگاہ ہونا۔ کسی سادہ تحریر کی بیساختگی سے لطف اندوز ہونا۔ کسی دور دراز ملک کے دل چسپ حالات کو سننا۔ ان چیزوں کو لوگ مفید سمجھتے ہی نہیں + ایک غریب نے انگلستان میں جو کچھ دیکھا۔ اور اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر لکھ بھیجا۔ اب یہاں اس کی درستی اور صحت پر بحث ہو رہی ہے۔ ایسے لوگوں کی تو جغرافیے کی کتاب سے کم کسی چیز سے تسلی نہ ہوگی + بھائی تم یوں کرو۔ کہ محترمہ ج کو لکھ بھیجو کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کے خطوں میں سے بھی دل چسپ اقتباسات تہذیب میں شائع ہونے کے لئے بھیجا کریں۔ بشرطیکہ وہ اس قابل ہوں۔ کہ ان سے لطف اُٹھایا جا سکے + اور اگر ان کے چھوٹے بھائی کوئی بھی ایسی بات نہیں لکھتے۔ جن سے انسان لطف اندوز ہو سکے۔ تو ان کا خط لکھنا ہی بےکار ہے +

خدا کا شکر ہے۔ کہ میں نے ولایت سے تمہیں جو خط لکھے تھے۔ وہ تم نے تہذیب نسواں میں شائع نہ کئے۔ ورنہ ان کے "غیر مفید" ہونے میں تو کسی طرح کا شبہ ہی نہ تھا +

خاکسار "پطرس"

رمضان میں حفظان صحت

رمضان کا مہینہ نہایت بابرکت مہینہ ہے۔ جس میں روزے رکھنے سے دونوں جہان کا سود و بہبود منظور ہے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے۔ کہ کچھ لوگ محض کھانے پینے کی بے قاعدگی کی وجہ سے اسہال و بدہضمی وغیرہ میں مبتلا ہو جاتے

ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ عنوان بالا پر چند ضروری باتیں تحریر کی جائیں +

۱۔ کھانے پینے کے جو عام اور مفید قاعدے ہیں۔ ان سب کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے + صرف اس قدر کھانا چاہئیے۔ جو طبیعت پر کچھ بار پیدا نہ کرے۔ اور کسی قدر بھوک باقی رہ جائے +

۲۔ چونکہ شام کا کھانا سحری تک اکثر پورے طور پر ہضم نہیں ہوتا۔ اس لئے شام کا کھانا کھا کر چہل قدمی کرنی چاہئیے۔ اور سحری کا کھانا نسبتاً بہت ہلکا اور لطیف ہونا چاہئیے۔ صرف دودھ۔ یا چائے اور توس یا دودھ ڈبل روٹی وغیرہ کھانا مناسب ہوگا +

۳۔ افطاری جہاں تک ہو بہت کم اور زود ہضم شے سے ہونی چاہئیے۔ تاکہ اشتہا میں خرابی واقع نہ ہو + افطاری کے ساتھ حتی الامکان حقہ اور سگرٹ قطعی طور پر نہ پیا جائے +

۴۔ ایک نہایت اہم اور ضروری بات یہ ہے۔ کہ پانی زیادہ نہ پیا جائے۔ ایک وقت میں ایک گلاس پانی کافی ہے۔ پھر بھی خواہش ہو۔ تو اسے روکنا چاہئیے + تھوڑی دیر روکنے سے یہ جھوٹی خواہش خودبخود زائل ہو جاتی ہے + ایک خاص تدبیر پانی کم پینے کی یہ ہے۔ کہ ایک گلاس کے کم از کم پندرہ بیس گھونٹ کئے جائیں۔ اور ہر گھونٹ پر سانس توڑا جائے +

۵۔ بہت ٹھنڈا پانی پینا بھی مضر ہے۔ گرمی ہو یا جاڑا پانی بس اتنا ٹھنڈا ہونا چاہئیے۔ کہ خوشگوار معلوم ہو + خالی پیٹ اور کمزور بدن میں زیادہ ٹھنڈی چیز کا یکایک پہنچنا اعصاب کو بہت سخت نقصان پہنچاتا ہے +

۶۔ تحریر اور تعلیم وغیرہ کے دماغی کام کرنے والوں اور گرم و خشک مزاج والوں کو سر میں تیل کی مالش دن میں ضرور کرنی چاہئیے۔ اور نوایجاد رقیق تیلوں کی بہ نسبت بیلا اور چنبیلی وغیرہ کے تیل بے ضرر ہیں + شائقین علم کے لئے عموماً اور طلباء کے لئے خصوصاً رمضان میں کتب بینی کا جیسا مناسب وقت سحری کے بعد سے صبح تک ہے۔ ایسا اور دوسرا نہیں +

رمضان میں کھانے پینے کی بے قاعدگی سے بدن میں ایسے رطوبت و فضلات زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو تغیر فصل یا وبا کے وقت فساد کو زیادہ قبول کرتے ہیں۔ اس لئے روزوں میں باقاعدگی کی بہت ضرورت ہے +

خاکسار زکیہ خاتون

اشکوں کا تحفہ

مندرجہ ذیل نظم میری عزیز بھاوج مسز شریف الحسن صاحب کی وفات پر غم غلط کرنے کے واسطے لکھی گئی تھی۔ اگر تہذیب ان آنسوؤں کی

جو دل سے نکلے ہوں - قدر کرتا ہو - تو ہدیہ محقر ارسال ہے ÷

داغ رنج دوش باقی اپنے دل پر تھا ابھی -
اندمال زخم کہنہ کی ابھی تک فکر تھی +
اپنے سینوں میں ابھی تک رنج کے طوفان تھے -
دل کے ہر ذرّے لئے آلام کے سامان تھے +
آج نیرنگ جہاں نے پھر دکھائی وہ ادا -
جس سے دل کا ذرہ ذرہ شعلہ ساماں ہوگیا +

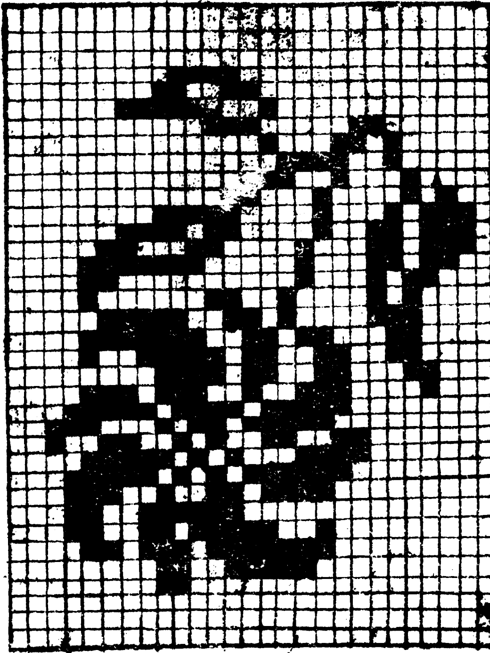
اے جوانا مرگ! یہ تیری جوانی ہائے ہائے -
موت تجھ کو اس قدر تھی جلد آنی ہائے ہائے +
سائرہ خاتون یکدم آہ کیوں چپ ہو گئی ؟
موت کی آغوش میں تو جا کے کیسی سو گئی ؟
تیرے یہ دن بھی کہیں مرنے کے قابل تھے ابھی -
کتنی جلدی آہ تو دنیا سے رخصت ہوگئی +
آج ان آنکھوں سے دیکھا خاک میں ملتے ہوئے -
کل جنہوں نے تجھ کو دیکھا تھا - دلھن بنتے ہوئے +
تو نے اپنا دورِ عشرت بھی ابھی دیکھا نہ تھا -
حسرت اس غنچے پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گیا +

کتنی آنکھیں ہیں جو تیری دید کی بیتاب ہیں -
کتنے سینے ہیں جو فرقت میں تری سیماب ہیں +
اپنی آنکھیں کھول - میری سوگواری دیکھ لے -
چشم خوننابہ فشاں کی اشکباری دیکھ لے +
اپنی ماں کی - بھائیوں کی شعلہ باری دیکھ لے -
رونے والوں کی ذرا تو آہ و زاری دیکھ لے +
آہ تیرا غم وہ ہے جو دل نہ بھولے گا کبھی -
غنچۂ زارِ آرزو اب پھر نہ پھولے گا کبھی +

اے چراغ آرزو! اے شمع بزم انبساط!
تیرے گل ہونے سے ہے تاریک ہستی کی بساط!
روز روشن ہے شب یلدا لگا ہوں میں مری +
وائے قسمت شمع بزم آرزو گل ہو گئی +
عفت و عصمت کی تو اک دلبر بالتصویر تھی -
حسن صورت میں سراپا نور کی تنویر تھی +
حور تھی معصومیت میں اور متانت میں پری
دیکھ ہم سب کو فریب ناز فوراً اُڑ گئی +
تیری بھولی بھولی صورت یاد آتی ہے مجھے
تیری تصویر خیالی خوں رُلاتی ہے مجھے +
اشکباری کر رہی ہوں دیکھ تیری یاد میں -
بوئے دوشیں ہے ابھی کچھ نکہت برباد میں +
اپنے اشکوں کا یہ تحفہ پاس لائی ہوں ترے
موتیوں کے ہار گر مقبول ہو جائیں مرے +

ہمشیرہ شریف الحسن رضوی سینٹری انسپکٹر
فرخ آباد

کروشیا کا پھول



مس فاطمہ محمد حسین صدیقی

مردزولا۔ بنگلور سٹی

محفل تہذیب

بجواب بہن ممتاز صاحبہ اردو میں پہلے تو "امیر اللغات" اچھی لغت مانی جاتی تھی۔ لیکن اب اس سے بھی اچھی لغت "نور اللغات" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ یہ لغت اپنی نوعیت کے لحاظ سے اردو کی بہترین اور سب سے پہلی لغت ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ میری نظر سے بھی گزرا ہے۔ جو بڑی تقطیع کے ۷۴۰ صفحوں پر ہے۔ اس میں صرف الف و با ختم کیا گیا ہے۔ اردو کے تمام مروجہ الفاظ۔ ضرب الامثال۔ محاورات۔ دخیل کلمات کا پورا استقصا کیا گیا ہے۔ اور اساتذہ و شعراء کے کلام نثر و نظم سے ہر جگہ استناد نظر آتا ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے الفاظ متروک الاستعمال پر بھی نہایت دلچسپ بحث کی ہے۔ اور قواعد کے لحاظ سے الفاظ کی فصاحت پر جس قدر اثر پڑتا ہے۔ اسے متعدد امثال سے سمجھایا گیا ہے۔ مجلد بیس روپے اور غیر مجلد سترہ روپے آٹھ آنے بہتہ "نگار" بک ایجنسی نظیر آباد لکھنؤ سے مل سکتی ہے۔ امیر اللغات بھی "نگار" بک ایجنسی سے مل سکتی ہے۔

خاکسار رہمشیو محمد عاقل

کوئی تہذیبی بہن از راہ نوازش ایمرانڈری پر کسی ایسی انگریزی کتاب کے نام اور پتے سے

آگاہ فرمائیں۔ جس میں وول نیٹنگ ڈران تھرڈ وغیرہ کے کام کے متعلق مفصل ہدایات و نمونہ جات صاف صاف اور واضح طور پر درج ہوں۔ خصوصاً محترمات مس فاطمہ و خدیجہ بائی صاجبہ اس طرف متوجہ ہوں *

۲۔ اگر کسی بہن کی نظر سے

Weldon's Needle Work
Encyclopaedia

گزری ہو۔ تو اس کے متعلق اپنی رائے سے مطلع فرمائیں * جوابات براہ مہربانی پتہ مفصلۂ ذیل پر جلد روانہ کئے جائیں * مسز احمد مبین صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ محلہ جہانگیر آباد۔ جونپور

تہذیبی بہنوں سے عرض ہے۔ کہ مجھ کو بیل گلدستے۔ بوٹے کی ڈرائنگ کی سخت ضرورت ہے۔ جن بہنوں کے پاس اچھی خوبصورت ڈرائنگ ہوں۔ وہ مجھ کو پتہ ذیل پر روانہ کردیں۔ احسانمند ہوں گی * بنت سید محمد ثامن صاحب سب انسپکٹر پولیس۔ تھانہ اگین ضلع اناؤ

خطوط نویسی کے لئے ذیل کی کتابیں مفید ہیں:۔ انشاء مولوی سید احمد صاحب دہلوی۔ انشاء مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی۔ عورتوں کی انشاء مصنفہ بیگم صغرا علی * غالب کی اُردوے معلی اور انشاء بشیر * یہ سب کتابیں پتہ ذیل سے مل سکتی ہیں:۔

مولوی منذر احمد صاحب بی اے۔ خلف اکبر مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرحوم۔ کھاری باولی دہلی

مضمون نگاری میں امداد ان کتابوں سے مل سکتی ہے۔ "حکمت عملی" مصنفہ محمد سجاد مرزا بیگ صاحب دہلوی "خیالستان" مصنفہ سجاد حیدر صاحب دہلوی۔ علامہ شبلی کی شعر العجم * ملنے کا پتہ یہ ہے:۔

نیجر دار المصنفین۔ اعظم گڑھ

خاکسار ر ج

کوئی بہن ازراہ مہربانی ڈی ایم سی کاٹن کی چند پیچک بذریعہ پارسل روانہ کر کے مجھے مشکوری کا موقع دیں۔ قیمت انشاء اللہ فوراً روانہ کردوں گی۔ یا پارسل بھیجنے سے پیشتر اپنا پتہ ٹھیک روانہ فرمائیں۔ تاکہ پیشگی قیمت روانہ کی جائے۔ یہاں اس قسم کی اشیاء دستیاب نہیں ہوسکتیں۔ بہت دقت ہوتی ہے * جو بہن چھ عدد پیچک روانہ کریں گی۔ میں ان کی بے حد ممنون ہوں گی * پتہ یہ ہے:۔ عصمت اعلیٰ ازڈ بائی ضلع بلند شہر محلہ شیخان

بال پھٹنے کے لئے گائے کا دودھ۔ کچی موم اور گل روغن ہموزن لیکر گرم کر کے کسی کپڑے میں چھان لیں۔ اور رات کو سوتے وقت استعمال کریں ضرور فائدہ ہوگا * مس سلمہ اختر کیمبل پور

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

ایک موچی عورت

مارگریٹ فلپس اسکاٹ لینڈ کی واحد خاتون ہے۔ جس نے موچی کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہ خاتون اس کام میں بہت محنتی اور چست وچالاک ہے۔ دو سال سے ایک دُکان میں اپنا کاروبار کر رہی ہے۔ اس عرصے میں اس نے خوب نام پیدا کیا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے بوٹ اور شوز کو جس صفائی سے گانٹھتی ہے۔ اس کا دور دور تک چرچا ہے۔ چنانچہ مرد اور عورت کشاں کشاں مس فلپس ہی کی دکان پر اپنے بوٹ مرمت کے لئے لاتے ہیں۔

مس فلپس کام کرتے وقت ہمیشہ بنی ٹھنی رہتی ہیں۔ ترشے ہوئے بال۔ باریک باریک جرابیں۔ لباس کے اوپر ایک سیاہ رنگ کا جامہ زیب تن کئے۔ تاکہ لباس میلا نہ ہو۔ غرض پورے بناؤ چناؤ کے ساتھ اپنی دکان میں بیٹھتی ہیں۔ اس کے برعکس ایک مرد موچی کے میلے کچیلے چمڑے کے لباس اور پریشان وضع قطع کا خیال کیجئے۔ تو اس میں اور مس فلپس میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔

لندن کے اخبار "ڈیلی ایکسپریس" کا ایک نمائندہ مس فلپس سے ملاقات کرنے گیا۔ تو انہوں نے بیان کیا۔ "پچھلے نومبر میں میری عمر پورے بیس برس کی ہوگئی۔ اسکول چھوڑتے ہی میں بوٹ بنانے اور مرمت کرنے والے مسٹر داؤد گورلے کی دکان میں کام سیکھنے کے لئے داخل ہوگئی۔ میرے ذمہ جو کام تھے۔ وہ کچھ ایسے مشکل اور زیادہ نہ تھے۔ چنانچہ مجھے کافی وقت مل جاتا تھا۔ لیکن اس وقت میں نہایت غور سے مسٹر گورلے کا کام دیکھا کرتی تھی۔

مسٹر گورلے فوج میں ملازم رہ چکے تھے۔ اور جنگ میں انہیں کئی زخم آئے تھے۔ جب کبھی یہ زخم ہرے ہو جاتے۔ تو انہیں مجبوراً کام چھوڑ دینا پڑتا تھا۔ بعض اوقات وہ کئی کئی ہفتے ہسپتال میں پڑے رہا کرتے تھے۔ یہ گویا قدرت کی طرف سے مجھے ترقی کرنے کا ایک موقع مل گیا تھا۔ چنانچہ ان کی غیر حاضری میں میں بڑی توجہ اور جاں فشانی سے گاہکوں کے بوٹ مرمت کیا کرتی۔ رفتہ رفتہ مجھے اس کام میں اچھی خاصی استعداد حاصل ہوگئی۔ آج سے دو سال پہلے جب مسٹر گورلے کو ہمیشہ کے لئے کاروبار سے دست بردار ہونا پڑا۔ تو میں نے

ان کا سارا کاروبار سنبھال لیا - اور اس وقت سے لے کر آج تک بغیر کسی کی مدد کے میں اکیلی برابر یہ کام چلا رہی ہوں"۔

مس فلپس جس وقت "ڈیلی اکسپرس" کے نمایندے کو یہ بیان دے رہی تھیں - اس وقت ساتھ ساتھ ایک خاتون کے شو کی پرانی ایڑی کو اتار کر نئی ایڑی لگائی جا رہی تھیں ۔ مس فلپس نے شو کو ایک آئرن پر چڑھایا - پھر ایک صاف ستھرے چمڑے کا ٹکڑا نکالا - اور چمڑا کاٹنے کی تیز رانپی نکال کر شو کی ایڑی کے برابر کا چمڑا بڑی صفائی اور کاریگری سے کاٹا - اور اس ٹکڑے کو ایڑی پر جا کر ہتھوڑے سے کیلیں جڑنی شروع کر دیں۔

مس فلپس نے ایڑی میں درزین کیلیں جڑ کر کہا "میں ہاتھ سے ٹانکے لگانا پسند نہیں کرتی - بلکہ سارا کام کیلیں جڑ کر کرتی ہوں ۔ میرے ہاتھ اس کام کے عادی ہوتے جا رہے ہیں - ہاں کبھی کبھی میرے ہاتھ دکھنے لگتے ہیں - جب اتوار آتا ہے - تو میں بہت خوش ہوتی ہوں - کیونکہ اس دن میں اپنے ہاتھوں کو آرام پہنچاتی ہوں"۔

روسی خواتین اور فوجی تعلیم

روسی خواتین جفاکشی اور محنت و مشقت کے کاموں میں دنیا بھر میں مشہور ہیں - چنانچہ اس وقت سویٹ یونین میں ساٹھ خواتین فوج کے اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں - اور پچھلے سال دو لڑکیوں نے ماسکو کے فوجی اسکول سے ڈگری حاصل کی ہے۔

لیکن اس کے باوجود روسی عورتیں بے حد جدوجہد کر رہی ہیں - کہ ہمیں سرخ فوج میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے - جس طرح مردوں کو اجازت حاصل ہے - اور یہ کہ روس کے تمام بڑے بڑے اسکولوں میں فوجی طالب علموں کی تعداد میں دس فیصدی حصہ عورتوں کا ہونا چاہیے۔

روسی عورتیں مردوں پر ثابت کر رہی ہیں - کہ ہم ہر طرح فوج کی ملازمت کے لئے موزوں ہیں ۔ جب کبھی ان پر اعتراض کیا جاتا ہے - کہ تم کہاں تک فوجی عہدہ داری کی اہل ہو - تو یہ عورتیں آج سے گیارہ سال پہلے کی جنگ کی مثال پیش کرتی ہیں - اور اس طرح کے اعتراض کرنے والوں کو اس جنگ میں اپنے کارہائے نمایاں یاد دلاتی ہیں۔

روس کی کئی جماعتیں عورتوں کے ان مطالبات کی حمایت میں ہیں - امید کی جاتی ہے - کہ اس جدوجہد کا نتیجہ عورتوں کے حق میں ہوگا۔

مشرقی اور مغربی خواتین

آج کل مشرقی خواتین جہاں معاشرتی اور سیاسی معاملات میں مغربی عورتوں سے زیادہ

سرگرمی اور مستعدی کا اظہار کر رہی ہیں وہاں شعبہ تعلیم میں بھی وہ اپنی مغربی بہنوں سے پیش پیش نظر آتی ہیں۔ چنانچہ ایک انگریز خاتون جو لندن کی ایک یونیورسٹی میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اپنی ایک سہیلی کو خط میں لکھتی ہیں۔

"ایک موقع پر ہمارے پروفیسر صاحب ڈاکٹری کے ایک سبق پر لکچر دے رہے تھے۔ تو میرے دائیں ہاتھ ایک جاپانی خاتون اور بائیں طرف ایک ہندو خاتون بیٹھی تھیں۔ اگرچہ پروفیسر صاحب انگریزی زبان میں لکچر دے رہے تھے۔ مگر اس پر بھی یہ سبق اس درجہ مشکل اور الجھا ہوا تھا۔ کہ بڑی توجہ دینے کے بعد کہیں کہیں کوئی بات ہماری سمجھ میں آجاتی تھی۔

اس کے برعکس وہ جاپانی خاتون حیرت انگیز سرعت کے ساتھ اپنی نوٹ بک میں ضروری باتیں بطور یادداشت لکھتی جا رہی تھیں۔ اس پر طرہ یہ کہ لکھتی بھی وہ اپنی جاپانی زبان میں تھیں۔ یہ خاتون اس قدر جلد جلد ان ڈاکٹری اصطلاحات کا ترجمہ کیونکر کر رہی تھیں۔ یہ عقدہ ہماری سمجھ میں اب تک نہیں آیا۔

دوسری طرف اگرچہ وہ ہندو خاتون نوٹ لینے میں اپنی جاپانی بہن سے پیچھے رہ گئی۔ لیکن عملی امتحان میں اس نے بیشتر انگریز لڑکیوں کو مات کر دیا۔"

بلغاریہ کی خواتین

ان دنوں بلغاریہ کی رہنما اور کارکن خواتین کو سب سے بڑا مرحلہ جو درپیش ہے۔ وہ لڑکیوں کو تعلیم دلانا ہے۔ موجودہ صورت حالات میں عورتوں کو تعلیم دلانے کی طرف جو توجہ دی گئی ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے عورتوں کا مستقبل بہت تاریک نظر آرہا ہے۔

ایک تو اسکولوں کی تعداد ابھی تک بہت کم ہے۔ اس پر امتحان ایسے مشکل لئے جاتے ہیں۔ کہ معمولی قابلیت کے طالب علموں کے لئے ان میں کامیاب ہونا بے حد کٹھن ہے۔

علاوہ ازیں بلغاریہ میں صنعت و حرفت اور تجارتی اسکول سرے سے کالعدم ہیں۔ اور لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں ایک نمایاں فرق اور غیر یکسانیت محسوس کی جارہی ہے۔

بیچاری بلغاری عورتوں کے لئے ایک اور دقت یہ درپیش ہے۔ کہ انہیں پچھلے چند سالوں سے ملکی ملازمتوں سے اندھا دھند برطرف کیا جا رہا ہے۔ ان کی قابلیتوں کا ذرا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ صرف اس بنا پر کہ انہیں خدا نے عورت ذات پیدا کیا ہے۔ ان سے ان کی روزی چھینی جا رہی ہے۔ گویا عورت ہونا کوئی لائق سزا جرم ہے۔

پچھلے سال ایک قانون پاس ہوا۔ جس کی رو سے تمام شادی شدہ استانیاں جیسے

ہی اپنی ملازمت کے بیس سال پورے کرتی ہیں۔ انہیں یک دم نوکری سے برطرف کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس عورتوں کی نسبت کم قابلیت والے اور بوڑھے مردوں کو کوئی پوچھتا تک نہیں ۔

ان ہی دنوں بلغاریہ میں عورتوں کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ تو انجمن اتحاد آنا لیفان کی صدر مادام ڈی ادمنوا اور ان کی چند ہم خیال اور قابل خواتین نے ہم آواز ہو کر بلغاریہ کی عورتوں کو پُر زور الفاظ میں اُکسایا۔ کہ آؤ ہم سب عورتیں مل کر حکومت سے اپنی حق تلفیوں کا سدباب کرائیں۔ اور حکومت کو مجبور کریں کہ وہ آیندہ ہم سے ایسا غیر منصفانہ سلوک روا نہ رکھے ۔

اس وقت بلغاریہ کی عورتیں صوفیہ میں عورتوں کے ایک خاص دارالخواتین کے افتتاح کرنے میں بہت کوشاں ہیں ۔ اس دارالخواتین کے لئے میونسپلٹی کی طرف سے جگہ دی گئی ہے۔ اور عورتوں کی مجلس ضروری چندہ فراہم کرنے میں نہایت سرگرمی سے منہمک ہے ۔ زمانہ آیندہ میں اس دارالخواتین کے مقاصد اور فرائض کے متعلق غور و خوض کیا جائے گا۔ اور انہیں عمل میں لایا جائے گا۔ یہ دارالخواتین نہ صرف اپنے مہمانوں کے لئے ایک موزوں اور آرام دہ مقام ہوگا۔ بلکہ اس میں کئی لکچر روم الگ الگ ہوں گے ۔ ایک اچھا خاصا کتب خانہ ہوگا۔ اور اعلیٰ ریڈنگ روم بھی ہوگا ۔ علاوہ ازیں اس میں عورتوں کے بازار بھی لگا کریں گے۔ جہاں عورتوں کے ہر طرح کے صنعت و حرفت کے نمونے بطور نمائش رکھے جایا کریں گے ۔

امید کی جاتی ہے۔ کہ اس دارالخواتین کا افتتاح بلغاریہ کی عورتوں کی فلاح و بہبود کے لئے نہایت کارآمد اور مفید ثابت ہوگا ۔

اٹلی کا نیا قانون

حال ہی میں اٹلی میں ایک نیا قانون پاس ہوا ہے۔ جس کی رو سے شادی شدہ اور بال بچوں والے مردوں کو سرکاری ملازمتوں میں ترجیح دی جایا کرے گی ۔

نیز وہ خواتین جو سرکاری شعبوں میں مختلف ملازمتوں پر مامور ہیں۔ یہ قانون ان کے لئے سہولت بہم پہنچاتا ہے۔ کہ جب یہ امید سے ہوں تو انہیں حکومت کی طرف سے بچہ پیدا ہونے سے پہلے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک ایک ماہ کی رخصت دیدی جایا کرے گی ۔ ساتھ ہی ان کی نوکری بھی بحال رہے گی ۔

خبریں اور نوٹ

لنڈن کا اخبار ٹائمز لکھتا ہے۔ کہ مشہور ترکی اخبار "اعتصام" کے اڈیٹر نجم الدین صادق بک نے سر جارج کلارک سفیر برطانیہ متعینہ ترکی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ ترکی کے مختلف باشندوں میں نفرت و عناد پھیلا رہے ہیں۔

قسطنطنیہ ۳ مارچ۔ استنبول یونیورسٹی کے دو سو طلباء نے ایک یونانی اخبار "کلدونوکا" کے دفتر پر پتھر برسائے۔ اور چھاپے کی مشینیں توڑ دیں۔ اڈیٹر سے بدسلوکی کی گئی۔ اس اخبار نے ایشیائے کوچک میں ۱۹۲۲ء کی ترکی فتوحات کے متعلق قابل اعتراض مضامین شائع کئے تھے۔

بارہ ترک خواتین جن کے ہمراہ دو مرد اور دو بچے بھی ہیں۔ پشاور سے قسطنطنیہ روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ خواتین دو ماہ سے پشاور میں مقیم تھیں۔ اور کابل جانے کے لئے موقع کی منتظر۔ انہیں کابل کے ترکی سفارت خانہ سے یہ ہدایت ہوئی۔ کہ وہ فوراً واپس چلی جائیں۔ کیونکہ افغانستان میں صورت حالات کے اعتدال پر آنے کی جلد کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ چنانچہ یکم مارچ کو وہ قسطنطنیہ جانے کے لئے بمبئی روانہ ہو گئیں۔

یورپ میں غیر معمولی سردی اور ٹھنڈی ہواؤں کی وجہ سے شمالی سمندر جم گئے ہیں۔ تجویز ہے۔ کہ سویڈن اور فن لینڈ کے درمیان جزائر السینڈ کے راستے سمندروں کی جمی ہوئی برف پر موٹریں چلائی جائیں۔

قسطنطنیہ کا تار ہے۔ کہ دریائے ڈینیوب اور بحیرہ اسود بھی برف سے جم گئے ہیں۔ اس سے بندرگاہوں کا سلسلہ رسل و رسائل رک گیا ہے۔

ایران نے بحرین پر برطانوی قبضے کے خلاف جمعیتہ اقوام سے امداد چاہی ہے۔ اس لئے برطانیہ کی طرف لیگ اقوام کے ارکان میں اس یادداشت کی نقلیں تقسیم کی گئی ہیں۔ جو برطانی سفیر متعینہ طہران نے حکومت ایران کے حوالے کی ہے۔

اس یادداشت میں لکھا ہے۔ کہ بحرین پر ایران کا قبضہ کبھی نہیں ہوا۔ برطانیہ نے سب سے پہلے اس جزیرہ کے خود مختار شیخ سے ۱۸۲۰ء میں معاہدہ کیا۔ تاکہ خلیج فارس میں بحری قزاقی اور غلامی کا سدباب کیا جائے۔ پھر اس سے اور معاہدے ہوئے۔ اور شیخ نے اعلان کر دیا۔ کہ ایران کو اس جزیرہ میں حکم برداری کا کوئی حق حاصل نہیں۔ شیخ نے برطانیہ سے استدعا کی۔ کہ اس جزیرہ کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن برطانیہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ۱۸۶۱ء میں ایک اور معاہدہ ہوا۔ جس کی رو سے برطانیہ نے شیخ کے خارجی تعلقات کی نگرانی اپنے ذمے لے لی۔ اور ۱۸۸۰ء میں اس معاہدہ کی تجدید ہوئی۔ اب حکومت برطانیہ جو کچھ کر رہی ہے۔ وہ اس عہد نامہ کے عین مطابق

ہے ٭

حکومت برطانیہ کو تعجب ہے۔ کہ دولت ایران اس جزیرے کے لئے لیگ اقوام کی حمایت حاصل کرنا چاہتی ہے۔ جو اس سے ۱۴۰ سال ہوئے علیحدہ کر لیا گیا تھا ٭

اخبار ٹٹ بٹس کا بیان ہے۔ کہ دنیا میں جس روضہ پر سب سے زیادہ روپیہ صرف ہوا۔ وہ رسول خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ شریف ہے ٭ اس میں لگے ہوئے لعل و یاقوت کی قیمت کا اندازہ ۵ بیس لاکھ پونڈ کیا جاتا ہے ٭

شاہ امان اللہ خاں فوجی تیاریوں میں مصروف ہیں ٭ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ قندھار کے اردگرد کے اضلاع اور ہرات کے لوگوں نے امان اللہ خاں کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اور سرکردہ لوگوں نے امان اللہ خاں کو حتی المقدور مسلح آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا ہے ٭ ہرات اس سلسلہ میں نمایاں حصہ لے رہا ہے۔ وہاں کے ۵ سرکردہ اشخاص نے ۵ ہزار مسلح آدمی پیش کئے ہیں۔ اور وعدہ کیا ہے۔ کہ ہم دوسرے بااثر لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد کم از کم ۳۰ ہزار آدمی اور دیں گے ٭

جرمن سفارت خانہ کے ایک عہدہ دار کا بیان ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں کا کابل پر قابض ہو جانا کچھ بہت مشکل نہیں۔ لیکن مذہبی دیوانے اور خود غرض ملا اعلیٰ حضرت کے خلاف سخت بدگمانی پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ افغانستان اور انسانیت کا ہر ایک بھی خواہ اور تہذیب و علم کا ہر ایک شائق دل سے دعا کرتا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں اپنی مہذب اور عظیم الشان حکومت کو از سر نو حاصل کر لیں ٭

خبر ہے۔ کہ انگورا۔ ماسکو اور ایران سے شاہ امان اللہ خاں کی امداد کے لئے پیام آئے ہیں ٭ سیاسی حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ حکومت روس نے امان اللہ خاں کو سرکاری طور پر مدد دینے کے لئے آمادگی ظاہر کی تھی۔ مگر اس خود دار اور دور اندیش بادشاہ نے اس سے قطعی انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ انہیں روسی یا کسی اور اجنبی حکومت کی امداد کی ضرورت نہیں ٭ شاہ امان اللہ خاں بہت پُرامید ہیں ٭

جنرل نادر خاں ابھی تک پشاور ہی میں ہیں۔ آپ ذات الصدر کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اس لئے ڈاکٹروں نے آپ کو فی الحال سفر نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے ٭

پشاور کا ۴ مارچ کا تار ہے۔ کہ جنرل نادر خاں نے شمالی افغانستان یعنی خوست کو جانے کا فیصلہ کیا ہے ٭ ان کے بھائی سردار شاہ ولی خاں قندھار جائیں گے۔ اور دوسرے بھائی سردار ہاشم خاں پشاور ہی میں رہیں گے ٭

جنرل نادر خاں کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا مدعا یہ ہے۔ کہ وہ جلد سے جلد مزید خونریزی کے بغیر بغاوت کو فرو کریں۔ اور شاہ امان اللہ خاں کے تخت سلطنت کو از سر نو پہلے کی طرح مضبوط و مستحکم بنا دیں ٭

سردار علی احمد جان بھی ان دنوں پشاور پہنچ گئے۔ اور عنقریب قندھار جانے والے ہیں۔ آپ نے بیان کیا۔ کہ میں نے جو کچھ کیا۔ وہ شاہ امان اللہ خاں کے لئے کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ امان اللہ خاں کی سلطنت ویسی ہی پرامن اور مستحکم ہو جائے جیسی پہلے تھی۔ خواہ اس کے لئے مجھے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانا پڑے۔

ملکہ ثریا کے ماموں ادیب آفندی جو سردار علی احمد جان کے ہمراہ جلال آباد میں تھے۔ علی احمد جان کے بھاگ آنے پر وہ بھی پھٹے پرانے کپڑوں میں وہاں سے آئے۔ اور انگریزی علاقے میں داخل ہو کر پشاور پہنچے۔ اب وہاں سے قندھار چلے گئے ہیں۔

۲۳ دسمبر ۱۹۲۸ء سے غیر ملکی باشندے افغانستان سے آنے شروع ہوئے تھے۔ اب تک چھ سو غیر ملکی باشندے بذریعہ ہوائی جہاز افغانستان سے ہندوستان پہنچ چکے ہیں۔

اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ عمر پاتی ہیں۔ اگر ۷۵ اور ۸۰ سال کے درمیان کی عمر کے مرد تین ہوں۔ تو اسی عمر کی عورتیں چار مل جائیں گی۔ اور جہاں بچاسی سال کی عمر کے مرد چار ہوں۔ وہاں عورتیں سات ہوں گی۔

ایک بزنگیجی نوجوان بائیسکل پر پندرہ ہزار میل کا سفر طے کر کے اپنے وطن پہنچا ہے۔ یہ سیاح مارچ ۱۹۲۷ء میں روانہ ہوا تھا۔ سوڈان۔ مصر۔ شام اور ترکی ہوتا ہوا یورپ میں داخل ہوا۔ اور یونان البانیہ۔ یوگوسلاویکیا۔ اٹلی۔ بلجیم۔ فرانس اور ہسپانیہ کی راہ سے پرتگال پہنچ گیا۔

سفیر البانیہ متعینہ لندن نے سر ہر کلے کے اس بیان کی تردید کی ہے۔ کہ جنگ عظیم میں جرمنوں نے پانچویں انگریزی پلٹن پر جو بم پھینکے تھے۔ ان میں طاعون کے جراثیم داخل کئے گئے تھے۔

چین لیگ اقوام سے قطع تعلق کرنے کے مسئلہ پر غور کر رہا ہے۔ اس کا آخری فیصلہ چینی کانفرنس کرے گی۔

پاپائے روما کی جدید سلطنت کا تار اور ٹیلیفون علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اب حکومت اٹلی کے تار اور ٹیلیفون کے سلسلے سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ آئندہ کلیسا لندن۔ پیرس اور برلن سے براہ راست نامہ و پیام کر سکے گا۔

ایک انگریز مصنف مسٹر جیمز مینے نے "ہندوستان کا مستقبل" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ حضور وائسرائے نے ہندوستان میں اس کتاب کے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ یہ کتاب مس میو کی کتاب "مدر انڈیا" کی طرح کی ہے۔

ایک ہزار بے کار اور بھوکے سکاٹ لینڈ سے پیدل چل کر لندن پہنچے۔ اور انہوں نے وہاں مظاہرہ کیا۔

مشہور مسخرہ ایکٹر چارلی چپلین ان دنوں نقارضہ انفلوئنزا بیمار ہے۔ ڈاکٹر کی رائے ہے۔ کہ حالت

خطرناک ہے۔ کیونکہ انفلوائنزا بگڑ گیا ہے۔ دو نرسیں مریض کی تیمارداری کر رہی ہیں۔

نیویارک میں مسز سروجنی نائیڈو نے کانگریس کے موقع پر جو تقریر کی تھی۔ وہ ریڈیو کے ذریعے مدراس میں سنائی گئی۔ تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔

"یاد رکھو۔ کہ تمام دنیا کی نظریں ہندوستان کی آیندہ قسمت پر جمی ہوئی ہیں۔ میں ان تمام اصحاب سے جو قومی ترقی کی مقدس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں۔ استدعا کرتی۔ کہ وہ بے حد فراخدلی سے ایک متفق فیصلے پر پہنچیں۔ اور ایسی مشترکہ تجاویز کی حمایت کریں۔ جو ہندوستان کی قومی خودداری اور ہندوستان کو اپنے مقصد میں کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہوں۔

کلکتہ کے شردھانند پارک میں مہاتما گاندھی کی موجودگی میں بدیشی کپڑوں کی ہولی منائی گئی۔ اگرچہ کمشنر پولیس نے مسٹر کرن شنکر رائے سکرٹری بنگال پراونشل کانگریس کمیٹی کو بذریعہ نوٹس مطلع کر دیا تھا۔ کہ ازروئے بنگال پولیس ایکٹ ۱۸۶۶ء کسی بازار یا شاہراہ پر گھاس پھوس یا کوئی دوسری شے جلانے کی ممانعت ہے۔ اس لئے آپ بھی کپڑوں کو جلانے کے ارتکاب سے بچنے کی کوشش کریں۔ لیکن اس حکم کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ اور خوب دھوم دھام سے بدیشی کپڑوں میں آگ لگائی گئی جونہی شعلے بلند ہوئے پولیس نے آگ بجھانے کی کوشش کی۔ لوگوں نے پولیس کو آگ بجھانے سے روکا اس کشمکش میں کئی آدمی زخمی ہوئے۔ اور آٹھ اشخاص گرفتار کئے گئے۔ ۴ مارچ کو رات کو ½۱۰ بجے مہاتما گاندھی اور کرن شنکر رائے زیر دفعات ۱۴۷ اور ۳۵۳ تعزیرات ہند گرفتار کر لئے گئے۔ اور بعد میں ضمانت پر رہا ہو گئے۔ اب مہاتما گاندھی رنگون تشریف لے گئے ہیں۔

سالگرہ کے خطابات کی فہرست شائع ہو گئی۔

اس موقع پر علاوہ اور بہت سے خطابوں اور اعزازات کے بادشاہ سلامت نے آنریبل سر میاں فضل حسین رکن مالیات حکومت پنجاب کو کے سی آئی ای کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ اور شیخ عبداللہ صاحب وکیل علی گڑھ کو خان بہادر کا خطاب عطا کیا ہے۔

امریکہ کی سطح آب پر تیرنے والی یونیورسٹی کے ایک سَو طلبا جن میں عورتیں اور لڑکیاں شامل ہیں ان دنوں دہلی کی سیر کر رہے ہیں۔ اس جماعت میں ۱۴ سال سے لے کر ۷۰ سال کی عمر تک کے مرد اور عورتیں طلباء کی حیثیت سے موجود ہیں۔

۲۱ ماہ رمضان کو جو شہادت علی علیہ السلام کا دن ہے۔ لاہور میں ضریح شبیہ مقدس کا جلوس نکالا گیا۔ اس موقع پر مطابق فتویٰ شمس العلماء علامہ حائری صاحب ماہ رمضان المبارک کا ہر طرح احترام ملحوظ رکھا گیا۔ اور راستہ بھر کسی نے نوحہ خوانی نہیں کی۔ محلہ شیعاں میں ایک ذاکر نے سوزخوانی شروع کی۔ تو اسے روک دیا گیا۔

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب النسواں

جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۱۲	لاہور۔ ہفتہ۔ ۲۳ مارچ ۱۹۲۹ء	جلد ۳۲

تہذیب نسواں

لاہور۔ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۴۷ ہجری

فہرست مضامین

کشمیر کے خاص زنانہ تحفے

ہم نے اپنی معزز بہنوں کی خاطر مفصلہ ذیل اشیاء خاص طور پر تیار کرائی ہیں۔ اور واجبی قیمت پر بذریعہ وی پی پارسل ارسال کرتے ہیں۔ مال عمدہ اور مقابلتاً ارزاں نرخ پر ارسال کیا جاتا ہے:

۱۔ ساڑھی ریشمی کامدار مع بلاؤز ۷ گز طول ۱/۲ ۱ گز عرض قیمت ۲۰ روپے سے ۴۰ روپے تک ؛

۲۔ دوپٹہ ریشمی کامدار قیمت ۱۲ روپے سے ۲۰ روپے تک ؛

۳۔ چادر اصلی پشمینہ کامدار ہر رنگ قیمت ۲۵ روپے سے ۵۵ روپے تک ؛

۴۔ چادر رفل پشمینہ سادہ ۸ روپے سے ۱۴ روپے تک ؛

۵۔ چادر رفل پشمینہ کامدار ۱۲ روپے سے ۱۸ روپے تک ؛

۶۔ فراک سادہ و ریشمی بچوں کے لئے ۴ روپے سے ۸ روپے تک ؛

۷۔ سوٹنگ رفل پشمینہ فی گز ایک روپیہ چار آنے سے ایک روپیہ ۱۲ آنے تک ؛

اس کے علاوہ ہمارے ذریعہ کشمیر کی ہر ایک قسم کی اشیاء مثلاً چاندی کے ٹی سٹ۔ پوڈر کیس۔ سنگار کیس وغیرہ خالص پتھر کے خوبصورت بٹن۔ ہار۔ ہولڈی وغیرہ لکڑی کا سامان۔ خالص کشمیری زیرہ۔ اور نئی فصل کا اصلی زعفران وغیرہ بالکل ارزاں نرخ پر مل سکتے ہیں۔ ایک دفعہ آزمائش شرط ہے ؛

ملنے کا پتہ

ایم۔ اے حمید اینڈ کو۔ امیراکدل سرینگر کشمیر

بر کی ضرورت

ایک شریف النسب شیخ قریشی حنفی المذہب تعلیم یافتہ۔ قبول صورت۔ اعلیٰ درجہ کی ہنر مند و دستکار۔ اور انتظام خانہ داری میں ماہر کنواری لڑکی کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے + لڑکا شریف النسب تعلیم یافتہ اور کسی معزز عہدہ پر ممتاز ہونا چاہئے۔ عمر اٹھائیس اُنتیس سال کی ہو سکتی ہے۔ لڑکی کی عمر اٹھارہ اُنیس سال ہے۔ اور اس کے بھائی اعلیٰ عہدوں پر ممتاز ہیں ؛

مزید حالات بذریعہ خط و کتابت طے ہوں گے۔ بڑے مہربانی صرف یوپی کے باشندے درخواست کریں ؛

" ل " معرفت مشتاق فاطمہ صاحبہ سکریٹری انجمن تہذیب نسواں کانپور۔ پریڈ۔ بنگلہ ۱۷

آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس

مقام مسرت ہے۔ کہ کئی برس کی خاموشی کے بعد ہماری آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس پھر بیدار ہو گئی۔ اور اس نے اپنا گیارھواں اجلاس علیا جناب لیڈی آسمان جاہ کی صدارت میں ۵۔ ۶ اور ۷ فروری ۱۹۲۹ء کو حیدر آباد میں منعقد کیا۔ اس کی مفصل رپورٹ اور خطبۂ صدارت جو محترمہ نفیس دلہن صاحبہ سکرٹری کانفرنس نے ارسال فرمایا تھا۔ گزشتہ ہفتہ کے اخبار میں شائع کیا جا چکا ہے۔ امید ہے۔ تہذیبی بہنوں نے شوق اور دلچسپی سے اس کا مطالعہ کیا ہو گا۔

ہمیں اس اطلاع سے بے حد خوشی ہوئی۔ کہ یہ اجلاس ہر طرح کامیاب رہا۔ اور بخیر و خوبی تمام ہوا۔ لیڈی آسمان جاہ نے نہ صرف ازراہ عنایت صدارت کے فرائض انجام دئے۔ بلکہ اپنے عالی شان محل میں کانفرنس کے اجلاس کے لئے مناسب جگہ بھی بہم پہنچائی۔ جس کے لئے آپ تمام مسلم خواتین ہند کے دلی شکریہ کی مستحق ہیں۔

محترمہ نفیس دلہن صاحبہ سکرٹری کانفرنس اور ان خواتین کی ہمت اور سرگرمی بھی مستحق مبارک باد ہے۔ جنہوں نے دور دراز سے سفر کر کے کانفرنس کی رونق دوبالا فرمائی۔ یا جنہوں نے انتظام و انصرام میں سکرٹری کانفرنس کو قابل قدر امداد بہم پہنچائی۔

علیا جناب لیڈی آسمان جاہ کا خطبۂ صدارت نہایت فاضلانہ تھا۔ اور اس میں خواتین کو کئی مفید اور قابل قدر حقائق کی طرف توجہ دلائی گئی تھی لیکن ایک لحاظ سے یہ مایوس کن بھی تھا۔ اس میں تمام تر بحث بعض اصولوں کے متعلق تھی۔ اور وہ بھی ایسے اصولوں کے جن میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارے اہم ترین موجودہ نسوانی مسائل کا اشارۃً بھی نہ تھا جس سے معلوم ہو سکتا۔ کہ یہ آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس کا خطبۂ صدارت ہے۔

اگر چند ابتدائی کلمات کو چھوڑ دیا جائے۔ تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ واضح ہو سکے۔ کہ یہ خطبہ ہندوستان کی مسلم خواتین کی کانفرنس میں اور ۱۹۲۹ء میں پڑھا گیا ہے۔ اگر اس میں سے محض "خواتین" اور "خواہران اسلام" کی قسم کے خطابی الفاظ حذف کر دئے جائیں۔ تو شاید ایک ذہین شخص کو بھی یہ اندازہ لگانا دشوار ہو۔ کہ یہ خطبہ کس جنس کے سامنے اور کس موقع پر پڑھنے کو لکھا گیا تھا۔

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اس خطبہ میں جو جو حقائق حیات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ فی الواقع آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ لیکن جب ایک مجلس اس غرض سے قایم کی گئی ہو۔ کہ اس کے ارکان ایک جگہ جمع ہو کر اپنے نقائص اور اور اپنی کمزوریوں کو رفع کرنے کی عملی تدابیر

سوچیں - اور نئے نئے واقعات کے ظہور پذیر ہونے کے باعث جو تبدیلیاں ہماری معاشرت میں واقع ہوئی ہیں - ان پر غور کریں - تو ایسی مجلس میں کسی صدر کا صرف آب زر سے لکھی جانے والی باتیں کہہ دینا ہرگز کافی نہیں ہو سکتا ۔

کیا یہ بالکل ایسا ہی نہیں - کہ آپ ایک انجمن اس مقصد کے لئے بنائیں - کہ وہ آپ کے صوبے یا آپ کے ملک میں توسیع تعلیم کے عملی طریقوں اور تدبیروں پر غور کرے - لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے درسی نصاب تجویز کرے - درسی مضامین کا انتخاب کرے لیکن جب اس کا جلسہ منعقد ہو تو صدر اس کے سوا اور کچھ نہ کہے - کہ

پیلے علم چوں شمع باید گداخت -
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت ۔

اس میں کچھ شبہ نہیں - کہ یہ شعر اس قابل تو ہے - کہ قطعوں پر چھپا ہوا ہزار ہا مقامات پر چسپاں نظر آئے - لیکن اس کو بار بار دہرانے سے قوم راہ ترقی میں قدم اٹھانے کے لئے کچھ روشنی حاصل نہیں کر سکتی - اور محض اس شعر کو ایک بار پھر سننے کے لئے ایک جلسہ منعقد کرنا کوہ کندن اور کاہ برآوردن معلوم ہوتا ہے ۔

تمام خطبے میں کوئی بھی ایسی بات نظر نہیں آتی جس سے یہ معلوم ہو سکے - کہ مسلم خواتین ہند کے سامنے فی الحال کیا مسائل درپیش ہیں - اور اور کانفرنس نے کن امور پر غور کرنے کے لئے اپنا جلسہ منعقد کیا تھا - تعلیم و حقوق نسواں کے مسائل حاضرہ کے مالہ و ماعلیہ سے سب خواتین کو آگاہ کرنا اور ملک کی توجہ ان کی طرف مبذول کرانا درکنار ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ تک نہیں کیا گیا ۔

یہ درست ہے - کہ جن مسائل پر ملک میں اختلاف رائے ہو - ان کے متعلق صدر کا ایسا اظہار خیال مناسب نہیں ہوتا جس سے کسی خاص جماعت کے خیالات کی تائید ظاہر ہوتی ہو - تاہم ان مسائل کی اہمیت اور ان کے متعلق مختلف جماعتوں کے خیالات و دلائل کی طرف توجہ دلانا بہت ضروری ہوتا ہے ۔

اصولی بحثیں ہر شخص کتابوں میں پڑھ سکتا ہے - ضرورت اس بات کی ہوتی ہے - کہ خطبہ صدارت سے حالات حاضرہ کا صحیح اندازہ ہو جائے - اور معلوم ہو - کہ ملک میں اس وقت کیا کیا تحریکیں عام ہیں - جن پر کانفرنس کو توجہ کرنی ہے - وہ کس حد تک اہم ہیں - اور ان کے متعلق کس قسم کی عملی کارروائی صدر کی رائے میں مناسب ہوگی ۔

معلوم ہوتا ہے - کہ یہ خطبہ مردانہ جلسوں کے خطبات صدارت کی پیروی میں لکھا گیا ہے ۔ سر سید علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد جب قومی اور تعلیمی مجالس کثرت سے معرض وجود میں آ گئیں - اور آئے دن ان کے جلسے ہونے لگے - اور لوگوں

بین بحثوں بلکہ کج بحثی کی عادت بڑھنے لگی۔ تو خاط صدر حضرات نے ان موقعوں پر عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک خاص طرح کے رسمی خطبات پڑھنے شروع کر دئے۔ ان خطبات میں صرف ایسی اصولی باتیں ہوتی ہیں۔ جنہیں دنیا طے تو آج سے سیکڑوں برس پیشتر کر چکی ہے۔ لیکن جن پر آج بھی نہایت شد و مد سے اور فلسفیانہ رنگ میں اظہار خیال کیا جا سکتا ہے۔

ایسے خطبات سے نہ مسائل حاضرہ پر درحقیقت کچھ روشنی ڈالنی مقصود ہوتی ہے۔ اور نہ اپنی مشکلات میں کوئی صحیح اور مفید راستہ دکھانا۔ البتہ ایک رسم پوری کر لینے کی تسکین اور ایک حد تک اعتراضوں سے بچے رہنے کی تدبیر ضرور ہو جاتی ہے۔

مردانہ مجالس اور کانفرنسیں تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ ان کے اجلاس بھی بہت کثرت سے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں رسمی خطبات پڑھنے کا کھیل کچھ زیادہ قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔ پھر خواتین کی نسبت مرد زیادہ بلند تعلیمی سطح پر پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے ان سے کسی حد تک یہ توقع بھی کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ عملی زندگی میں اصولی بحثوں سے مستفید ہو سکیں گے۔ لیکن ہماری رائے میں اس روش کا خطبہ لیڈیز کانفرنس کے لئے مفید و موزوں نہ تھا۔

مسلم خواتین کی واحد کانفرنس کا اجلاس اس مرتبہ اتنے عرصہ بعد ہوا تھا۔ کہ ہمیں اس موقع پر بہت زیادہ جامع خطبہ کی توقع تھی۔ ایسے خطبے کی توقع جو ایک طرف تمام ملک کو مسلم خواتین کی تحریکات سے پورے طور پر واقف کر دیتا۔ اور نسوانی مسائل میں ان کی ہمدردی اور اشتراک عمل حاصل کر لیتا۔ اور دوسری طرف ضروری اور اہم امور کی تکمیل کے متعلق خواتین کو عمل کا راستہ دکھاتا اور ان میں جوش و خروش کی روح پھونکتا (باقی آیندہ)

سید امتیاز علی تاج

سادگی

نظم نما نثر

اے دوست! تجھے تو یہ بھی نہیں معلوم۔ کہ چشمے کے شفاف پانی اور انگور کی کہنہ شراب میں کیا فرق ہے!

بھلا کبھی تو نے غور بھی کیا۔ کہ تالاب کی ان چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کے پروں کے رنگوں اور کہکشاں میں چمکنے والے ننھے ننھے تاروں کی روشنیوں میں کتنا فرق ہوتا ہے؟

شیریں ترین!! آگ کے گرم گرم قطروں اور شبنم کی نرم نرم بوندوں میں کبھی تو نے کوئی فرق محسوس کیا؟

جب ان گیتوں کو بجانے کو تیرے بربط کے تار شکستہ ہیں۔ تو پھر بھلا اس پر زندگی کا راگ کیا بج سکے گا؟

دلفگار مس حجاب اسمٰعیل

ہمارا سفر

گزشتہ دنوں ہم لوگ بغرض تفریح احمد نگر گئے تھے۔ وہاں کے مختلف مقامات کی ہم نے سیر کی۔ جس کا مختصر حال بہنوں کی دلچسپی کے لئے درج ذیل کرتی ہوں۔

شہر احمد نگر ایک تاریخی مقام ہے۔ اور آثار قدیمہ کے لئے بہت مشہور ہے۔ یہ مقام تعلقہ پٹن (ضلع اورنگ آباد دکن) سے کوئی چھپن میل بجانب شمال مغرب واقع ہے۔ جب میرے والد ماجد تبدیل ہو کر پٹن کی تحصیل داری پر گئے۔ تو ہمارے لئے احمد نگر کی سیر کا موقع نکل آیا۔

شب برات کی تعطیلات میں ۱۳ شعبان المعظم ۴۷ھ کی صبح کو ہم لوگ اس مختصر گر نہایت دلچسپ سفر پر روانہ ہوئے۔ صبح سویرے موٹر ہمارے دروازے پر آن موجود ہوئی۔ اور ہم لطف و مسرت کے عالم میں اس میں جا سوار ہوئے۔ آن کی آن میں پٹن کی مختصر بستی ختم ہوگئی۔ اور پہاڑوں اور دریائے گنگ کے روح افزا مناظر نظر آنے لگے۔ جن کا لطف موسم کی خوشگواری اور نسیم صبح کی مستانہ اٹھکیلیوں سے دوبالا ہو رہا تھا۔

سڑک کے کنارے کنارے درختوں کے جھرمٹ تھے۔ جن پر بھانت بھانت کے پرند چہچہا رہے تھے۔ نالے اور نہریں بہ رہی تھیں۔ ان دلخوش کن نظاروں سے آنکھوں کو طراوت اور قلب کو فرحت حاصل ہوتی تھی۔ کوئی ۱۰-۱۲ میل کے بعد ہمارے حضور نظام کی حدود ختم اور سرکار عظمت مدار کا علاقہ شروع ہوگیا۔ اور ہماری موٹر سرسبز و شاداب باغوں اور ہرے بھرے لہلہاتے کھیتوں کے قریب سے زن زناتی ہوئی گزرنے لگی۔ راستے میں جا بجا بنگلے۔ مسافر خانے۔ مسافروں کے آرام کے لئے بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ احمد نگر سے ۷-۸ میل ادھر ایک مختصر سی سرسبز گھاٹی ملی۔ جس پر چڑھنے کے بعد ہماری موٹر گویا ان حدود میں داخل ہوئی۔ جس کا ہر ذرہ سیاح یا مورخ کی نگاہ میں لعل بے بہا اور تاریخ کا ایک بیش قیمت ماخذ ہے۔ کوئی تین بجے ہوں گے۔ کہ احمد نگر کی اونچی نیچی عمارات کے بالائی حصے اور قلعہ اور مقبرے چاند بی بی کے رفیع الشان مینار اور برجوں کے عکس دکھائی دینے لگے۔

ہماری موٹر باون میل کی لگاتار تگ و تاز کے بعد شہر کے باہر ایک ڈاک بنگلے میں جا کر رکی۔ اتفاق سے ڈاک بنگلہ مسافروں سے پُر تھا۔ اور اس کا ایک بھی کمرہ خالی نہ تھا۔ مگر ہمارے منشی صاحب اور تحصیل کے چپراسیوں کی جد و جہد سے منتظم ڈاک بنگلہ نے جو ایک یوروپین تھا۔ دو کمرے خالی کروا دئے۔ اور ہم ان کمروں میں فروکش ہوگئے۔ حاجات ضروری اور خورد و نوش

سے فراغت پانے کے بعد شام ہوگئی۔ چونکہ تھکے ماندے تھے۔ اور دن بہت کم رہ گیا تھا۔ اس لئے اس دن کمرے ہی کی سیر کرتے رہے ۔ بستر جا لئے۔ اور ایسے اطمینان سے سوئے کہ پھر صبح کی خبر لی ۔

صبح کو اٹھکر ناشتہ اور چائے سے فراغت کرکے دکٹوریا پرزنانہ سواریاں اور تانگہ میں مرد لوگ سوار ہوکر سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے مغسل پر پہنچے۔ جو شہر ندکور سے ۔ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ یہ مقام ایک سنگین چار دیواری کے اندر واقع ہے ۔ مشرق و مغرب میں پختہ سہ دریاں ہیں۔ اور بیچ میں ایک پختہ چبوترے پر ایک تربت بنی ہوئی ہے۔ جس پر چادر پڑی رہتی ہے۔ اور جو ایک چنبیلی کے درخت کے قریب اور اس کے زیر سایہ ہے ۔

دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ شہنشاہ غازی نے اس دار فانی میں آخری غسل یہیں فرمایا تھا۔ اور یہیں سے آپ کی نعش خلد آباد (ضلع اورنگ آباد) لائی گئی تھی ۔

گرد و پیش کے میدان میں مختلف درختوں سے یاس و حسرت ٹپکتی تھی۔ مشرقی سہ دری کے سامنے ایک حوض عظمت شاہ مغفور کی یاد میں چشم پُر آب تھا۔ جس کے گرد کرد ٹن کے درخت مژگان خون چکاں معلوم ہوتے تھے ۔

اس کے قریب ہی ایک مسجد ہے۔ جو دمڑی مسجد کے نام سے موسوم ہے ۔ یہ ایک سرتاپا پتھر کی بنی ہوئی عبادت گاہ ہے۔ پتھر کے جوڑ ایسے خوبی سے ملائے گئے ہیں۔ کہ دور سے دیکھنے پر ایک ہی مسلّم پتھر کی بندش معلوم ہوتی ہے نقش و نگار بھی نہایت نفیس اور قابل تعریف ہیں چھت کے پتھر اس خوبی سے لگائے گئے ہیں۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک بڑے پتھر کی سل معلق ہے۔ اس کے نام کی وجہ تسمیہ دریافت کرنے سے یہ معلوم ہوئی۔ کہ دمڑی دمڑی جمع کرکے یہ مسجد بنائی گئی تھی ۔

چونکہ بارہ بج چکے تھے۔ اور میرے دونوں چھوٹے بھائی بھوک سے بے چین تھے۔ اس وجہ سے ہم وہاں سے سیدھے ایک ایرانی ہوٹل میں پہنچے۔ جس کی مالکہ ایک ایرانی خاتون ہیں۔ وہ نہایت خلق و مروت سے پیش آئیں۔ اور اپنے رہنے کے خاص کمرے میں ہمارے خورد و نوش کا انتظام کر دیا ۔ کھانا کھا کر ہم لوگ شہر دیکھنے چلے۔ شہر کی آبادی گنجان اور راستے تنگ ہیں ۔ صفائی کا انتظام سوائے بڑی دو ایک گلیوں ۔ اور بڑی سڑکوں اور کوچوں میں عام طور پر اچھا نظر آیا ۔ شہر میں زیادہ تر یورپین اور اہل ہنود کی آبادی ہے ۔ پانچ بجے تک ہم لوگ شہر کی سیر اور ضروری سامان کی خریداری میں مصروف رہے۔ بعد ازاں اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔ اور رات آرام سے گزاری ۔

دوسرے روز صبح کو تقریباً آٹھ بجے ہمارے منشی صاحب موٹر لائے۔ اور ہم سیدھے چاند بی بی کے مقبرے کی طرف روانہ ہوتے۔ یہ مقبرہ شہر سے تقریباً آٹھ دس میل دور ہے۔ کوئی آدھ گھنٹے میں ہماری موٹر مقبرے کے کمپونڈ میں داخل ہوگئی۔

یہ عبرت کدہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ جس کی چڑھائی تقریباً ایک میل ہے۔ ہمارا شوفر نہایت ہوشیار تھا۔ چنانچہ اس نے موٹر کو اس حسن و خوبی سے اوپر چڑھایا۔ کہ چڑھائی بالکل محسوس نہ ہوئی۔

تمام مقبرہ سنگ بستہ ہے۔ جس کی چھ منزلیں ہیں۔ اس کی ابتدا ایک تہ خانے سے ہوتی ہے۔ تہ خانے میں ایک پختہ چبوترے پر دو قبریں نمایاں ہیں۔ جن میں سے ایک میں چاند بی بی سلطانۂ احمد نگر ہمیشہ کی نیند سو رہی ہے۔ اور دوسری میں اس کے رفیق صلابت جنگ آسودہ ہیں۔ یہ قبریں گویا زبان حال سے کہہ رہی ہیں۔ کہ اس دہر فانی میں عظمت و بزرگی اور حشمت و جاہ کو کچھ قیام نہیں۔ بادشاہ ہو یا گدا۔ امیر ہو یا غریب ایک دن ہماری طرح اس کو آغوش لحد میں لیٹنا اور پیوند خاک ہونا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

تخت والوں کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے۔
کھوج ملتا ہے یہیں تک بعد ازاں کچھ بھی نہیں۔

ملکہ کی سرگزشت اور اس کے اس عالم بے یاری و مایوسی پر غور کریں۔ تو اس دنیا کی ناپائداری کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اور عبرت ہوتی ہے۔ کہ وہ ملکہ جس کی شجاعت و دلیری کا لوہا مغلوں جیسی جفاکش اور جنگجو قوم نے مانا۔ وہ ملکہ جس نے شہر احمد نگر اور اپنی سلطنت کو اپنی کمال جوانمردی سے ان کے پنجے سے دوبارہ چھڑا دیا۔ اور وہ ملکہ جو بہ نفس نفیس ایک زبردست فوج کی کمان کرتی تھی۔ اور جس کے سامنے ہزارہا سوار اور لاکھوں پیادے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ آج اس طرح ایک تودۂ خاک کے نیچے بے یار و مددگار پڑی ہے۔ جہاں سوائے چند مرجھائے ہوئے پھولوں کے اور ایک شمع افسردہ اور چند پروانہائے مردہ کے کوئی جلیس و انیس نہیں۔ مزار کو دیکھ کر یہ شعر یاد آگیا۔

نشان لالہ این باغ از کہ می پرسی۔
برو کہ آنچہ تو دیدی بجز جہاں نہ ماند۔

علاوہ اس تہ خانہ کے ایک اور پانچ منزلہ عمارت ہے۔ جس کی ہر منزل سے دوسری منزل کے درمیان ۲۲ زینوں کا فصل ہے۔ بعد فاتحہ خوانی کے ہم یکے بعد دیگرے آخری منزل تک گئے۔ ہر منزل نہایت کشادہ۔ ہوادار ہے۔ چوتھی منزل پر حکام وقت نے جا بجا جدید طرز کے در و دریچے لگا کر آرام گاہ بنا دی ہے۔ جہاں ضرورت کے وقت میز کرسی سجا دی جاتی ہے۔ آخری منزل میں تیز و تند مگر ٹھنڈی اور

لطیف ہوا سن سن کر کے چل رہی تھی۔ وہاں سے بڑے بڑے کھیت۔ ہری بھری کیاریاں بڑی بڑی عمارات و مکانات۔ گھروندے اور بڑی بڑی شاہراہیں نظر آرہی تھیں۔ اور دوری کی وجہ سے بہت چھوٹی معلوم ہوتی تھیں + مقبرے کی سیر کر کے اور اندرونی دبیرونی روح افزا مناظر سے محظوظ ہو کر ہم واپس ہوئے۔ اور قلعہ دیکھنے کا پاس کلکٹر صاحب سے حاصل کرنے کی غرض سے ان کے بنگلے پر گئے +

یہ بنگلہ نواب قاسم خاں کا محل کہلاتا ہے۔ جو چاند بی بی کے امراء دربار میں سے تھے محل نہایت شاندار اور اپنی نوعیت میں دلکشا اور فرحت انگیز اور نواب صاحب موصوف کی شان و شوکت کی یاد تازہ کرنے کے لئے بہت کافی ہے +

میرے والد صاحب قبلہ کلکٹر صاحب سے جا کر ملے۔ صاحب موصوف نے قلعدار کے نام چٹھی لکھ دی + چٹھی لے کر ہم قلعہ کی طرف راہی ہوئے + قلعہ اسی نہج و وضع کا بنا ہوا ہے جیسے کہ زمانۂ قدیم کے قلعہ ہوتے ہیں۔ مگر میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ جو استحکام و انتظام تحفظ و استحصال قلعہ دولت آباد میں ہے۔ اس میں نہیں +

قلعہ کے تین پھاٹک ہیں۔ ہر پھاٹک پر دو دو وردی پوش پہرہ دار فولاد کے بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑے پہرہ دے رہے تھے + ہماری موٹر اس جگہ پہنچی۔ جہاں اس وقت انگریزوں کا کلب ہے۔ اور اس جگہ رہنما نے شاہی وقت کے کچھ تہ خانے دکھائے۔ جو حال ہی میں زمین کھودنے سے برآمد ہوئے ہیں + اس قلعہ میں ۲۲ برج ہیں۔ جن میں سے ایک فتح برج کے نام سے معروف ہے۔ اس پر اس وقت ایک جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اور جھنڈے کے دستے کے قریب ہی ایک توپ چرخ پر چڑھی ہوئی ہے۔ یہ توپ تقریباً ۲½ گز لانبی اور قطر میں دو فٹ ہوگی۔ اسی برج کے نیچے ایک سرنگ بنی ہوئی ہے۔ لیکن مرور زمانہ سے مٹی سے بھر گئی ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ یہ سرنگ کہاں تک گئی ہے اور کتنی لمبی ہے +

قلعہ کے اطراف میں خندق بھی ہے۔ جس میں بعض بعض جگہ تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا۔ قلعہ کے مشرقی جانب خندق کو عبور کرنے کے لئے ایک لکڑی کا پل نصب ہے۔ جو زنجیروں سے آویزاں ہے + رہنما نے بتلایا۔ کہ یہ پل زنجیر کے کھینچنے سے اٹھ سکتا ہے۔ اور یوں آمد و رفت کی راہ مسدود ہو سکتی ہے + معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی قسم کا پل ہے۔ جس کو انگلش میں "ڈرا برج" کہتے ہیں +

اس کے بعد ہم دوسری جانب گئے۔ جہاں ایک شکستہ حوض اور مکان ہماری نظر سے گزرا + بیان کیا گیا۔ کہ یہ جگہ سلطانہ چاند بی بی کے غسل کرنے کی تھی۔ اور وہ حوض اس گلبدن شہزادی کے غسل کے لئے عرق گلاب سے بھرا

جاتا تھا۔ اس غسل خانہ کے اوپر ایک بڑا مکان اسی وقت کا قایم ہے۔ جس میں اس وقت قلعدار کا دفتر ہے۔ اس کی وضع بدل کر اور نئے طرز کے دروازے لگا کر اسے نئے انداز پر درست کرلیا گیا ہے۔

قلعہ دیکھنے سے فراغت حاصل کرکے ایرانی ہوٹل میں پہنچے۔ وہاں تھوڑی دیر آرام کیا۔ کھانا کھایا اور پھر شہر کے در و دیوار اور کوچہ و بازار پر حسرت بھری نگاہیں ڈالتے۔ اپنی جائے قیام پر پہنچے۔ تقریباً آدھ گھنٹے میں ضروری سامان سفر مہیا کرکے شہر احمد نگر کو خیرباد کہا۔ اور اپنے مستقر پٹن کی راہ لی۔ جہاں ہم شب کے وقت بخیر و خوبی پہنچ گئے۔ اور یہ دلچسپ سفر ختم ہوگیا۔

ز۔ خ

تعلیم یافتہ اور جاہل کی شادی

آج کل جس بیٹے بیٹی والی کو دیکھئے۔ اسے یہی خواہش ہے۔ کہ ہم کو تعلیم یافتہ بہو اور تعلیم یافتہ داماد ملے۔ یہ خیال یوں تو ہر طرح نیک اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ خیال کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ کہ جس کے واسطے ہم تعلیم یافتہ شریک زندگی چاہتے ہیں۔ اس کی اپنی تعلیمی حالت کیسی ہے؟

موجودہ زمانے میں لڑکے تو کچھ نہ کچھ تعلیم حاصل کر ہی لیتے ہیں۔ مگر لڑکیاں بہت بڑی تعداد میں ایسی ہیں۔ کہ حرف شناسی سے زیادہ قابلیت نہیں رکھتیں۔ ان بے چاریوں کو کسی تعلیم یافتہ شخص سے بیاہ دینا انہیں مصیبت میں مبتلا کرنا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک تعلیم یافتہ ایک جاہل آدمی کے ساتھ رہ کر کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ لیکن تعلیم یافتہ بہو حاصل کرنے کا سودا آج کل سب کے سر میں ایسا سمایا ہوا ہے۔ کہ کوئی انجام کا خیال نہیں کرتا۔

عام طور سے دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر کسی جاہل لڑکے کی شادی کسی تعلیم یافتہ لڑکی سے کرنے کی تجویز ہو۔ تو وہ منظور نہیں کرتا۔ اپنے سے زیادہ تعلیم یافتہ بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے خیال ہی سے اس کو وحشت ہوتی ہے۔ بس اسی طرح خیال کر لینا چاہئے۔ کہ جاہل لڑکی کو بھی تعلیم یافتہ شوہر کسی طرح پسند نہیں ہو سکتا مگر بے زبان لڑکیاں چونکہ خاموش رہتی ہیں۔ اس لئے والدین من مانی کارروائیاں کر لیتے ہیں۔ جن کے نتائج آگے چل کر نہایت دردناک نکلتے ہیں۔

آج کل کے لوگ تعلیم یافتہ لڑکے سے لڑکی بیاہنا کیوں پسند کرتے ہیں۔ اس لئے۔ کہ وہ خوب کمائے گا۔ اور ہماری لڑکی کو آرام حاصل ہوگا۔ مگر اس کا نتیجہ تقریباً ہمیشہ الٹا نکلتا

ہے۔ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ مرد جس وقت جاہل بی بی بیاہ کر لاتے ہیں۔ اور انہیں اس کی جہالت کا پورا پورا علم ہو جاتا ہے۔ تو اسے اس طرح گھر میں ڈال دیتے ہیں۔ گویا وہ ایک نکمی چیز ہے۔ اس کا کسی جلسے یا تقریب میں جانا تک انہیں گوارا نہیں ہوتا۔ میل ملاپ بند۔ بات چیت بند۔ عجب بے کسی اور بے لبسی میں لڑکی کی زندگی لبسر ہوتی ہے۔

اکثر لڑکیاں اس کو بھی گوارا کر لیتی ہیں۔ اور یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتی رہتی ہیں۔ کہ ہم کو خدا نے اسی گھر میں رہنے اور انہی حالات میں زندگی لبسر کرنے کو پیدا کیا ہے۔ گھر کے کام کاج سے دل بہلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر شوہر سے ہر وقت جہالت کے طعنے سنتے سنتے ان کا دل پک جاتا ہے۔ اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔

اولاد ہو جائے۔ تو پھر نئی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ میاں کو ہر وقت یہ خیال رہتا ہے۔ کہ جاہل عورت اولاد کی خاطر خواہ تربیت ہرگز نہ کر سکے گی۔ جب تک بچے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس وقت تو بُری بھلی طرح گزر ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن جہاں بچوں نے ہوش سنبھالا۔ میاں یا تو یہ کوشش شروع کر دیتا ہے۔ کہ بچوں کو بیوی سے الگ رکھے۔ اور پھر یا بچوں ہی سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ دونوں صورتیں گھر کی تباہی کا باعث ہیں۔

اگر ان کے شوہر ان سے بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہوتے۔ تو انہیں یہ کوفت ہرگز نہ برداشت کرنی پڑتی۔ ان کے لئے کوئی معمولی حیثیت کا اور کم تعلیم یافتہ شوہر بہت زیادہ آرام اور راحت کا باعث ہوتا۔

سلے خشک روٹی جو آزاد رہ کر۔
تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر
جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو۔
بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو۔

دیکھا گیا ہے۔ کہ جو غریب آدمی اپنے لڑکوں کو کم پڑھاتے ہیں۔ ان کو عام طور سے کوئی اپنی لڑکی دینا نہیں چاہتا۔ چاہے لڑکے کی نسبت لڑکی کتنی ہی جاہل ہو۔ عقل مند والدین کو لازم ہے۔ کہ محض داماد کے علم و دولت پر نہ جائیں۔ بلکہ اپنی لڑکی کے مستقبل کا خیال کریں۔ اسی صورت میں اس کو سچی خوشی حاصل ہوگی۔

اسی قسم کا ایک نہایت دردناک واقعہ اپنی آنکھوں کا دیکھا بیان کرتی ہوں۔ میری ایک نہایت عزیز سہیلی ہیں۔ جن کی صرف ایک لڑکی تھی۔ نازوں کی پالی۔ نہایت قبول صورت۔ والدین کی خواہش تھی۔ کہ بہت اچھا داماد ملے۔ لڑکی کو پرانے دستور کے موافق صرف قرآن شریف اور اُردو کی تعلیم دی گئی تھی۔ کئی جگہ سے نسبت آئی مگر لڑکی کے والدین کو پسند نہ ہوئی۔ کوئی غریب کا لڑکا تھا۔ کوئی صرف مڈل پاس تھا۔ کوئی صرف تیس چالیس کا نوکر۔ یہ تمام نسبتیں ناپسند کر کے

ٹال دی گئیں ۔

میں نے ہر چند کہا۔ کہ بہن اپنی لڑکی کم تعلیم یافتہ ہے۔ اگر کسی ایسی جگہ رشتہ کر دو۔ تو بہتر ہے۔ مگر اس کا جواب مجھ کو یہ ملا۔ کہ چالیس کا نوکر کیا کھائے گا۔ اور کیا جمع کرے گا۔ میں خاموش ہو گئی ۔

آخر ایک تعلیم یافتہ اور دولتمند لڑکے کی نسبت آئی۔ جس کو ان لوگوں نے بہت خوشی سے پسند کر لیا۔ اور نہایت دھوم سے شادی ہو گئی۔ دیکھنے والوں نے خوب واہ وا کی۔ کہ صاحب خدا کے فضل سے داماد آپ کو بہت اچھا مل گیا۔ مگر بیاہ کے دوسرے ہی مہینے تعلیم اور جہالت کا جھگڑا شروع ہو گیا۔ شوہر صاحب بی بی سے ناراض رہنے لگے۔ کہ تم جاہل ہو۔ نہ خانہ داری کے نئے طریقوں سے واقف ہو۔ نہ میل ملاپ پیدا کرنے کے قابل ہو۔ چنانچہ چھٹے ہی مہینے دوسری شادی کر لائے ۔

لڑکی بے چاری گھلنے لگی۔ اور شادی کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا۔ کہ اس قفس عنصری سے رہا ہو گئی ۔

اس شادی سے والدین کو سوائے رنج اور تفکرات کے کچھ نہ ملا۔ بیٹی کی راحت ایک طرف نہ تعلیم یافتہ داماد رہا۔ نہ دولت اور نہ بیٹی ۔ اگر والدین بیٹی کی تعلیم کا صحیح اندازہ کر کے اس کا بیاہ کرتے۔ تو یہی کہنے کو جی چاہتا ہے۔ کہ شاید وہ نہ مرتی۔ یا کم از کم ایسی مصیبت سے جان نہ دیتی ۔

ان ہی حالات کی وجہ سے میرا مشورہ ہے۔ کہ والدین یا تو آج کل کے تعلیم یافتہ مردوں کے معیار قابلیت کا خیال رکھ کر لڑکیوں کو ایسی تعلیم دیں۔ کہ وہ ان کی موزوں بیویاں بن سکیں۔ اور اگر حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ تو پھر اپنی لڑکیوں کی قابلیت کو مدنظر رکھ کر ان کے لئے نسبتاً کم قابلیت کا مناسب و موزوں شوہر تلاش کیا کریں۔ تعلیم اور جہالت کی کبھی نہ نبھ سکے گی۔ اور ان کی بیٹیوں کی تمام عمر جھینکتے گزر جائے گی ۔

مسز محمد ایثار الحق بی اے

لگڑ بگڑ یا چرخ

غالباً ہر بہن نے اس جانور کا نام سنا ہو گا۔ یہ ایک عجیب جانور ہے۔ قد میں چیتے کے برابر رنگ چھائی جیسا سیاہی مائل۔ سر بڑا۔ گردن موٹی۔ پیشانی چوڑی۔ مگر کمر بہت پتلی اور کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے چلنے میں بہت بھدا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پیٹھ پر بہت لمبے بال ہوتے ہیں۔ جو غصے یا ڈر کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی ڈراؤنی صورت کو اور بھی ڈراؤنی بنا دیتے ہیں ۔

یہ موذی بڑا خونخوار ہوتا ہے۔ شہ زور بھی بڑا ہے۔ مگر ساتھ ہی پرلے درجے کا بزدل بھی ہے ۔ رات کو آبادی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور کہیں کتا بھیڑ بکری جو ملتا ہے۔ اس پر ہی اپنے دانت گرم کرتا ہے ۔ یہ موا انسان کے بچوں کو بھی نہیں چھوڑتا

آٹھ آٹھ برس کے بچوں کو یہ پکڑ کر لے گیا ہے ٭ غریب گدھے کی جان کے پیچھے تو یہ کم بخت ہاتھ دھو کر پڑ جاتا ہے۔ دوپہر کو غار سے نکل کر ادھر اُدھر کھوج لگاتا ہے۔ اگر کہیں دھوبی کا گدھا چرتا نظر آئے۔ تو چپکے چپکے اس کے پاس جاتا ہے۔ بس پر وہاں حملہ نہیں کرتا۔ صرف اپنی جادو بھری آنکھیں دکھا دیتا ہے ٭ اب خدا کی قدرت دیکھئے۔ کہ آنکھیں چار ہوتے ہی گدھا بے چارہ واقعی گدھا بن جاتا ہے۔ اور جدھر لگڑ چل پڑے۔ یہ اس کے پیچھے ایک وفادار مؤدب نوکر کی طرح چل دیتا ہے۔ جب غار کے نزدیک پہنچ جاتے ہیں۔ تو لگڑ اس کی خاطر تواضع شروع کر دیتا ہے ٭

اس کے دانت قدرت نے اس قدر مضبوط بنائے ہیں۔ کہ گھوڑے کے پاؤں کی سخت ہڈی تک ایسی بے تکلفی سے چبا لیتا ہے جیسی طرح گھوڑا چنے چباتا ہے ٭ یہ اپنے شکار کی ہڈیوں تک کی قدر کرتا ہے۔ اور اس کی کوئی چیز باقی نہیں چھوڑتا ٭

پشاور کے ضلع میں بہت ملتا ہے۔ اور وہاں اس کا شکار بھی عجیب طرح کرتے ہیں ٭

جس غار میں لگڑ ہو۔ اس کے پاس بہت سے لوگ مع کتوں کے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایک شخص جو عموماً کہنہ مشق ماہر شکاری ہوا کرتا ہے۔ ایک لمبی رسی کمر سے باندھ کر اور ایک روشن چراغ ہاتھ میں لے کر غار کے اندر گھس جاتا ہے ٭ بعض جگہ تو غار اتنا تنگ ہوتا ہے۔ کہ اس غریب کو پیٹ کے بل رینگنا پڑتا ہے ٭ میرے تو خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ٭ اس قدر تنگ تاریک غار میں لگڑ جیسے موذی سے بغیر اسلحہ کے مقابلہ کرنا خالہ جی کا گھر نہیں ہے ٭

غرض کئی کئی گز اس طرح کھسکتے ہوئے شکاری لگڑ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اور فوراً چلا کر کہتا ہے۔ کہ "کبوتر نہیں ہے"۔ نہ معلوم ان الفاظ میں کیا جادو ہے۔ کہ لگڑ فوراً منہ پھیر لیتا ہے۔ اور پھر ہرگز منہ نہیں موڑتا۔ اب شکاری کمر میں سے رسی کھول کر لگڑ کی دونوں پچھلی ٹانگیں مضبوط باندھ لیتا ہے۔ اور خود باہر نکل آتا ہے ٭

جب لگڑ کی ٹانگیں باندھی جاتی ہیں۔ اس وقت وہ بے طرح شور مچاتا ہے۔ مگر پلٹ کر کاٹنے کی کوشش نہیں کرتا۔ ہاں شکاری چراغ کا بڑا خیال رکھتا ہے۔ اگر کبھی شامت سے چراغ بجھ جائے۔ تو شکاری صاحب کی جان پر آ بنتی ہے ٭ خاص کر پہلے پہل جب لگڑ سے ملاقات ہوتی ہے۔ تو وہ زور سے چراغ پر دو ایک پھونکیں مارتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے۔ کہ شکاری لالٹین نہیں لے جاتا۔ ہمیشہ تیل کا دیا لے جاتا ہے۔ نہ معلوم اس میں کیا راز ہے ٭

باہر سے سب مل کر رسی کھینچتے ہیں۔ اور جب لگڑ باہر آ جاتا ہے۔ تو اس کو بے قابو کر کے اس کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ پھر میدان میں کتوں

کے سامنے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ گنتے چیونٹیوں کی طرح اس کی گردن سے چمٹ جاتے ہیں۔ مگر جب ایک مرتبہ یہ زور سے گردن ہلا دیتا ہے تو گتے ہوا میں اسطے بچھوے کی طرح پاؤں مارتے نظر آتے ہیں۔

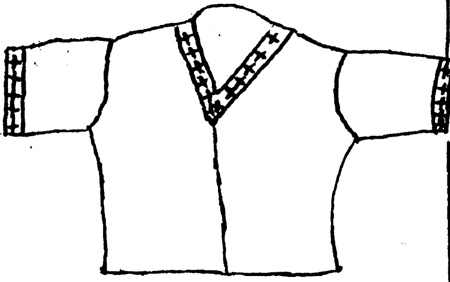
اس کی طاقت کا کچھ نہ پوچھئے۔ میرے ایک عزیز نے پشاور کے علاقہ میں ریوالور کی چھ گولیوں سے اسے گرایا۔ اور باوجود کھوپری آدھی اُتر جانے کے بعد بھی ایسا دھاڑتا تھا۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ اس کے بعد اس کو ذبح کیا گیا۔ اور سر کٹے کو پندرہ منٹ سے زیادہ گزر گئے جب بھی جان باقی تھی۔ یہاں تک کہ بہت کچھ چمڑا بھی اُتارا گیا۔ پھر بھی کبھی سسکیاں لیتا۔ وہ چمڑا ابھی تک موجود ہے۔

خاکسار یعقوب بیگم۔ از دھنیا کھلی

جاکٹ یا بلاوز کی لیس

ذیل میں ایک نہایت آسان اور خوبصورت لیس اور انسرشن کا خاکہ اور ترکیب لکھتی ہوں۔ جوزری کے تاروں میں بنا کر جاکٹ یا بلاوز میں اس ترکیب سے لگائی جاسکتی ہے۔

رات کے سونے کے ڈھیلے باس میں دھاگے سے بنا کر لگانے سے بہت زیب دیتی ہے۔ جاکٹ کے لئے ذیل کا خاکہ ملاحظہ ہو:-



ٹیبل کلاتھ اور کرسی کے توسلے میں بطور حاشیہ کے بھی کام آسکتی ہے۔ خاکہ مدنظر رکھ کر ترکیب کے مطابق بنالیں۔

ترکیب۔ سب سے پہلے ۲۵ چین بنالو۔ اس کے بعد ایک کھلا خانہ بنا کر چھ بند خانے یعنی ۱۹ ٹریبل بنالو۔

دوسری قطار۔ ۶ بند خانے ایک کھلا خانہ۔

تیسری قطار۔ ۹ چین زائد لو۔ اور تیسری چین میں ایک ٹریبل بنا کر اور دو بند خانے زائد کرلو۔ پھر ۵ چین لے کر ایک ٹریبل ۲ چین لے کر ایک ڈک۔ پھر ۳ چین ۷ ٹریبل ایک کھلا خانہ۔

چوتھی قطار۔ اکہرخ۔ ۲ باخ۔ ۵ چین۔ ایک ٹریبل ۳ چین۔ اڈک۔ ۳ چین۔ ۲ باخ۔

پانچویں قطار۔ ۹ چین لو تاکہ دو بند خانے بڑھ جائیں (بالکل اسی طرح جیسا کہ تیسری قطار میں کیا گیا ہے)
۲ باخ۔ ۳ چین۔ اڈک۔ ۳ چین۔ اٹریبل۔ ۵ چین۔ ایک ٹریبل۔ ۳ چین۔ اڈک۔ ۳ چین۔ ۲ باخ۔ اکہرخ۔

چھٹی قطار۔ اکہرخ۔ ۲ باخ۔ ۵ چین۔ اٹریبل۔

۳ چین - اڈک - تین چین - اٹربل - ۵ چین - ۲ ب خ +

ساتویں قطار - ۹ چین اس میں ٹربل یعنی دو بند خانے - ۵ چین - اٹربل - ۳ چین - اڈک - ۳ چین اٹربل - ۵ چین - اٹربل - ۳ چین اڈک - ۳ چین - ۲ ب خ - اکہرخ +

آٹھویں قطار - اکہرخ - ۲ ب خ - ۵ چین - اٹربل ۳ چین - اڈک - ۳ چین - اٹربل - ۵ چین - اٹربل ۳ چین - اڈک - ۳ چین ۲ ب خ +

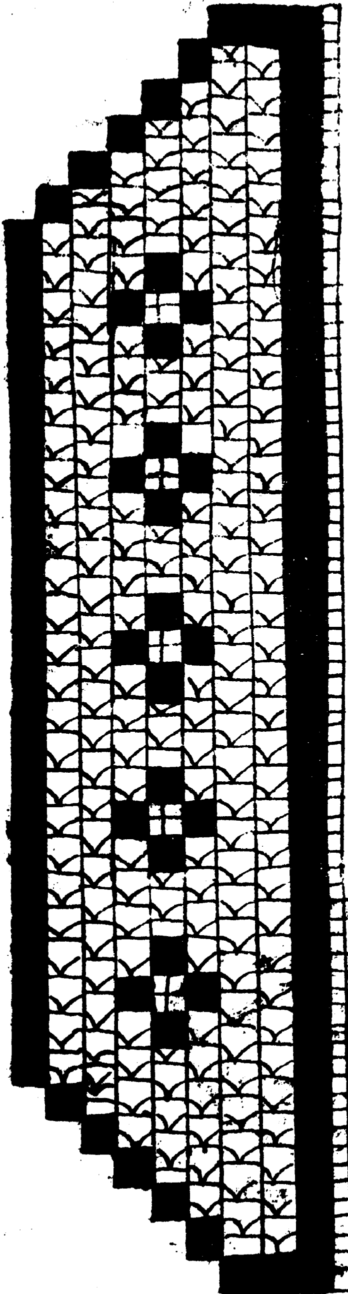
نویں قطار - پھر نو چین زائد بنا کر دو بند خانے بڑھالو - ۳ چین - اڈک - ۳ چین - اٹربل - ۵ چین - اٹربل - ۳ چین اڈک - ۳ چین - اٹربل - ۵ چین - اٹربل - ۳ چین اڈک - ۳ چین - ۲ ب خ - اکہرخ +

امید کہ اب یہ بنت سمجھ میں آگئی ہوگی + خاکہ دیکھ کر دسویں قطار بنا لو + پھر گیارھویں قطار میں دو بند خانے بڑھالو - اس کے اوپر بارھویں قطار بنا لو - تیرھویں قطار میں پھر دو بند خانے بڑھالو - چودھویں قطار ایسے ہی بُن لو +

پندرھویں قطار - ۲ بند خانے - تین چین - اڈک - ۳ چین - اٹربل - ۵ چین - اٹربل - ۳ چین - اڈک - ۳ چین - ۲ ب خ - ۳ چین - اڈک - ۳ چین - اٹربل ۵ چین - اٹربل - ۳ چین اڈک - ۳ چین ۲ ب خ - اکہرخ +

سولھویں قطار - بالکل پندرھویں قطار کی مانند مگر

نمونہ لیس یا انسرشن



اس میں کھلا خانہ آگے آجاتا ہے ۔

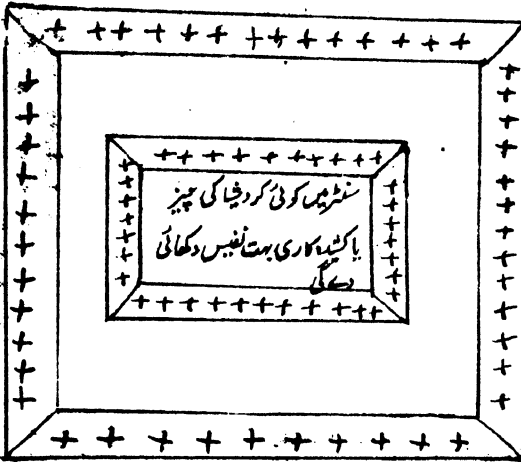
سترھویں قطار - ۲ ب خ - ۳ چین - اڈک - ۳ چین - اٹربل - ۵ چین - ۲ ب خ - ۲ اکہرخ - ۲ ب خ ۵ چین - اٹربل - ۳ چین - اڈک - ۳ چین - ۲ ب خ اکہرخ ۔

اٹھارھویں قطار - ۱۷ ویں قطار کی مانند - مگر اس میں کھلا خانہ آگے آجاتا ہے ۔

۱۹ ویں اور ۲۰ ویں قطار علی الترتیب ۱۵ ویں اور ۱۶ ویں کی مانند ۔

اسی طرح سے جتنی ضرورت ہو لمبی بنا کر ختم کرلو ۔ آخر بالکل ابتدائی قطاروں کی مانند کرلینا چاہئے ۔

اسی طرح چار پٹیاں بنا کر آپس میں جوڑ لینے اور ٹیبل کلاتھوں میں لگانے سے یوں ہوگا :-



کرسی کا تولیہ یوں ہوگا :-



نوٹ - بیاس کے لئے بنائیں تو ۷ نمبر کا کروشیا اور ۴۰ نمبر کا دھاگا لگائیں ۔

خوان پوش یا ٹیبل کلاتھ کے لئے ۴½ کروشیا اور ۸ انمبر کا دھاگا لگائیں ۔

مس فاطمہ محمد حسین صدیقی - طروز ولا - فورٹ بنگلور سٹی

گوبھی کا اچار

کسی بہن نے گوبھی کے اچار کی ترکیب پوچھی ہے۔ گوبھی کا اچار نہایت آسانی سے اور بہت جلد تیار ہو جاتا ہے+

گوبھی کا پھول ایک عدد درمیانے درجے کا۔ سرکہ ایک بوتل۔ نمک مرچ حسب ذائقہ + لہسن کے جوئے چھلے ہوئے چھٹانک بھر۔ ادرک کتری ہوئی چھٹانک بھر + گوبھی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ایک مرتبان میں مع مصالحہ کے ڈالکر اوپر سے سرکہ ڈال دیں۔ اور دھوپ میں رکھ دیں + سات روز کے بعد تیار ہو جائے گا+ مرچیں سرخ سالم ڈالی جاتی ہیں+

مس محسن حسین از درگ

محفل تہذیب

ایسے سرکاری یا نیم سرکاری مدارس کا پتہ مطلوب ہے۔ جہاں مسلمان بچیوں کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم اور رہائش کا عمدہ انتظام ہو۔ میں اپنی ہفت سالہ بچی کو حصول تعلیم کے لئے باہر بھیجنا چاہتا ہوں۔ اس لئے یہ اطلاع مطلوب ہے+ ایسے مدارس کا پتہ نہ بتلایا جائے۔ جو غیر سرکاری ہوں۔ یا جہاں رہائش کا قابل اطمینان معقول انتظام نہ ہو+ عبدالعزیز خاں سوداگر۔ صدر بازار رائے پور (سی پی)

۲ فروری کے تہذیب میں جن بہن صاحبہ نے تہذیبی سر دھونے کے مصالحہ کے متعلق چند استفسار کئے ہیں۔ ان کا جواب حسب ذیل ہے:-

۱- جہاں تک میرا تجربہ ہے۔ میں نے مصالحہ مذکور کی تمام اشیاء کو معتدل پایا۔ یعنی نہ زیادہ گرم اور نہ سرد+

۲- آنولوں میں دودھ گرم کیا ہوا ڈالنا چاہئے+

۳- اول تو دودھ کی آمیزش کے باعث بال خود بخود چکنے رہتے ہیں۔ اور تیل لگانے کی ضرورت بہت کم محسوس ہوتی ہے۔ زیادہ چکناہٹ پسند نہیں + آنولہ یا ناریل کے ہر دو تیل میں سے حسب پسند تیل کا استعمال کا مناسب ہے۔ یہ بال بڑھانے اور دماغی طاقت کو بحال رکھنے میں اکسیر ثابت ہوئے ہیں۔ اور میرے آزمودہ ہیں۔ اس لئے میں کسی دوسرے تیل کے استعمال کا مشورہ دینے سے قاصر ہوں + خاکسار گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل صاحب وکیل وچیف ڈائرکٹر ویسٹرن یونیورسٹی کپورتھلہ

محترمہ بہن مسز احمد حسین صاحبہ کو معلوم ہو۔ کہ میری رائے میں Weldon's Needle Work Encyclopaedia دستکاری پر بہت بہتر کتاب ہے۔ اور سمجھ میں آجاتی ہے۔ میں نے بھی کئی نمونے اتارے۔ سب کے سب

بالکل ٹھیک اُترے + اس کتاب میں ہر ایک قسم کی دستکاری کے نمونے اور ترکیبیں ہیں۔ مس سکینہ چراغ الدین صاحب کیمبل پور

کپڑا تاننے کا فریم جس میں دو گول حلقے ہوتے ہیں۔ اور ایک حلقے پر کپڑا رکھ کر دوسرا حلقہ پہنانے سے کپڑا تن جاتا ہے۔ کہاں سے اور کس قیمت پر دستیاب ہو سکتا ہے؟ ایس این بیگم بنت احمد نواز خاں صاحب۔ حیدرآباد۔ دکن

مجھ کو "اتالیق نسواں" کتاب کی سخت ضرورت ہے۔ پتہ مطلوب ہے + خاکسار قمر النسا رب

میرے نئے گنویز کے بوٹ پر سرسوں کا تیل گر جانے سے بہت بد نما دھبے پڑ گئے ہیں۔ برائے مہربانی کوئی بہن یا بھائی مطلع فرمائیں۔ کہ یہ کس طرح دور کئے جائیں؟ خاکسار شہزادہ خاتون لاہور

دو ماہ تک بیمار رہ کر صحت یاب ہوئی ہوں۔ بحمد اللہ ایک ماہ سے خیریت سے ہوں۔ مگر اس بیماری کی وجہ سے میرے سر کے بال جھڑ رہے ہیں + برائے مہربانی کوئی بہن ایسی دوا یا تیل کا نام بتائیں۔ جس سے نئے بال جلد بڑھ جائیں۔ بیگم مخدوم علی ناظر تعلیمات

بجواب استفسار محترمہ سلیمہ مس عطا محمد صاحب تحریر ہے۔ کہ کتاب شوکت آرا بیگم حسب ذیل پتے سے براہ راست منگائیں۔ قیمت جلد اول و دوم مجلد ۵/۲۔ بلا جلد ۲/۔ جلد سوم مجلد ۵/۱ بلا جلد ۱/۔ ملنے کا پتہ:۔ منیجر صاحب نولکشور صنیفہ بک ڈپو۔ لکھنؤ راقمہ محمودہ بنت عبد الباسط صاحب

---

۵ جنوری کے پرچہ میں مسز یزدانی نے لکھا تھا۔ کہ میں نے نان خطائیوں کی جو ترکیب لکھی تھی۔ وہ غلط ہے۔ اور اس کی وجہ سے ان کا نقصان بھی ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کس طرح انہوں نے بنایا۔ کہ نقصان ہوا۔ میں کئی دفعہ بنا چکی ہوں۔ مگر کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ بہن موصوفہ نے جو یہ لکھا ہے کہ مجھ کو تہذیب کے صفحے سیاہ کرنے کا کیا حق ہے۔ میں خود یہ سمجھتی ہوں۔ کہ تہذیب ہم لوگوں کا ہے اور ہم کو اس کے نقصان کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ چنانچہ رکھتے ہیں۔ اس لئے جب تک پوری تصدیق کے ساتھ آزمائی نہیں۔ جب تک نہیں بھیجی۔ اس واسطے بہن موصوفہ کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ میرے اوپر ایسا اعتراض کریں۔ مس منظور احمد رزاق

---

۱۱ ماہ نمبر میں غلطی سے بجائے ن۔ ج کے ح۔ ب چھپ گیا ہے۔ بہنیں تصحیح کر لیں۔ خاکسار ن۔ ج بنت ڈاکٹر اے آر احمد اون برار ضلع ایلوت محل

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

گھر کی خوشی

لندن کے اخبار ڈیلی ڈیسپیچ کے اڈیٹر نے اپنے اخبار میں ایک پُر لطف سوال شائع کیا ہے۔ کہ گھر کی خوشی کا دار و مدار میاں پر ہوتا ہے۔ یا بیوی پر؟ اور اس کے متعلق اپنے اخبار کی ناظرات کے خیالات دریافت کئے ہیں۔ اگرچہ اڈیٹر نے اس مسئلہ پر صرف عورتوں کو رائے زنی کی دعوت دی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ چونکہ عورتوں اور مردوں دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے بعض مردوں نے بھی اس پر اظہار خیال کیا ہے؛

مرد کہتے ہیں۔ کہ گھر کی خوشی اور چین ہم مردوں ہی کے دم قدم سے ہے۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم لہو پانی ایک کر کے کماتے ہیں۔ اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔ اور مثل مشہور ہے۔ اول طعام بعدہٗ کلام۔ بیوی لاکھ سلیقہ شعار اور انتظام خانہ داری میں ماہر ہو۔ لیکن اگر میاں نکھٹو ہیں۔ تو بیوی کی سب خوبیاں دھری رہ جائیں گی؛

ادھر عورتیں کہتی ہیں۔ کہ صاحب یہ ہم عورتوں ہی کی ذات ہے۔ جس پر گھر کی خوشیوں اور راحتوں کا دار و مدار ہے۔ مرد چاہے کمائیں۔ لیکن اگر ہم بیویاں میاں کے ناز نہ اُٹھائیں۔ بچوں کی دیکھ بھال نہ کریں۔ خانہ داری کا انتظام اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ تو میاں کمانا دھانا سب بھول جائیں؛

اس مسئلے پر بہترین خیالات ظاہر کرنے والی خواتین کے لئے ایک پاونڈ ایک شلنگ کے تین انعام مقرر تھے۔ جو مسز فلوری۔ مسز ایڈ اوارڈ اور مسز اے۔ اے ڈینی سن کو دئے گئے؛

مسز فلوری لکھتی ہیں۔ کہ گھر کی مسرت کا انحصار نہ اکیلی بیوی پر ہوتا ہے۔ نہ اکیلے میاں پر۔ بلکہ دونوں میاں بیوی پر۔ جب تک دونوں کے دونوں دل سے اس کے خواہاں نہ ہوں حقیقی خوشی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں۔ کہ گھر کی خوشی کا انحصار اکیلے دونوں میاں بیوی پر بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں بچوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جس گھر میں بچے نہیں ہوتے۔ وہ گھر سونا سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بچے ہی ہیں۔ کہ سارا دن ماں کا دل ان کی بھولی بھالی باتوں سے بہلا رہتا ہے۔ ادھر جب شام کو باپ کام کاج سے فارغ ہو کر گھر آتا ہے۔ اور بچے اس کے نیچے اس کی ٹانگوں سے چمٹ جاتے ہیں۔ تو اس کی دن بھر کی کلفت اور تھکاوٹ

ایک دم کافور ہو جاتی ہے۔ اور دل باغ باغ ہو جاتا ہے ؛

میاں بیوی اور بچوں کے علاوہ گھر کے خادم اور خادمائیں وغیرہ بھی گھر کو مسرور بنانے میں برابر کا حصہ لیتے ہیں ۔ اکثر بیویاں محض نوکروں اور خادماؤں کی خطاؤں اور نالائقیوں پر سارا سارا دن جلتی کڑھتی رہتی ہیں ؛

میری رائے میں گھر کی مسرت کسی خاص فرد پر منحصر نہیں۔ بلکہ اس کا انحصار تمام اہل خانہ پہ ہوتا ہے ؛

مسز ایڈا وارڈ لکھتی ہیں " گھر کی خوشی کا انحصار عورت اور صرف عورت پر ہے۔ عورت گویا ایک طرح کی جہاز کی کپتان ہے ۔ زندگی کے سمندر میں حسن وخوبی کے ساتھ سفر کرنا یا تمام ملاحوں سمیت سمندر کی نذر ہونا۔ یہ دونوں باتیں آپ کے ہاتھ میں ہیں ؛

گھر خواہ ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی ہو۔ یا ایک عالیشان محل ۔ جھونپڑی کو محل سے زیادہ آرام دہ اور مسرت بخش اور محل کو جھونپڑی سے زیادہ شکستہ حال اور اُجاڑ بنا دینا عورت ہی کا کام ہے۔ اس کے لئے صرف عورت کے دل گردے کی ضرورت ہے ؛

گھر کے تمام افراد کی مختلف طبعتیں اور مختلف مذاق ہوتے ہیں ۔ لیکن گھر کی منتظم بیوی میں یہ کمال ہے۔ کہ اس میں ہر فرد کی طبیعت اور مذاق کی جھلک نظر آتی ہے۔ یا یوں کہیے۔ کہ وہ دوسرے کے آرام اور آسائش کو مدنظر رکھ کر اپنے آپ میں ویسی ہی جھلک پیدا کرلیتی ہے۔ جن لوگوں کو ایسی بیویاں میسر ہوں۔ ان کی قسمت پر جس قدر بھی رشک کیا جائے کم ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے محبت کدے میں اپنی بیوی کے قریب پہنچتے ہیں۔ تو ان کی تھکی ہوئی روحیں ایک حقیقی مسرت اور آرام پاتی ہیں ؛

انسان کی زندگی میں گھر سب سے زیادہ اہم چیز خیال کیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں مرد عورتوں کے رحم پر ہیں۔ کیونکہ یہ بات عورتوں کے اختیار میں ہے۔ کہ وہ اگر چاہیں۔ تو اس جہاز کو گرداب اور چٹانوں کی طرف لے جائیں۔ یا اگر چاہیں تو یہ جہاز ہمیشہ ہمیشہ پُرامن موجوں کی گود میں بہتا رہے ؛

مسز اے اے ڈیبی سن لکھتی ہیں " گھر کی خوشی کی کلید اگر ہے۔ تو وہ صرف طبائع کی یکجہتی ہے۔ طبیعتوں اور خیالات کا میلان ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو دو انسانوں کو ان کی منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے ؛

خیالات کی یکجہتی گھر کی مسرت کے لئے نہایت لازمی امر ہے۔ ایک گھر خواہ آرام و آسائش کے انتہائی درجے تک پہنچ گیا ہو۔ لیکن

اگر اس کے رہنے والوں کی طبیعتوں میں اختلاف ہے۔ ایک پوربیا کو جاتا ہے۔ تو دوسرا پچھم کو۔ تو ایسی صورت میں وہ کبھی گھر نہیں کہلا سکتا۔
میاں بیوی کو اُسی وقت خوشی اور مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔ جب یا تو میاں اپنی پسند اور خیالات کو بیوی کے مذاق کے مطابق بنانے کی کوشش کرے۔ یا بیوی ایثار سے کام لے۔ اور شوہر کے نقطۂ نظر اور خیالات کو مقدم سمجھے۔

مردوں کے لئے کنگن

"تبریز کی مجلس تحفظ حقوق نے ایرانی حکومت سے درخواست کی ہے۔ کہ وہ ایک ایسا قانون نافذ کرے۔ جس کی رو سے ایران کے تمام شادی شدہ مرد چاندی کا ایک کنگن پہنا کریں۔"
اس مجلس نے حکومت کو مشورہ دیا ہے۔ کہ یہ کنگن جس پر ایک چھوٹا سا قفل ہوگا۔ داہنی کلائی پر پہنا جائے۔ شادی کی تقریب پر ملا صاحب اپنے ہاتھ سے دولھا کی کلائی پر اسے مقفل کردیں۔ اور اس کی چابی ملا صاحب اپنے پاس رکھیں۔
نیز اس مجلس نے کہا ہے۔ کہ جو شوہر شادی کی اس علامت کے بغیر پائے جائیں۔ انہیں دس سال کی قید با مشقت کی سزا دی جائے۔"

انجن چلانے والی عورت

لندن کے اخبار ڈیلی اسکیچ میں انہی دنوں ایک تصویر شائع ہوئی ہے۔ اس تصویر میں ایک انجن دکھایا گیا ہے۔ جس کے اندر تین مرد ہیں۔ انجن کے باہر پائدان پر ایک خاتون انجن چلانے والوں کا لباس پہنے کھڑی ہے۔
یہ خاتون اسپین کی رہنے والی ہیں۔ اور ان کا نام "ماریا ڈین بیلر کرسے گا" ہے۔ ایک عرصے سے ڈرائیور کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ خاتون موصوفہ انجن چلانے والے مردوں سے کسی لحاظ سے کم نہیں۔ اور متعدد اکسپریس چلا چکی ہیں۔

فرانسیسی عورتیں اور سیاسیات

اس وقت تمام دنیا بھر کے ترقی یافتہ ممالک میں فرانس ہی ایسا ملک ہے۔ جہاں کی عورتیں سیاسی نقطۂ نظر سے سب سے پیچھے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس کاروباری نقطۂ نظر سے فرانسیسی عورتیں دنیا بھر کی عورتوں سے پیش پیش ہیں۔
لندن کی جب پہلی خاتون نے بیرسٹری کا پیشہ اختیار کیا۔ تو اس وقت سے بہت پہلے فرانس میں بیرسٹر خاتون ایک عام بات تھی۔ عورتیں بیرسٹر کی قبا اور ٹوپی پہنیں لڑکے بنیں عدالت گاہوں کے باہر ٹہلا کرتی تھیں۔ اور بے جھجک ہو کر مقدمات کی پیروی کیا کرتی تھیں۔

فرانس میں ڈاکٹر خواتین کی بھی کمی نہیں۔ ایک فرانسیسی امیر کے متعلق مشہور ہے۔ کہ جب کبھی انہیں کسی بیماری کی شکایت ہوتی۔ تو یہ ہمیشہ ڈاکٹر عورتوں ہی کو بلایا کرتے تھے۔کیماسازی میں بھی فرانسیسی عورتوں کو خوب شہرت حاصل ہے۔

انشاء پرداز اور نامہ نگار خواتین کی بھی فرانس میں ایسی ہی کثرت ہے جیسی مرد انشا پردازوں اور نامہ نگاروں کی۔ اور نظم ونثر لکھنے میں اعلیٰ سے اعلیٰ ادیب مردوں سے کسی طرح کم نہیں۔ بلکہ بعض باتوں میں تو یہ ان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ مثلاً حفظ صحت وحسن اور انتظام خانہ داری کے متعلق ایسے قابل قدر اور ٹھوس مضمون لکھتی ہیں کہ مرد چاہیں تو دیسا نہیں لکھ سکتے۔

علاوہ ازیں اخباروں کی نمایندہ خواتین کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ یہ بڑے بڑے عہدہ دار اور مشہور مردوں سے ملاقات کر لے جاتی ہیں۔ اور بے جھجک ہو کر ان کے خیالات دریافت کرتی ہیں۔

ان تمام ترقیوں کے باوجود فرانسیسی عورتوں نے سیاسی میدان میں کبھی قدم نہیں اٹھایا۔ شاید ایک دو مرتبہ ایک مسئلہ کے متعلق اپنی آواز بلند کی تھی۔ اس کے بعد وہ چپ ہو گئیں۔

لیکن اب یکایک فرانسیسی عورتوں میں اپنے سیاسی حقوق کے تحفظ کا خیال پیدا ہو گیا ہے اور تھوڑے سے ہی عرصے میں ان کی کئی انجمنیں اور مجلسیں بن گئی ہیں۔ اور یہ سب متفق ہو کر حکومت سے مطالبہ کر رہی ہیں۔ کہ دوسرے ممالک کی خواتین کی طرح فرانسیسی عورتوں کو بھی پارلیمنٹ میں نشست اور حق رائے دہندگی حاصل ہونا چاہیئے۔

فرانس کے بڑے بڑے مقتدر اور ممتاز اشخاص مثلاً فرانس کے وزیر اعظم موسیو پوانکارے میونسپل کونسل اور اکاڈیمی کے ممبر مجسٹریٹ۔ سائنس دان اور رہنما عورتوں کے ان مطالبات کے حق میں ہیں۔

ایک ڈاکٹر خاتون چل بسیں

حال ہی میں ایبرڈین کی ایک خاتون ڈاکٹر لارا اسٹی ورٹ سنڈیمان کا انتقال ہو گیا۔ یہ خاتون ایبرڈین کی ہر دلعزیز ترین ہستیوں میں سے تھیں۔ اور ایک نہایت قابل ڈاکٹر۔ ہمدرد نسواں اور ماہر سیاسیات خاتون تھیں۔

اس خاتون نے چھوٹی عمر ہی میں بنی نوع انسان کی فلاح کی خاطر اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امیر غریب۔ بچہ بوڑھا ہر شخص آپ کا دل وجان سے گرویدہ تھا۔

خبریں اور نوٹ

طہران ۱۴ مارچ۔ روس و ایران کا عہد نامہ محصول جنگی شائع ہو گیا ۔ اس عہد نامہ کی رو سے فریقین ایک دوسرے کو وہ مراعات دینے کے پابند ہوں گے۔ جو کسی تیسری طاقت کو ان کے ملک میں حاصل ہوں ۔ جب تک یہ عہد نامہ عمل پذیر رہے گا۔ فریقین میں کسی کو اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ کہ موجودہ شرح محصول میں اضافہ کر سکے ۔

یہ عہد نامہ ۱۰ مئی ۱۹۲۹ء تک نافذ العمل ہوگا ۔ اگر انقضائے میعاد کی تاریخ سے ایک ماہ پہلے فریقین میں سے کسی نے منسوخ کرانے کی کوشش نہ کی۔ تو بدستور نافذ رہے گا ۔

یہ عہد نامہ صرف سرحدی علاقوں کے لئے مخصوص ہے ۔

طہران ۱۴ مارچ۔ مصری حکومت کی طرف سے خلقی بے وزیر مقرر ہو کر آئے ہیں ۔ آپ نے یہاں پہنچ کر شاہ ایران کے حضور میں پروانہ تقرری پیش کیا ۔ اس موقع پر شاہ مصر اور شاہ ایران کی طرف سے جو تقریریں کی گئیں۔ وہ بہت امید افزا تھیں ۔

قاہرہ ۱۵ مارچ۔ مصر کے سرحدی شتر سواروں کے ایک دستہ نے ڈاکوؤں کے ایک سردار کو گرفتار کیا ہے۔ اس کے گروہ نے گزشتہ ماہ دسمبر میں نہر سویز کی سڑک پر پیمائش کرنے والوں کے کیمپ پر ڈاکہ ڈالا تھا ۔ یہ ڈاکو ایک صحرائی شیخ سے پروانہ راہداری حاصل کرنے کے بعد فلسطین کی طرف بھاگنے والا تھا۔ کہ اسے اتفاقیہ طور پر پکڑ لیا گیا ۔ اس نے پہلے شتر سواروں پر فائر کئے۔ مگر راہ فرار نہ پا کر اپنے تئیں ان کے حوالے کر دیا ۔ شتر سواروں نے صحرائی شیخ کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ کیونکہ اس نے ڈاکو مذکور کو پروانہ راہداری دیا تھا ۔

افغانستان کی تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنرل نادر خاں نے شاہ امان اللہ خاں کے حق میں وفاداری کا اعلان کر دیا ہے ۔

جنرل نادر خاں خوست میں ایک جرگہ (کانفرنس) منعقد کرنے والے ہیں۔ جس میں ہر خیال اور ہر جماعت کے سردار شامل ہوں گے۔ اور متفقہ فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ افغانستان کا واحد حکمراں کون ہو ۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جنرل نادر خاں نے بچہ سقہ کو ایک خط بھیجا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ تم نے اپنے آپ کو بادشاہ بنانے میں سخت غلطی کی ہے۔ کیونکہ افغانستان کی بادشاہت کے لئے جو خصوصیات ہونی چاہئیں۔ وہ تم میں نہیں ہیں ۔ آخر میں لکھا ہے۔ کہ افغانستان کا بادشاہ منتخب کرنے کے لئے جو جرگہ منعقد ہونے والا ہے۔ اس کے ساتھ تعاون کرو۔ اگر تم

نے اس بارے میں تعاون نہیں کیا۔ تو میں اپنے اثر و رسوخ سے قبائل کو تمہارے خلاف کھڑا کر دوں گا۔

پشاور ۱۹ مارچ۔ اس سوال پر شنواریوں میں سخت اختلاف ہے۔ کہ امان اللہ خاں کے متعلق کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔ ایک زبردست فرقہ مصالحت کا حامی ہے۔

سرحد کے اُس پار شنواریوں اور افریدیوں میں لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ پچھلے دو تین دن کی بات ہے۔ کہ جلال آباد کے نزدیک ان دونوں قبیلوں میں جنگ ہوئی۔ اور افریدی شنواریوں کی ۸ عورتیں پکڑ کر لے گئے۔

خبر ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں کی فوج کا ہراول دستہ غزنی پہنچ گیا ہے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ افغانستان میں عید خاموشی سے منائی گئی۔ لوگ عید کی خوشیوں میں مصروف رہے۔ اور شاہ امان اللہ۔ بچہ سقہ اور نادر خاں کو سب بھول گئے۔

اس دن مہمندوں کی عورتیں برقعے کے بغیر باہر پھرتی رہیں۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اگر امان اللہ خاں کی گورنمنٹ میں ان کی کوئی آواز ہوتی۔ تو وہ یقیناً امان اللہ خاں کی اصلاحات کی تائید و حمایت کرتیں۔

روسی لیڈر ٹراٹسکی جو دنیا کی نہایت نامور ہستیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور انقلابی سپاہ کا انچارج رہ چکا ہے۔ دوسرے برسر اقتدار لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے روس سے جلاوطن کر دیا ہے۔ جرمن حکومت نے اسے برلن میں رہنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اب شاید ترک اسے قسطنطنیہ میں ایک غیر ملکی تاجر کی حیثیت سے رہنے کی اجازت دیدیں گے۔

انگلستان امریکہ اور روس کے درمیان پٹرول کی تجارت کے متعلق ایک معاہدہ ہونے والا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اس معاہدے کے سلسلے میں انگلستان بولشویک حکومت کو تسلیم کرلے گا۔

سابق قیصر جرمنی کی ہمشیرہ جس نے روس کے جلاوطن موسیو زوب کوف سے شادی کرلی تھی۔ دیوالیہ ہوگئی ہے۔ آج کل خاتون مذکورہ بون کے قریب ایک سرکاری محل میں تنہائی کی زندگی بسر کررہی ہیں۔ اس محل کے کرایہ وغیرہ کے اخراجات سے آپ کی مالی حالت کمزور ہوگئی۔ اور اس قدر تنگدست ہوگئیں۔ کہ آپ نے ایک حصہ کرایہ پر دیدیا۔ اور اپنے زیورات بھی فروخت کرڈالے۔ جن میں ملکہ وکٹوریا کے بعض تحائف بھی شامل تھے۔

امسال خطابات نوروز کے سلسلے میں شہنشاہ معظم نے ۷۰ عورتوں کو مختلف خطابات اور اعزازات عطا کئے ہیں۔ پچھلے سال ۲۱ عورتوں کو خطابات دئے گئے تھے۔

گذشتہ سال انجمن حقوق نسواں نے صرف ۲۱ عورتوں کو خطابات دئے جانے پر اظہار ناراضی کا

رزولیوشن پاس کرکے مسٹر بالڈون وزیر اعظم کے پاس بھیجا تھا۔ اس سال جبکہ ۷۰ عورتوں کو سرکاری خطابات و اعزازات دیئے گئے ہیں۔ تب بھی عورتیں خوش نہیں ہیں۔ اور ان کی انجمن نے اس تعداد کو بھی عورتوں کے استحقاق سے کمتر سمجھا ہے۔ چنانچہ انجمن تحفظ حقوق نسواں نے ایک جلسہ کرکے پھر ناراضی کا رزولیوشن پاس کیا۔ اور ایک شکایتی مراسلے کے ساتھ مسٹر بالڈون کی خدمت میں بھیجدیا ہے ؛

۱۴ مارچ کی صبح کو لندن کے جنوب مشرقی حصہ میں آگ لگ گئی ؛ آگ ٹین اور کاغذ بنانے والے ایک کارخانے سے شروع ہوئی ؛ شعلے اس قدر بلند تھے۔ کہ ۹ میل کے فاصلے سے دیکھے جاتے تھے۔ اور ۴۰ ہزار آدمی اس ہیبتناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔ سو انجنوں کی طاقت والا ایک انجن آگ بجھاتا رہا ؛ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ ۴۰ ہزار ٹن صرف اخباری کاغذ تباہ ہوا ہے ؛

امریکہ کے دو علاقوں میں لگاتار بارشیں ہوئیں۔ جن کے بعد سیلاب نے ان علاقوں کو تباہ کرڈالا۔ علاقہ الاباسہ بالکل تباہ ہوگیا۔ اس کے پانچ شہر جن میں فلورسینس اور بریوٹن بھی شامل ہیں۔ جزیرہ بنے ہوئے ہیں ؛ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ دس ہزار آدمیوں کو فاقوں کی وجہ سے جان کا خطرہ لاحق ہے۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے سامان خورونوش پھینکنے کا انتظام کیا جارہا ہے ؛

اس سیلاب سے لہلہاتے کھیت دریا برد ہوگئے۔ دو ٹرینیں تباہ ہوگئیں۔ ڈیڑھ سو سے زیادہ آدمی ڈوب گئے۔ تین سو بچے اسکولوں میں بند ہیں ؛

ڈیلی میل لکھتا ہے۔ کہ اطالوی انجنیر سنور ڈوریاآئر کو برطانی محکمۂ ہوائی کی فرمائش پر ایک ہوائی جہاز ایجاد کیا ہے ؛ یہ مشین اتنی سی جگہ سے جو ایک مکان کی چھت سے زیادہ وسیع نہ ہو۔ عموداً بلند ہوسکتی ہے۔ اور عمودی طور پر ہی نیچے آسکتی ہے اور ہوا میں بغیر متحرک رہ سکتی ہے ؛ موجد کئی سال سے تجربہ کررہا تھا ؛ ڈیلی میل کا خیال ہے۔ کہ اس ایجاد سے ایک ایسا چھوٹا ہوائی جہاز بنانے کا راستہ صاف ہوگیا ہے۔ جسے کوئی شخص اپنے باغ سے اڑا سکے گا۔ ہوا میں سیدھا اڑالے۔ اور پھر باغ کی روش پر اتر آئے ؛

۳۰ مارچ کو جو ہوائی جہاز کرائڈن سے ہندوستان تک ہوائی جہازوں کے راستہ کا افتتاح کرے گا۔ اس میں سوار ہونے کے لئے بے شمار درخواستیں آرہی ہیں ؛ اس جہاز میں ڈاک بھی بہت سی آئے گی۔ کیونکہ لا تعداد لوگوں کی خواہش ہے۔ کہ وہ لندن سے ہندوستان کو ہوائی جہاز کے ذریعے جانے والی پہلی ڈاک میں اپنے خطوط بھیجیں ؛ خطوط کے محصول کی شرح ۵ پنس فی پونڈ مقرر کی گئی ہے ؛

بمبئی ۱۸ مارچ۔ کاؤس جی جہانگیر ہال میں ایک ایجاد کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس موقع پر گورنر بمبئی بھی موجود تھے ؛ ایک آلہ کے ذریعے جو ٹیلیفون کے

تاروں پر بھی کام دے سکتا ہے۔ جو عبارت کھینچنے والا لکھے۔ دوسرے مقام پر بعینہٖ پہنچ جاتی ہے۔ اور ویسی نقل ہو جاتی ہے ؛

۱۴ مارچ کو دہلی میں حضور وائسرائے نے وسط ایشیا کے آثار قدیمہ کے عجائب خانہ کی سیر کی۔ اور سر اریل اسٹن چینی ترکستان سے وہاں کے نقش و نگار کی جو تختیاں لائے تھے۔ ان میں دوبارہ رنگ بھرا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے ؛

مہاتما گاندھی کو رنگون (برما) میں متعدد ایڈریس پیش کئے گئے۔ ۱۲ مارچ کو ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مہاتما جی نے شراب خواری کی مذمت کی۔ اور کہا۔ کہ لوگ اگر عزت و وقار کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں اس بلا کو چھوڑنا چاہئے ؛

آپ نے عورتوں سے استدعا کی۔ کہ وہ اپنے سنگار و آرائش میں غیر ملکی سامان کا استعمال چھوڑ دیں۔ اور چرٹ و سگرٹ کا استعمال بھی ترک کر دیں ؛ پھر آپ نے ہر شخص سے اپیل کی۔ کہ وہ کھدر پہنا کرے ؛ اس موقع پر مہاتما جی کی خدمت میں ۸ ہزار ۲ سو روپے کی ایک تھیلی پیش کی گئی ؛

عطیہ بیگم (بمبئی) نے ۱۲ مارچ کو دہلی میں ایسوسی ایٹڈ پریس کے ذریعے ایک بیان شائع کیا ہے۔ کہ گزشتہ ماہ مئی ۲۸ء میں انہوں نے بمبئی میں مسلمان لڑکیوں کی صنعتی اور تمدنی تعلیم کے لئے ایک ماڈل انسٹی ٹیوشن قایم کیا تھا۔ کیونکہ موجودہ طریقہ تعلیم بے حد ناقص ہے ؛ چند ماہ میں ہی اس انسٹی ٹیوشن نے بہت عمدہ کام کر دکھایا ہے۔ چنانچہ محکمہ تعلیم کے افسران اور دیگر سرکردہ ماہرین تعلیم نے اس کی تعریف کی ہے ؛

اب آپ اسی قسم کا ایک انسٹی ٹیوشن دہلی میں قایم کرنا چاہتی ہیں ؛ آپ نے گورنمنٹ سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ اس اسکول کے لئے ایک قطعہ زمین مفت عطا کرے۔ نیز مسلمانوں سے درخواست کی ہے۔ کہ وہ اس کو ہر طرح مدد دیں ؛

بمبئی کونسل میں گورنمنٹ کے اس رویہ کی مذمت کی گئی۔ کہ وہ پرائمری تعلیم کی طرف سے لاپروائی برتتی ہے۔ وزیر تعلیم کے یقین دلانے پر۔ کہ گورنمنٹ تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرے گی۔ تحریک واپس لے لی گئی ؛

رنگون میں مولانا محمد علی نے فلسفہ اسلام پر تقریر کی۔ اور مسلمانوں کے درمیان اخوت پر زور دیا ؛

گہمیر ضلع غازی پور کی خبر ہے۔ کہ دو براتیں ایک ہی شخص کے ہاں سے شادی کرکے واپس آ رہی تھیں لیکن جب وہ ریل پر سوار ہونے لگیں۔ تو افراتفری میں لڑکیاں بدل گئیں۔ گھر جا کر معلوم ہوا۔ کہ چھوٹی لڑکی بڑے دولہا کے ساتھ اور بڑی لڑکی چھوٹے دولہا کے ساتھ چلی آئی۔ آخر ان کے والدین کو خبر کی گئی۔ اور ان کے بھائی آئے۔ اور انہوں نے ایک دوسری کو بدل کر معاملہ سلجھایا ؛

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۱

سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

ماہوار ایڈیشن

۶-۱ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

اشتہار
از محکمہ مشیرت مال ریاست بہاولپور

رقبہ سرکاری تعدادی ۹۰۰۰ ایکڑ واقعہ تحصیلات بہاولپور و احمد پور شرقیہ کے نیلام کی اجازت ہو چکی ہے۔ یہ رقبہ نہر غیر مستقل احمد پور برانچ سے سیراب ہو سکتا ہے۔ یہ نہر اسلام ہیڈ سے آتی ہے۔ یکم اپریل سے ۱۵ اکتوبر تک آبپاشی کرتی ہے۔ یکم اپریل ۱۹۲۹ء سے اس میں پانی جاری ہوگا۔ راجباہ بھی جس قدر اس نہر سے نکلنے ہیں۔ جاری ہوں گے۔ رقبہ اچھی حیثیت کا ہے۔ کچھ رقبہ شہر بہاولپور اور احمد پور شرقیہ کے قریب ہے۔ زیادہ تر رقبہ لائن ریلوے کے قریب پڑتا ہے۔ واقعہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۹ء بوقت ۱۰ بجے بمقام بہاولپور دفتر مشیرت مال میں نیلام کیا جائے گا۔ جس شخص نے یہ رقبہ حاصل کرنا ہو۔ وہ تاریخ مقررہ پر بمقام بہاولپور حاضر ہو کر بولی دیں۔ رقبہ زیر نیلام کے متعلق اگر کسی شخص نے نقشہ جات و اقسام وغیرہ کا ملاحظہ کرنا ہو۔ تو دفتر مشیرت مال سے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ بہاولپور پہنچنے پر موقعہ بھی دکھلایا جا سکتا ہے۔ لہذا یہ اشتہار بمراد آگاہی خریداران دیا جاتا ہے۔

شرائط نیلام قبل از نیلام سنائی جائیں گی۔ تحریر ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء

دستخط

(مشیر صاحب بہادر مال ریاست بہاولپور)

ضرورت

۱۔ ایم بی اے گرلز اسکول چنیوٹ کے لئے ایک لائق و تجربہ کار ایس وی معلمہ کی ضرورت ہے۔ تنخواہ ۵۰ روپے ماہوار دی جائے گی۔

۲۔ درجے دی پاس معلمہ بمشاہرہ ۳۰ روپے ماہوار فی کس۔ جملہ درخواستہائے مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۹ء تک مندرجہ ذیل پتے پر آنی چاہئیں۔

سکرٹری صاحب میونسپل کمیٹی
چنیوٹ

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۵

تہذیب النسواں

جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۲	لاہور۔ ہفتہ۔ ۶۔ اپریل ۱۹۲۹ء	نمبر ۱۴

تہذیب نسواں

لاہور۔ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۴۷ھ

فہرست مضامین

ہم خود

نئی مضمون نگار بہنوں کے مضامین اگر کسی وجہ سے ناقابل اندراج قرار دئے جاتے ہیں۔ تو ان میں سے کسی کسی کی برہمی نہایت افسوسناک صورت اختیار کرلیتی ہے، وہ دفتر میں اس قسم کی دھمکی کے خطوط ارسال فرماتی ہیں۔ کہ جو اخبار ہمارے مضامین شائع نہیں کرتا۔ اس کی خریداری سے کیا فائدہ! یا ہمارا مضمون شائع کیجئے۔ اور یا ہمارے نام اخبار بند کردیجئے ٭

اس قسم کے خطوط ہمارے لئے دلی صدمہ کا باعث ہوتے ہیں۔ اس خیال ہی سے نہیں۔ کہ اس سے ایک طرح اخبار کی توہین ہوتی اور یہ پہلو نکلتا ہے۔ کہ ایک خریدار کے نقصان کا احتمال ہماری رائے اور ہمارے احساس فرض پر غالب آسکتا ہے۔ بلکہ اس خیال سے بھی۔ کہ اس قسم کے خطوط لکھنے والی بہن کے اخلاق کا نہایت ملال انگیز پہلو پیش کردیتے ہیں ٭

ہم پہلے اخبار میں لکھ چکے ہیں۔ کہ نئی مضمون نگار بہنوں کی حوصلہ افزائی ہم اپنا اہم ترین فرض سمجھتے ہیں۔ اور ان کا جو مضمون بھی کسی نئے اور کارآمد موضوع پر موصول ہوتا ہے۔ یا کسی پامال موضوع پر جس مضمون میں بھی نئے اور مفید خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔ ہم اسے دلی خوشی سے اخبار میں جگہ دیتے ہیں۔ لیکن پامال موضوع پر پامال خیالات کے مضامین یا اہم مسئلہ پر کچے خیالات اخبار میں درج کرنا ہمارے نزدیک کسی طرح بھی مناسب نہیں ٭

یہ خیال درست نہیں۔ کہ ہر خریدار اخبار میں اپنے لکھے ہوئے مضامین شائع کروانے کا حق رکھتا ہے۔ اور اخبار خریدنے سے اڈیٹر اور خریدار میں اندر ہی اندر کوئی اس قسم کی مفاہمت ہوجاتی ہے۔ کہ خریدار جو مضمون بھی لکھے گا۔ وہ ضرور درج اخبار کیا جائے گا ٭

اخبار مرتب کرتے وقت ہمیں ہزاروں خریداروں کی خوشی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں نئی مضمون نگار بہنوں سے ہماری درخواست ہے۔ کہ وہ ہم پر اعتماد رکھیں۔ ان کے ہر امید افزا مضمون کی قدر کی جائے گی۔ لیکن خریداری کے نقصان کا احتمال بھی کوئی غیر مناسب مضمون درج کرنے پر ہمیں آمادہ نہیں کرسکتا ٭

تاج

توریت و زبور

(از سید ممتاز علی صاحب)

توریت اُن پانچ کتابوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئیں۔ اور زبور حضرت داؤدؑ کے دعاؤں اور مناجاتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ سب کتابیں عبرانی زبان میں تھیں۔ اب ان کے ترجمے ہر زبان میں ملتے ہیں۔ توریت نہایت دل چسپ اور مفید اور دنیا میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور قرآن مجید کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے اس کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ جن بہنوں نے عہد قدیم کے انبیا کے قصے پڑھے ہوں گے۔ انہوں نے دیکھا ہوگا۔ کہ ان قصوں کے بیان کرنے کے دو ڈھنگ ہیں۔ ایک تو وہ نہایت مختصر طریق جو قرآن مجید میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور ایک وہ حد سے زیادہ مفصل جو ناولانہ پیرائے میں اُن کتابوں میں اختیار کیا گیا ہے۔ جو قصص الانبیاؑ کے نام سے لکھی گئی ہیں۔ مگر انبیا کے پورے صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے یہ دونوں قسم کے قصے کافی نہیں۔ قرآن مجید کے قصوں کا تو یہ حال ہے کہ حضرت یوسفؑ کے قصے کے سوا جو پورے کا پورا نہایت خوب صورت ترتیب کے ساتھ ایک جگہ بیان کر دیا گیا ہے۔ اَور کسی نبی کا قصہ پورا ایک جگہ نہیں لکھا گیا۔ بلکہ ان قصوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مختلف مقامات میں حسب ضرورت بطور حوالہ جات بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید کا مقصد ان قصوں کے ذکر سے ان انبیا کے پورے حالات بیان کرنا نہیں ہے۔ بلکہ تعلیم قرآن کی تائید کے لئے کسی نبی کے حالات میں سے جو خاص بات بتانی مطلوب ہوئی۔ صرف وہ بیان کر دی گئی۔ باقی حصہ چھوڑ دیا گیا۔ مثلاً انسان کی ناشکری کا ذکر کرتے ہوئے کسی نبی کی اُمت کا ذکر کر دیا گیا۔ کہ ہم نے ان لوگوں پر ایسی ایسی مہربانیاں کیں۔ مگر انہوں نے یوں ناشکری کی۔ یا مثلاً آنحضرتؐ اہل مدینہ کو جہاد کے لئے آمادہ کرتے تھے۔ مگر وہ جہاد پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور طرح طرح کے بہانے بناتے تھے۔ تو اس پر بنی اسرائیل کا کوئی قصہ اسی قسم کا بیان کر دیا گیا۔ کہ وہ بھی اسی قسم کے بہانے بنایا کرتے تھے۔ پس قرآن مجید میں تو نبیوں کے حالات کے اس قدر مختصر سے ٹکڑے دئے گئے ہیں۔ کہ ان سب کو ملانے سے بھی پورے حالات نہیں بن سکتے۔

رہے کتابی قصے۔ وہ بالکل بے سر و پا اور بے سند ایک قسم کے مذہبی ناول ہیں۔ جو مسلمانوں

نے یہودیوں سے سُن سنا کر بے تحقیق لکھ دئے۔ انبیا کے پورے صحیح حالات معلوم کرنے ہوں۔ اور قرآن مجید کے قصوں سے پورا لُطف اٹھانا ہو۔ تو توریت کو ضرور پڑھنا چاہئے۔ جو تمام قرآنی قصوں کا مخزن و منبع ہے۔

معلوم نہیں۔ کہ مسلمانوں کو ان کُتب مقدسہ کے پڑھنے کی طرف بے رغبتی اور بے توجہی کیوں ہے۔ بے توجہی ہی نہیں۔ بلکہ اس قسم کا احتراز ہے۔ کہ گویا ان کا مطالعہ بڑا گناہ ہے۔ اس احتراز کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ کتابیں منسوخ ہو گئی ہیں اس لئے اب ان کا پڑھنا محض فضول ہے۔ دوم ہمارے علماء قرآن مجید کے بعض الفاظ کی بنا پر یہ کہتے ہیں۔ کہ ان کتابوں میں تحریف ہو گئی ہے۔ یعنی یہ کتابیں اپنی اصلی صحت پر نہیں رہیں۔ جس طرح نازل ہوئی تھیں۔ بلکہ ان میں بہت کچھ ادل بدل ہو گیا ہے۔ اس لئے ان کے پڑھنے سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔

منسوخی کے باب میں یہ بات تو صحیح ہے۔ کہ توریت کے چند احکام قرآن مجید کے نازل ہونے سے بدل گئے۔ مگر یہ توریت کا ایسا قلیل حصہ ہے۔ کہ شمار میں آنے کے قابل نہیں۔ موسیٰ کی پانچوں کتابیں جنہیں توریت کہتے ہیں۔ اور دوسرے انبیا کے صحیفے خالص تاریخی کتابیں ہیں جو حالات و واقعات سے پُر ہیں۔ یہ واقعات منسوخ کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ زبور میں بھی جو دعاؤں اور مناجاتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی چیز منسوخ ہونے کے قابل نہیں۔ پس اول تو منسوخی کا خیال ہی غلط ہے۔ اور اگرچہ چند احکام کی تبدیلی کی وجہ سے کل ضخیم مجموعہ کو منسوخ کہہ بھی دیا جائے۔ تو اس کا نتیجہ صرف اتنا ہونا چاہئے تھا۔ کہ توریت کے احکام کی طرف توجہ نہ کی جاتی۔ لیکن باقی تاریخی حالات کا تو ضرور مطالعہ کیا جاتا۔ کیونکہ نسخ کو ان حالات میں کیا دخل ہو سکتا ہے؟

علاوہ ازیں ہمارے اکثر علما کا یہ خیال ہے کہ قرآن مجید اور حدیثوں میں بعض حصے منسوخ ہیں مثلاً سورۂ کافرون کو جس میں اللہ تعالیٰ نے لکم دینکم ولی دین" کہ سب لوگوں کو دین کی آزادی عطا فرمائی ہے۔ آیت قتال یا سیف سے منسوخ سمجھتے ہیں۔ لیکن باوجود منسوخ سمجھنے کے قرآن مجید کی تلاوت کے وقت بلکہ نماز میں بھی سورۂ کافرون کو پڑھتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے۔ کہ توریت کی طرح منسوخ ہونے کی وجہ سے اسے قابل تلاوت بھی نہ سمجھیں۔

رہی کتب مقدسہ کی تحریف۔ اگرچہ اس خیال کی بنا قرآن مجید کی ایک آیت پر ہے۔ جس میں فرمایا ہے۔ کہ یہودی توریت پڑھنے میں بعض الفاظ میں ادل بدل کر دیتے تھے۔ لیکن محققین علماء کا یہ مذہب ہے۔ کہ یہودی آنحضرت صلعم کو توریت کی عبرانی عبارت غلط پڑھ کر سناتے تھے۔

اور ویسا ہی اپنے مطلب کے موافق اس کا ترجمہ کرتے تھے۔ سوا اس سے بھی یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ساری کتاب میں تحریف ہو گئی۔ اور وہ پڑھنے کے قابل نہیں رہی۔ یہ سچ ہے۔ کہ زمانہ قدیم میں کتابیں چھاپنے کا فن نہیں تھا۔ اور توریت کی ضخیم کتابوں کا لکھنا آسان کام نہ تھا۔ اور آئے دن جو آفتیں اور حادثے قدیم قوموں کو پیش آتے رہتے تھے۔ ان میں ان کتابوں کا بالکل محفوظ رہنا مشکل تھا۔ اور یہ بات ثابت بھی ہے۔ کہ بہت جگہ ان کتابوں میں تبدیلیاں اور غلطیاں ہو گئیں۔ لیکن ہم جو مسلمانوں کو ان کتابوں کے پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ تو نہ اس خیال سے کہ ان کا پڑھنا ثواب ہے۔ اور نہ اس خیال سے کہ ان کتابوں سے فقہی احکام اخذ کرنے ہیں۔ اور ہر لفظ کی صحت پر بحث کرنی ہے۔ بلکہ محض اس لئے توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی آسمانی کتاب ہے۔ اور اس میں آفرینش عالم کی تاریخ درج ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ الہامی دنیا میں آدمؑ کے وقت سے ہمارے پیغمبر صلعم کے زمانے تک کیا کیا ہو گزرا ہے۔

دوم ان کتابوں کے پڑھنے کی ہم اس لئے سفارش کرتے ہیں۔ کہ ان کو پڑھے بغیر ہم قرآن مجید کے قصے پورے طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ گویا توریت اور زبور ایک طرح قرآن مجید کے لئے تفسیر کا کام دیتے ہیں۔

سوم ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ اور غیر مسلم کو مسلمان بناتے وقت اس سے یہ کہلایا جاتا ہے۔ کہ میرا ایمان ہے اللہ پر۔ اور اس کے رسول پر۔ اور اس کی کتابوں پر۔ اور پھر قرآن مجید میں بارہا یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ یہ کتاب ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ جو تجھ سے پہلے انبیا پر نازل کی گئیں۔ اور یہ بھی فرمایا گیا۔ کہ توریت میں ہدایت اور نور اور رحمت ہے۔ اس لئے ان کتابوں کا پڑھنا میری رائے میں تو قرآن مجید کی تفسیر کے علاوہ اور طرح بھی موجب رحمت و برکت ہے۔

اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ اگرچہ اصولاً یکساں توریت و انجیل اور سب صحیفوں کے متعلق متصور ہو سکتا ہے۔ مگر میری ذاتی سفارش کا تعلق انجیل سے نہیں۔ بلکہ صرف توریت و زبور و دیگر صحف انبیا سے ہے۔ جو اپنے مضامین اور طرز بیان میں قرآن مجید سے بہت ملتے۔ اور اس سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ انجیل کے متعلق میں اپنے خیالات کسی دوسرے وقت ظاہر کروں گا۔



عورت کا ووٹ

(از جناب محمد حسین صاحب لاہور)

تہذیب نے پچیس تیس سال کی مدت میں طبقۂ نسواں کی جو اہم خدمات تعلیمی اور تمدنی اصلاحات کے معاملہ میں انجام دی ہیں - وہ کسی تعارف یا ستائش کی محتاج نہیں + لیکن حالات اب روبہ تغیر ہیں - ان کا تقاضا ہے - کہ تہذیب کے حلقہ منفعت کو زیادہ وسیع کیا جائے - اور تعلیمی و تمدنی مسائل کے ساتھ ساتھ ملک کی سیاسی تبدیلیوں سے بھی اس میں بخوبی واقفیت بہم پہنچائی جائے - اس خیال سے میں نے عورت کے ووٹ کے موضوع پر کچھ لکھنے کا ارادہ کیا ہے - اور دوسرے مضمون نگار بہنوں اور بھائیوں سے ملتمس ہوں - کہ ایسے مضامین پر وہ بھی کبھی کبھی اپنے خیالات کا اظہار کیا کریں +

مسلمانوں میں یہ ایک عام کمزوری دیکھی گئی ہے - کہ وہ غیر مفید بحثوں میں پڑ کر اپنا بہت سا قیمتی وقت یونہی کھو دیتے ہیں - چنانچہ یہی برتاؤ ان کا عورت کے ووٹ کے مسئلہ سے ہے + وہ ابھی تک ووٹ کے حسن و قبح کی پڑتال میں مشغول ہیں - اب تک وہ یہ پتہ نہیں لگا سکے - کہ آیا شریعت مطہرہ عورت کے ووٹ کی متحمل ہو سکتی ہے - یا نہیں - اور حال یہ ہے - کہ جہاں تک کسی عملی نتیجہ کا تعلق ہے - اس بحث کے دروازے بالکل بند ہو چکے ہیں + ملک کی تمام نیابتی مجالس یکے بعد دیگرے اتفاق رائے سے اس کے اجراء کے لئے تجاویز پاس کر چکی ہیں - اور اب کوئی دن کی بات ہے - کہ ہمارے نیم آزاد ملک میں مردوں کے دوش بدوش عورتیں بھی مشوری مجالس کی نیابت میں حصہ لیا کریں گی +

اس موضوع پر لکھنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے - کہ تہذیبی بہنوں کو مختصر سے مختصر الفاظ میں اس مسئلہ کی اہمیت سے واقف کرا دوں + مذہبی جستجو سے یہاں کوئی تعلق نہیں ہے +

سب سے پہلے اس بات کے ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے - کہ ہندوستان کا دستور اساسی خالص انگریزی شکل اختیار کر رہا ہے وہ تمام باتیں جو انگلستان میں صدیوں کی بحثوں اور تجربوں کے بعد رائج ہوئیں - آج ہندوستان میں بلا تامل جاری کی جا رہی ہیں + مثلاً انگلستان نے جو چیز اپنی عورتوں کو بڑی جدوجہد اور سوچ بچار کے بعد دینے کا خیال کیا - وہ ہمارے ہاں حلقۂ نسواں کو عنقریب بغیر کسی زیادہ دقت کے حاصل ہونے والی ہے +

عورت کے ووٹ کی ضرورت کیوں پیش آئی - اس بات کا جواب انگلستان میں ووٹ اور اس کے متعلق تمام قوانین کے سلسلہ وار مطالعے سے بخوبی مل سکتا ہے +

گزشتہ ایک دو صدیوں میں انگلستان کی رائے عامہ میں عظیم تغیر واقع ہوا ہے - پہلے پہل ووٹ کسی آدمی کو بحیثیت ایک شہری کے نہیں - بلکہ کسی جائداد یا ایک خاص آمدنی کے مالک ہونے کی حیثیت سے ملا کرتا تھا + ظاہر ہے - کہ کسی ایسے آئین کی موجودگی میں صلقۂ نسواں کا تو کیا مردوں کے بھی اچھے خاصے طبقے کا ووٹ میں شامل ہونا ناممکن تھا - اسی لئے ملک کے ایک حصے نے اس کے خلاف ایجی ٹیشن جاری کیا - فرانس اور امریکہ کے انقلابات نے ان کے ایجی ٹیشن کو بہت تقویت دی - تا آنکہ رائے عامہ اور ماہرین سیاست کے نقطۂ نگاہ میں نمایاں تبدیلی ہو گئی - اور انگلستان کا سیاسی نصب العین مردوں کی تمام بالغ آبادی کو ووٹ دینا قرار پایا +

مگر بایں ہمہ عورت کو ووٹ دینے کا کسی کو خیال تک بھی نہ ہوا - اور صرف انگلستان ہی میں نہیں - جمہوریت کے موجودہ دور کے آغاز میں امریکہ اور فرانس کے بڑے بڑے آزاد منش لوگوں کی بھی یہی رائے تھی - کہ عورت فطرتاً گھر کے لئے پیدا ہوئی ہے - چنانچہ سیاسی الجھنوں سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہئے - مگر مردوں کی تمام آبادی کو ووٹ میں شامل کرنے سے لوگوں کی ذہنیت تبدیل ہو چکی تھی + وہ اب محسوس کر رہے تھے - کہ وہ خواہ امیر ہوں - یا غریب - نہ صرف قانون ہی کی نگاہ میں - بلکہ سیاسی اہمیت و وقعت کے لحاظ سے بھی برابر برابر کے حصہ دار ہیں +

یہ اصول بجائے خود عورت کو حقوق دلوانے کے لئے کافی ہو سکتا تھا - لیکن انسان جبلی طور پہ ضدی واقع ہوا ہے + انیسوی صدی بیسوی کا پہلا نصف لفظی جنگ میں ختم ہو گیا - اور اب تک بھی اس جنگ کا عملی نتیجہ نکلنے کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے - ہاں اسی دوران میں ایک اور چیز نے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیا اور اب ان کی تمام منطق وقت کی اہم ضرورت کے سامنے یوں ہی دھری کی دھری رہ گئی +

اقتصادی یا صنعتی انقلاب جس نے پوری ایک صدی پیشتر انگلستان کی سرزمین میں جنم لے کر تمام یورپ اور امریکہ کو ایک نئی زندگی کے آغاز کی دعوت دی تھی - اب اپنے پورے رنگ میں ظاہر ہو رہا تھا + ملک کی صنعت گھر کی چار دیواری سے نکل کر بڑے بڑے کارخانوں اور فیکٹریوں میں منتقل ہو رہی تھی - اور نہ صرف مرد بلکہ عورتوں اور بچوں کے کثیر انبوہ اپنے اپنے گھروں اور گاؤں کو چھوڑ کر بڑے

شہروں اور گنجان صنعتی علاقوں میں بطور مزدور آباد ہو رہے تھے۔ اس سے یہ بالکل عیاں ہو گیا کہ عورت دوسروں کی زیر نگرانی رہنے ہی کے لئے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ اپنا پیٹ خود بھی پال سکتی ہے۔ اپنے نئے فرائض کی ادائیگی اس کے لئے قدرتی طور پر اس بات کی محرک ہوئی۔ کہ وہ مردوں کی طرح ان سیاسی حقوق کے حصول کی بھی کوشش کرے۔ جو اس کے فرائض کو آسان اور اس کی زندگی کو خوش حال بنانے میں ممد ہو سکیں۔

اب یہ محال تھا۔ کہ وقت کی اس ٹھوس حقیقت کے سامنے مخالف طاقتیں ماند نہ پڑ جائیں۔ چنانچہ پچھلی صدی کے ختم ہونے سے دس بارہ سال پیشتر ہی ممالک متحدہ امریکہ نے اپنی چند ایک ریاستوں میں عورتوں کو ووٹ دے کر اس معاملے میں دوسرے ملکوں کی رہنمائی کی۔ انگلستان بھی جو سیاسی باتوں میں مشہور قدامت پسند واقع ہوا ہے۔ وقت کی اس بڑھتی ہوئی رَو کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور موجودہ صدی کے آغاز ہی میں اس مسئلہ نے وہاں بھی ایک غیر معمولی اہمیت حاصل کر لی۔ جنگ عظیم نے کچھ دیر اس معاملہ کو ٹھنڈا رکھا۔ مگر ۱۹۱۸ء میں مدبران برطانیہ کو ووٹ دیتے ہی بنی۔ اور جو رکاوٹیں باقی رہ گئی تھیں۔ وہ بھی پچھلے سال ایک قانون کی رُو سے دور ہو چکی ہیں۔ اب آئندہ انتخاب میں جو ایک دو مہینے میں ہونے والا ہے۔ انگلستان کی تمام عورتیں مردوں کی طرح نیابت میں پورا پورا حصہ لیں گی۔

موجودہ جمہوریت کے نظام کی بنیادی کڑی نیابتی مجالس ہیں۔ جن کے ذریعے سے ملک کے تمام حصوں سے ہر قسم کی رائے رکھنے والے لوگ بطور نمائندہ جمع کئے جاتے ہیں۔ اور جن کا مجموعی فیصلہ قوم کی مجموعی "مرضی" کے مرادف سمجھا جاتا ہے۔ حکومتوں کے فرائض میں آئے دن اضافے ہو رہے ہیں۔ اور ان بڑھتے ہوئے فرائض کی موجودگی میں یہ ناممکن ہے۔ کہ آبادی کے نصف حصہ کو نیابت سے محروم رکھا جائے۔ ہندوستان ہی کو لیجئے۔ یہاں اگرچہ عام ووٹ تو شاید ابھی ممکن نہ ہو۔ لیکن مردوں کی مخصوص آبادی کے ساتھ ساتھ عورت کے ووٹ کی ضرورت ابھی سے محسوس ہو رہی ہے۔ ذات پات۔ اچھوت کم سن کی شادی اور دیگر کئی ایک ایسی باتیں ہیں جن میں اصلاح کئے بغیر ملک کے لئے ترقی کرنا بالکل محال ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسی باتوں میں عورت کا اثر مرد سے بدرجہا زیادہ ہوتا ہے۔ ان کی مرضی اور مدد کے بغیر اصلاح کی طرف ایک قدم بھی اٹھانا مشکل ہے۔ پس جب تک نسوانی حلقہ ان خرابیوں سے پوری طرح آگاہ نہ ہو جائے۔ اور جب تک ان کے دور کرنے میں وہ خود محرک اور ذریعہ نہ بنے اصلاحی کاموں میں ترقی کرنا ناممکن ہے۔

زندہ دلی

(از جناب محمود الحسن صاحب صدیقی بی اے اڈیٹر ظل السلطان بھوپال)

جس طرح ہم زندگی میں تہذیب۔ اخلاق اور تعلیم کے مسائل کو ضروری خیال کرتے ہیں یا جس طرح ہم کو صفات حسنہ کی تلاش ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمیں زندہ دلی کو بھی لازمہ حیات سمجھنا چاہئے ٭

ہمارے ملک کی بدنصیبی۔ کہ جہاں اور باتوں کا رونا ہے۔ وہاں زندہ دلی بھی ہماری سوسائٹی سے مفقود ہے ٭ ہر جگہ تاثر۔ غم اور فکر۔ خاموشی۔ افسردگی۔ پریشانی۔ جہاں دیکھئے متفکر۔ زرد چہرے۔ غرض ہر طرف اسباب افسردگی ہی نظر آتے ہیں ٭

میں اس مضمون کو تہذیب میں یوں لکھ رہا ہوں۔ کہ عورتیں ہی سوسائٹی میں زندہ دلی اور مسرت پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری خواتین نے سوائے رونے جھینکنے خود پژمردہ رہنے اور دوسروں کو پژمردہ رکھنے کے کچھ نہیں سیکھا ٭

ایک لڑکی کی تربیت پر نظر ڈالئے۔ اور غور کیجئے۔ کتنے موقع اس غریب کو ہنسنے کے ملتے ہیں۔ اور کتنے رونے کے؟ ہر منزل زندگی کو وہ رونے سے شروع کرتی ہے۔ اگر اس کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے۔ تو ہندوستانی عورت کی حیات کا ایک چوتھائی حصہ یا اس سے بھی کچھ زیادہ غمناک تاثرات کی نذر ہو جاتا ہے ٭

خاندان میں اگر کوئی موت واقع ہوگئی۔ تو دنوں نہیں۔ مہینوں برسوں اس کا نوحہ اور اس پر گریہ وزاری کا سلسلہ رہے گا ٭ مرنے والا مر جائے گا۔ لیکن کتنے زندوں کی زندگی کو شاید ہمیشہ کے لئے تلخ کر جائے گا۔ حالانکہ موت اگر تھوڑی سی ہوشمندی سے سوچا جائے۔ تو کوئی ایسی چیز نہیں۔ جس پر برسوں گریہ وزاری کی جائے ٭ ایک مخلوق کا دنیا میں آنا جس طرح انسان کی دسترس سے باہر ہے۔ اس کا جانا بھی اس کے حدود اختیار سے الگ ہے ٭ موت پر ہماری سوگواری اور زیادہ مضحکہ خیز ہو جاتی ہے۔ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم کو موت کے بعد کی زندگی کا کوئی علم نہیں ٭ ممکن ہے۔ کہ دوسری زندگی موجودہ زندگی سے کہیں زیادہ پُرمسرت اور راحت بخش ہو۔ اور روح وہاں زیادہ سکون واطمینان کے ساتھ رہے ٭

اب دیکھئے۔ کہ روح تو عالم بالا میں پہنچ کر تتلی کی طرح پھولوں پر رقص کرتی ہے۔ جہاں کوئی رنج وفکر باقی نہیں رہتا۔ اور اس کی اس

پُرمسرت زندگی پر دنیا کے بدنصیب انسان سوگوار ہیں ٭

مذہب نے اس سوگواری کا پورے طور پر سد باب کر دیا ہے۔ سوگ کو حرام قرار دیدیا۔ لیکن جہاں ہم نے مذہب کی دوسری بہت سی اچھی باتوں سے بے اعتنائی کی۔ اس حکم کو بھی پس پشت ڈال دیا ٭

اس کے علاوہ جہاں دیکھئے کہیں تقدیر کا رونا۔ کہیں زمانہ کا شکوہ۔ کہیں عزیزوں کی گلہ مندیاں۔ غرض آپ ہندوستانی سوسائٹی اور خصوصاً عورتوں کے طبقے میں جہاں چاہیے سچی خوشی اور مسرت معدوم اور افسردگی اور رنج والم کو نمایاں پائیں گے ٭

یہ افسردگی اور غمناک تاثرات یہاں تک بڑھ گئے ہیں۔ اور اس طرح ہمارے احساسات کا لازمی جزو ہو گئے ہیں۔ کہ ان موقعوں پر جو خوشی اور محض خوشی کے لئے مخصوص ہیں۔ غمناک منظاہرات دیکھنے میں آتے ہیں ٭

ایک لڑکی شادی کے بعد جس وقت اپنے میکے سے رخصت ہوتی ہے۔ اگر وہ منظر کسی غیر ملکی آدمی کو جو یہاں کے رسم ودستور سے ناواقف ہو۔ دکھایا جائے۔ تو اس کو دیکھکر فوراً وہ یہ خیال کرے گا۔ کہ غالباً اس خوشی کے موقع پر اچانک کوئی حادثہ ہوگیا۔ جو یہ سب لوگ گریاں ونالاں ہیں کس قدر مضحکہ خیز ہے اور جذبات کا کتنا فضول خرچ۔ کہ اس موقع پر جو لڑکی کی زندگی کے ایک مسرت بخش انقلاب کا وقت ہے۔ جب لڑکی کو اپنے میکے سے شاد وخرم پھولوں اور گہنوں میں لدی ہوئی۔ بہتر سے بہتر کپڑوں۔ مبارک باد اور تہنیت کے غلغلوں میں اپنے نئے گھر سدھارنا چاہیے۔ وہ اس بےکسی کے ساتھ روتی ہوئی رخصت ہوتی ہے۔ کہ اس کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ صرف وہی نہیں روتی۔ بلکہ ماں باپ۔ بہن بھائی اور تمام عزیز واقارب روتے ہیں۔ اور اس کے کمزور دل کی الحس قلب کو اور زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے رفیق حیات کے سامنے اس طرح پہنچتی ہے۔ کہ اضمحلال اور رنج وافسردگی کا مجسمہ۔ بےکسی کی ایک تصویر ٭

نہ صرف لڑکی کے ماں باپ ہی روتے اور متاثر ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ غمناک منظر کچھ اس قسم کا متعدی ہوتا ہے۔ کہ دولھا والے جو اس مال غنیمت کو دہیں دلھن کو اس کی ہیئت کذائی اور مع اسباب جہیز کے مال غنیمت ہی کہوں گا۔) لے جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس منظر سے متاثر ہو جاتے ہیں ٭

غم کے اظہار کا کس قدر غلط طریقہ۔ کس قدر بےمحل۔ ایک فضول اور محض بے ضرورت قلبی تکلیف ٭

اس کا اور اس قسم کی اور بہت سی بیہودہ رسوم اور غمناک مظاہروں کا نتیجہ کیا ہے؟ قلب اور دماغ کی جولانیوں کی موت + اعصاب کا مستقل طور پر مضمحل ہو جانا - قلبی ضعف - احساس کی ایسی ضعیف حالت جس میں دنیا انسان کے لئے ایک بار مصیبت ہو جاتی ہے +

احمقوں کی اصطلاح میں اس کو اہلیت اور گداز قلب کہتے ہیں - لیکن میرے خیال میں اس قسم کے فضول رونے والوں کو کمزور دماغ کے انسان کہنا چاہئے + تاثرات ہمیشہ معقول اور برمحل ہونے چاہئیں - اعتدال کے ساتھ - نہ افراط سے + جذبات کی افراط اور ان کا زیادہ استعمال مرض ہے - جو جنون کا پیش خیمہ ہے +

اگر ہندوستان کو زندہ قوموں اور الوالعزم انسانوں کی صف میں کھڑا کرنا ہے - تو اس کی شدید ضرورت ہے - کہ ہماری معاشرت میں زندہ دلی کے عناصر پیدا کئے جائیں ہم اب تک روتے رہے ہیں - اب ہم کو ہنسنا سیکھنا چاہئے + ایک سچی ہنسی - ایک دل کھول کر مسرت سے بھرا ہوا قہقہہ بہتیرے دماغی امراض کا دفعیہ ہے - اور دنیا میں کامیابی کا ذریعہ +

چونکہ عورتوں کے دم سے گھر کی - شوہر کی - بچوں کی تمام خوشیاں اور مسرتیں وابستہ ہیں - وہ اپنے آپ کو ہنسنے اور مسکرانے کا عادی بنائیں + ہر وقت چہرے پر شگفتگی اور مسکراہٹ قایم رکھئے - پھر دیکھئے - کہ آپ اپنے چاروں طرف ایک مسرت کی فضا پیدا کر دیں گی - اور آپ کے پاس جو آئے گا - بیٹھے گا - باتیں کرے گا - اور شاد و خرم واپس جائے گا + آپ کے ازدواجی تعلقات عمدہ اچھے اور شگفتہ رہیں گے +

میں نے اپنی ایک عزیزہ کو دیکھا ہے - کہ وہ شوہر کی بڑی سے بڑی ناراضی کو ایک پرلطف تبسم سے رفع کر دیتی ہیں - جس کا نتیجہ یہ ہے - کہ ان میں باہمی رنجش ایک یا دو سیکنڈ سے زیادہ نہیں رہتی +

میں سمجھتا ہوں کہ اسی طرح ہر بیوی کی کامیابی اور تسخیر شوہر کا راز تبسم ہے + ہر وہ خاتون جو اپنے شوہر سے اختلاف اور بدمزاجی کی شاکی ہیں - اس پر عامل ہو کر اپنے شوہر کی اصلاح کر سکتی ہیں + یاد رکھئے بڑے سے بڑے فساد کو ایک ہلکا سا تبسم رفع کر سکتا ہے +

اگر ماں خوش مزاج ہے - تو بچوں میں ترش روئی اور بدمزاجی ہرگز نہ پیدا ہو گی + اگر ماں بدمزاج ہے - تو وہ اپنی اولاد کو بھی یہ مرض ورثہ میں دے گی - اور اس طرح ان کی زندگی کو تباہ کرنے کا ذریعہ بنے گی - ترش رو

انسان کہیں دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

تبسم بہت سے دماغی امراض کا علاج ہے۔ آپ ہر جسمانی اور دماغی تکلیف کے اثر کو ہنس کر کم کر سکتے ہیں۔

یورپ کا ایک مشہور فلسفی اپنی صحت کی خرابی کی حالت میں جبکہ وہ متعدد امراض کا شکار تھا۔ ایک منٹ کے لئے ترش رو نہیں دیکھا گیا۔ اس کا قول تھا "مجھے بہت سی جسمانی تکلیفات ہیں۔ مگر میری روح پر ان کا کوئی اثر نہیں"۔

ہر دنیاوی پریشانی اور تکلیف کا مقابلہ دلجمعی اور اطمینان و بشاشت کے ساتھ کیجئے۔ پھر وہ پریشانی آپ کے لئے پریشانی ہی نہ رہے گی۔

مولانا شبلی مرحوم ایک بار جہاز میں سفر کر رہے تھے۔ علی گڑھ کے معروف پروفیسر آرنلڈ بھی اُن کے ہم سفر تھے۔ اتفاق سے جہاز کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اور تمام جہازی اِدھر اُدھر پریشان پھرنے لگے۔ مولانا شبلی بھی اسی پریشانی میں آرنلڈ صاحب کے پاس آئے۔ دیکھا۔ کہ وہ نہایت اطمینان سے اپنے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ ان کے متحیرانہ سوال پر کہ جہاز ڈوب رہا ہے۔ اور آپ اس قدر اطمینان سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ مسٹر آرنلڈ نے جواب دیا "زندگی کے آخری گھنٹوں کو میں کیوں نہ اطمینان کے ساتھ ایک مفید کام میں صرف کر دوں؟"

یہ ہیں مثالیں زندہ قوموں کے زندہ دل افراد کی۔ ایک ہم لوگ ہیں۔ کہ معمولی تار کا آنا یا ریل کا سفر ہمیں بدحواس کرنے کو کافی ہے۔ عورتوں میں تو عارضی طور پر کسی سفر کے لئے جدائی پر طوفان اشک برپا ہو جاتا ہے۔

تبسم سے استقلال طبیعت ظاہر ہوتا ہے۔ مستقل مزاج آدمیوں کو آپ نے بہت کم آنسو بہاتے دیکھا ہوگا۔ جو لوگ خوش مزاج ہوں عموماً زیادہ عمریں پاتے ہیں۔

غمگیں اور پژمردہ افراد کی عمریں بھی کوتاہ ہو جاتی ہیں۔ جو بہنیں میرا مضمون پڑھ رہی ہیں۔ وہ آج ہی سے اپنے گھروں میں تبسم اور خوشی و شادمانی کے قہقہوں کو جاری کریں۔

ہنسنا انسان کو قدرت کا عطیہ ہے۔ دیکھئے بچے زیادہ ہنستے ہیں۔ کیونکہ وہ فطرت سے زیادہ قریب ہیں۔ اپنے بچوں کو زور زور سے ہنسنے سے کبھی نہ روکئے۔ قہقہوں سے ان کی نشوونما میں امداد ملتی ہے۔ بچوں کو غمناک واقعات یا افسانے ہرگز نہ سنائیے۔ غمناک افسانے بھی اعصاب پر بُرا اثر ڈالتے ہیں۔

میرے ایک عزیز جو ایک کامیاب اور ہونہار ڈاکٹر ہیں۔ اکثر لطیفہ کے طور پر کہا کرتے ہیں۔ کہ مصور غم علامہ راشد الخیری کے افسانے لڑکیوں کے لئے ہسٹریا کے جراثیم ہیں۔ علامہ موصوف

کے لٹریچر کی پوری قدردانی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا قول بھی ایک لحاظ سے صحیح ہے ؛

شعرا اور مصنفین بھی قوم میں زندہ دلی پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں۔ پست اور مضمحل قوم کے شعرا اور مصنفین کے افکار بھی پست ہوں گے۔ لیکن پھر بھی ہمارے شعرا زندہ دلی کی اہمیت سے ناواقف نہیں ؛

زندگی زندہ دلی کا ہے نام۔
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں ؛

اگر غور کیجئے۔ تو میرا مضمون اسی شعر کی تفسیر ہے ؛ یہ تخیل بھی بہت ہی پست اور گمراہ کن ہے کہ دنیا دن بدن انحطاط کی طرف جارہی ہے۔ ہم اخلاقی اور روحانی اعتبار سے تنزل کی طرف جارہے ہیں، اس کے برعکس دنیا دن بدن ترقی کررہی ہے۔ اصول اخلاق اور صفات حسنہ کو زیادہ پہچاننے لگی ہے۔ زیادہ خدا شناس ہے۔ جہالت دنیا سے کم ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے محاسن بڑھ رہے ہیں ؛

اب انسان کو جو عزت عظمت اور آزادی حاصل ہے۔ پہلے نہ تھی۔ پہلے غلامی اور شخصیت پرستی کا دور دورہ تھا۔ اب انسان اپنی مسرتوں اور راحتوں کے ذرائع کو وسیع کر رہا ہے۔ قدرت کے معموں کو حل کر رہا ہے ؛ ہزاروں ایجادیں اور اختراعات اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ قدرت اب انسان پر اپنے رازوں کو خود ہی کھول رہی ہے ؛ انسانی علم کی ترقی پر فخر ہوتا ہے ؛ غرض ہر اعتبار سے دنیا بہتر راستے کی طرف جارہی ہے ؛ اگر مشرق کی مردہ دل تو میں اس ترقی میں حصہ نہ لیں اور مردہ پرستی کرتی رہیں۔ تو کریں ؛

ہمارے مذہب نے ہم کو پست خیالی کی تعلیم نہیں دی۔ حسن ظن اور نیک توقع رکھنے کی تعلیم فرمائی۔ "ان مع العسر یسرا" سے ہر تکلیف کے بعد کشائش کا یقین دلایا۔ رسول اکرم کی زندگی ہی ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔ آپ ہر وقت شگفتہ اور خندہ جبیں رہتے تھے۔ آپ اکثر لطائف و ظرائف بھی فرماتے۔ آپ کی خانگی زندگی بھی مسرت و خوشی سے معمور تھی ؛ حضرت عائشہ کی بہت سی روایات سے آپ کی زندگی کا یہ پُرمسرت رُخ نمایاں ہوتا ہے ؛ دنیا کو جو لوگ مصیبتوں کا گھر سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے واقعی وہ ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ دنیا کو مصیبتوں کی جگہ خیال کرنا گویا خالق عالم کی وسیع خلقت کی توہین کرنا ہے ؛

قدرت کے تمام مظاہرات میں آپ کو کیف و مسرت کی لہریں دوڑتی ہوئی معلوم ہوں گی بشرطیکہ آپ کا دماغ بھی صحیح ہے۔ اور آپ بھی اس سے لطف حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں ؛

صبح و شام کے پُرلطف مناظر۔ چڑیوں کے نغمے۔ پھولوں اور درختوں کی شادابیاں۔ ساحل دریا کے پرکیف مناظر۔ دریا کی روانی۔ چاند کی سہانی روشنی۔ غرض ہر جگہ قدرت مسرت اور اطمینان سے معمور نظر آتی ہے۔ لیکن برگشتہ قسمت انسان

ہر جگہ مغموم وافسردہ اپنی خیالی الجھنوں میں گرفتار قدرت اس پر ہنستی ہے۔ اور کائنات کی ہر خوبصورت اور پرلطف چیز اس کا مضحکہ اڑاتی ہے + ایک شاعر نے سچ کہا ہے:۔

"کہیں بہشت ہے۔ نہ دوزخ۔ انسان کا اپنا دماغ کبھی بہشت بن جاتا ہے۔ کبھی دوزخ"+

+ + +

ہوائی ڈاک

مدت سے توقع تھی۔ ایک روز ہندوستان اور انگلستان کے درمیان ڈاک کا سلسلہ ہوائی جہاز کے ذریعے قایم ہو جائے گا + آخر ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء کو وہ تاریخی دن آن پہنچا + صبح کے دس بجے ہوائی جہاز "سٹی آف گلاسگو" پہلی مرتبہ پانچ ہزار میل کے فاصلے پر ڈاک پہنچانے کے لئے اپنے ٹھکانے پر چلنے کو تیار کھڑا تھا۔ ہزاروں لوگ اس اہم واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے آن موجود ہوئے تھے۔ اور محکمۂ پرواز کے وزیر سر سیموئل ہور اور کئی افسران اعلیٰ اس تاریخی سفر میں شامل ہونے کے لئے کمربستہ تھے +

جب جہاز کے دروازے بند ہوئے۔ اور انجن چلایا گیا۔ تو حاضرین نے نہایت گرمجوشی سے خدا حافظ کہا۔ جس کے جواب میں مسافر کھڑکیوں میں سے اپنے ہاتھ ہلاتے رہے + جہاز رفتہ رفتہ نہایت وقار سے اونچا ہونا شروع ہوا۔ کچھ دیر تک اوپر چکر لگاتا رہا۔ اور اس کے بعد اُڑ کر اوپر کہیں غائب ہونا شروع ہو گیا +

ڈاک کا ہوائی جہاز راستے میں شہر بیل۔ جینوا۔ اسکندریہ میں تبدیل ہوگا۔ اور آخری جہاز بصرہ۔ بغداد کے راستے خلیج فارس میں سے ہوتا ہوا کراچی آن پہنچے گا + مختلف شہروں میں جہاز کے اُترنے کے مقامات قایم ہو گئے۔ اور وہاں بے تار برقی کا انتظام بھی ہو گیا ہے۔ جس سے جہاز کی نقل وحرکت کی اطلاع باقاعدہ ملتی رہے گی + اس مرتبہ ۱۲۶ پونڈ ڈاک ہوائی جہاز میں آرہی ہے۔ اور ہر خط پر ۶ کے زائد ٹکٹ ہیں +

ڈاک ہوائی جہاز میں مسافروں کے لئے لندن سے کراچی تک کا کرایہ ۱۳۰ پونڈ ہوگا۔ یہ کرایہ اگرچہ زیادہ ہے۔ مگر رفتہ رفتہ اس کے کم ہو جانے کی امید ہے + ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ دنیا کی تاریخ کا ایک ایسا اہم واقعہ ہماری زندگی میں تکمیل تک پہنچ گیا ہے +

سلطانہ بیگم۔ غازی آباد

غذا ہضم کرنے کے اعضاء

(از سید امتیاز علی۔ تاج)

ہم جب کھانا کھانے بیٹھتے ہیں۔ تو الہ بناکر منہ میں رکھتے ہیں۔ تو غذا حلق سے نیچے اُترتی ہوئی تو معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہمیں کچھ خبر نہیں رہتی۔ کہ یہ جسم کے کس کس حصے میں پہنچی۔ اور اس پر کیا کچھ گزری۔ غذا اپنے اس سفر کے دوران میں جن راستوں سے گزرتی ہے۔ وہ سب راستے مجموعی طور پر مری یعنی غذا کی نالی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

غذا کی نالی کا پہلا حصہ مُنہ ہے۔ مُنہ میں اندر ہر طرف نہایت نرم اور باریک لعابدار جھلی کا استر سا لگا ہے۔ جو ہونٹوں سے شروع ہو کر حلق معدہ اور آنتوں میں ہوتا ہوا اخیر تک چلا گیا ہے۔

مُنہ کے اندر اوپر اور نیچے کے جبڑے میں دانتوں کی باقاعدہ دو قطاریں جڑی ہوئی ہیں۔ دانت دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک دودھ کے دانت۔ اور دوسرے دائمی دانت۔ بچہ سات مہینے کا ہوتا ہے۔ تو دودھ کے دانت نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ تعداد میں بیس ہوتے ہیں۔ چار کاٹنے کے دانت سامنے اوپر اور چار نیچے۔ ان کے دونوں طرف اوپر اور نیچے ایک ایک کچلی۔ اور کچلیوں کے بعد دونوں طرف اوپر اور نیچے دو دو ڈاڑھیں۔ گویا دودھ کے دانتوں میں آٹھ کاٹنے کے دانت چار کچلیاں اور آٹھ ڈاڑھیں ہوتی ہیں۔

چھ برس کی عمر کے بعد دودھ کے دانت گرنے لگتے ہیں۔ اور ان کی بجائے دائمی دانت نکل آتے ہیں۔ بیس دانت تو پہلے ہی دانتوں کی بجائے نکلتے ہیں۔ اور تین تین عقل ڈاڑھیں دونوں طرف اوپر نیچے نئی نکلتی ہیں۔ یوں دائمی دانتوں کی تعداد بتیس ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں میں دو چار عقل ڈاڑھیں نہیں نکلتیں۔ اس سے ان کے دانتوں کی تعداد اٹھائیس یا تیس ہی رہ جاتی ہے۔

بناوٹ میں دانت بھی ایک قسم کی ہڈی ہے۔ ہڈی ہی کی قسم کے ایک سیمنٹ کے ذریعے بڑی مضبوطی سے مسوڑوں میں گڑے ہوتے ہیں۔ ہر ایک دانت کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک سر جو مسوڑے سے باہر نکلا رہتا ہے۔ اور دوسرے جڑ جو مسوڑے میں چھپی رہتی ہے۔ دانتوں کی جڑیں اندر سے تھوڑی دور تک کھوکھلی ہوتی ہیں۔ اس کھوکھلے حصے میں بہت ننھی ننھی شریانیں اور وریدیں ہوتی ہیں۔ جو دانتوں میں خون پہنچاتی رہتی ہیں۔ نیز اس حصے میں دماغ سے ننھے ننھے اعصاب بھی پہنچتے ہیں۔

جن کا مفصل تذکرہ نظام اعصاب کے بیان میں کیا جائے گا +

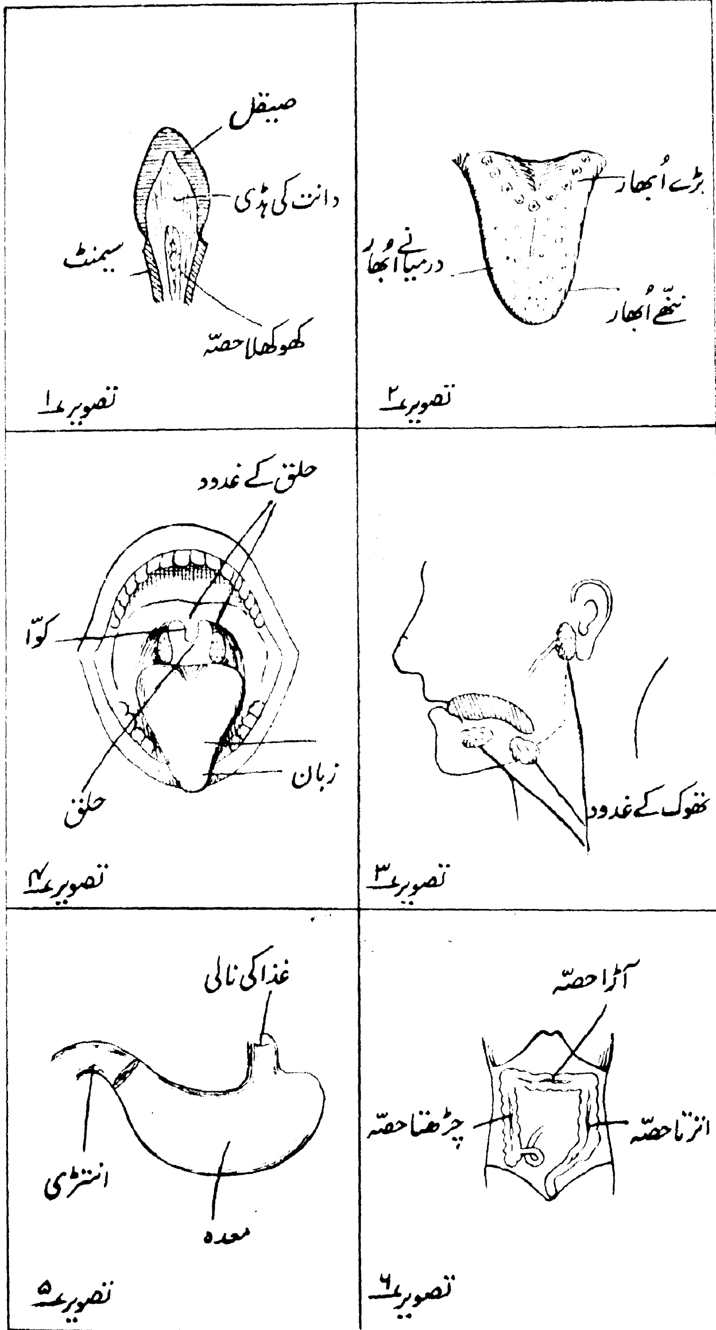
دانت کے سر پر صیقل کی تہہ ہوتی ہے۔ دانتوں کی چمک دمک اور خوب صورتی اسی صیقل کی بدولت ہے۔ پیری یا بے احتیاطی کے باعث گھس گھس کر یہ سخت اور شفاف صیقل اُتر جاتی ہے۔ تو دانت کی ہڈی کھلی رہ جاتی ہے + ہڈی صیقل کی تہہ کی نسبت نرم ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے کھل جانے کی وجہ سے جڑ کے اعصاب میں احساس زیادہ ہو جانے کی وجہ سے سخت درد پیدا ہو جاتا ہے + (دیکھئے تصویر نمبر ۱)

مُنہ میں زبان گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ جو نچلی طرف مُنہ کے تلے سے جُڑا ہوا ہے۔ لیکن اس کا اصل حصّہ اور خصوصاً نوک کسی حصّے سے جُڑی ہوئی نہیں۔ بلکہ آزاد ہے۔ کہ جدھر چاہے اُدھر حرکت کرے + زبان کے اوپر کی سطح کھُردری سی ہے۔ اس کھردری سطح میں خاص طرح کے بہت ننھے ننھے سے اُبھار ہیں۔ جن کا تعلق اعصاب کے ذریعے دماغ سے ہے۔ چنانچہ ان کے افعال کا مفصل تذکرہ دماغ اور نظام اعصاب کے باب میں کیا جائے گا۔ فی الحال اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ کہ یہی ننھے ننھے اُبھار زبان کو ذائقوں میں تمیز کرنے کی قوت بہم پہنچاتے ہیں + غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ اُبھار تین قسم کے ہیں۔ ایک تو ننھے ننھے دانوں کی طرح تمام زبان کی سطح پر کثرت سے پھیلے ہوتے ہیں۔ دوسرے ذرا ان سے بڑے اور نسبتاً دور دور ہیں۔ بدہضمی کی وجہ سے زبان سفید ہو۔ تو ایسے موقع پر یہ اُبھار سرخ دانوں کے طور پر نمایاں معلوم ہوتے ہیں۔ تیسرے ان دونوں سے بڑے اور زبان کی جڑ کے قریب ۸ کی صورت میں واقع ہیں + (دیکھئے تصویر نمبر ۲)

یہ اُبھار زبان کی نوک۔ جڑ اور کناروں پر زیادہ ہیں۔ اسی واسطے زبان کی قوت ذائقہ اس کے ان حصوں میں زیادہ ہے۔ درمیانی حصے میں قوت ذائقہ بہت کم ہوتی ہے + ایک اور دلچسپ بات قابل غور ہے۔ وہ یہ کہ میٹھا ذائقہ زبان کی نوک پر زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ اور کڑوا ذائقہ اس کی جڑ پر زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ اور ترش ونمکین ذائقے زبان کے کناروں پر خوب محسوس ہوتے ہیں +

چبانے نگلنے اور چوسنے میں زبان ہی کام دیتی ہے۔ بولنے سے تو اس کا اس قدر تعلق ہے۔ کہ انسان کی بولی کا نام بھی زبان ہی پڑ گیا ہے +

غذا ہضم کرنے کے اعضاء کے سلسلے میں ان غدودوں کا ذکر کر دینا بھی مناسب ہے۔ جس سے لعاب دہن یعنی تھوک پیدا ہوتا ہے + ہمارے مُنہ میں اس قسم کے غدودوں کے تین جوڑے


صیقل
دانت کی ہڈی
سیمنٹ
کھوکھلا حصّہ
تصویر ۱
بڑے اُبھار
درمیانی اُبھار
ننھّے اُبھار
تصویر ۲
حلق کے غدود
کوّا
زبان
حلق
تصویر ۴
تھوک کے غدود
تصویر ۳
غذا کی نالی
انتڑی
معدہ
تصویر ۵
آڑا حصّہ
چڑھتا حصّہ
اترتا حصّہ
تصویر ۶

ہیں۔ ان میں سے ایک جوڑا تو دونوں طرف کانوں کے سامنے ہے۔ ایک جوڑا دونوں طرف جبڑوں کے نیچے۔ اور ایک جوڑا دونوں طرف زبان کے تلے ٭ ان غددوں میں سے ننھی ننھی نالیاں نکل کر منہ میں آ کھلتی ہیں۔ جن کے راستے تھوک منہ میں آن پہنچتا ہے ٭ (دیکھئے تصویر نمبر ۳)

مُنہ کی چھت کا (جسے تالو کہتے ہیں۔) اگلا حصہ تو سخت ہے۔ اور ہڈی کا بنا ہے۔ جس کے اوپر باریک لعابدار جھلی کا استر ہے۔ پچھلا حصہ نرم گوشت کا ہے۔ اور حرکت بھی کر سکتا ہے ٭ اس حصے کا تعلق حلق سے ہے۔ جہاں عین درمیان میں گوشت کا ایک ننھا سا ٹکڑا انگور کی شکل کا لٹکا رہتا ہے۔ جسے کوّا کہتے ہیں ٭ (دیکھئے تصویر نمبر ۴)

حلق میں دونوں طرف دو بیضوی غددود بادام کی شکل کے ہیں۔ جن کی سطح ناہموار سی ہے۔ ان کے آگے اندر کی طرف مُنہ کی چوڑائی تنگ ہو کر ایک نالی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی جگہ ایک راستہ ناک سے آکر مُنہ میں کُھلتا ہے ٭ تم نے اکثر مرتبہ زکام میں نزلہ حلق پر گرتا معلوم کیا ہوگا ٭ یہی راستہ ہے۔ جس سے بلغم ناک میں سے ہو کر حلق میں چلا آتا ہے۔ یا بعض دفعہ جب کھانا کھانے یا پانی پینے وقت اُچھو ہو جاتا ہے۔ تو ناک سے پانی یا غذا نکل آتی ہے ٭

اس کے آگے خوراک پیٹ میں لے جانے کی ایک تنگ سی نالی ہے۔ لمبائی میں نو انچ کے قریب ہو گی ٭ گردن اور سینے میں سے سیدھی نیچے کو چلی جاتی ہے۔ اور حجاب حاجز میں سے پار ہونے کے بعد معدہ میں جا پہنچتی ہے ٭ یہ نالی سخت دیوار کی اور بیچ میں سے کھوکھلی نہیں۔ کہ غذا اس میں سے پڑتے ہی پیٹ میں پھسل کر جا گرے ٭ اس کی دیوار ربڑ کی طرح نرم ہے۔ اور سُکڑی رہتی ہے ٭ جب غذا اس میں پہنچتی ہے۔ تو اس کے دباؤ سے یہ نالی کھلتی چلی جاتی ہے۔ اور غذا اس میں سے گزر جاتی ہے ٭

حجاب حاجز کے نیچے پیٹ میں تین بڑے اعضاء ہیں۔ دائیں طرف جگر ہے۔ بائیں طرف تلی۔ اور بیچ میں معدہ ٭ معدہ حلق کی نالی سے ملا ہے۔ وہ کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ بلکہ وہی حلق کی نالی ہے۔ جو حلق میں تنگ سی نظر آتی ہے ٭ حجاب حاجز میں سے پار ہونے کے بعد وہ اتنی چوڑی ہو گئی ہے۔ جتنا چھوٹا سا کدو ٭ پورا بھرا ہوا نہ ہو۔ تو معدہ جس جگہ زیادہ سے زیادہ لمبا ہے۔ بارہ انچ ہے۔ اور جہاں زیادہ سے زیادہ چوڑا ہے۔ چار انچ ہے ٭ اس میں اندازاً دو سیر کے قریب پانی سما سکتا ہے ٭ (دیکھئے تصویر نمبر ۵)

ہیں - ان میں سے ایک جوڑا تو دونوں طرف کانوں کے سامنے ہے - ایک جوڑا دونوں طرف جبڑوں کے نیچے - اور ایک جوڑا دونوں طرف زبان کے تلے + ان غددوں میں سے ننھی ننھی نالیاں نکل کر منہ میں آ کھلتی ہیں - جن کے راستے تھوک منہ میں آن پہنچتا ہے + (دیکھئے تصویر نمبر ۳)

منہ کی چھت کا (جسے تالو کہتے ہیں -) اگلا حصہ تو سخت ہے - اور ہڈی کا بنا ہے - جس کے اوپر باریک لعابدار جھلی کا استر ہے - پچھلا حصہ نرم گوشت کا ہے - اور حرکت بھی کر سکتا ہے + اس حصے کا تعلق حلق سے ہے - جہاں عین درمیان میں گوشت کا ایک ننھا سا ٹکڑا انگور کی شکل کا لٹکا رہتا ہے - جسے کوا کہتے ہیں + (دیکھئے تصویر نمبر ۴)

حلق میں دونوں طرف دو بیضوی غدود بادام کی شکل کے ہیں - جن کی سطح ناہموار سی ہے - ان کے آگے اندر کی طرف منہ کی چوڑائی تنگ ہو کر ایک نالی کی صورت اختیار کر لیتی ہے - اسی جگہ ایک راستہ ناک سے آ کر منہ میں کھلتا ہے + تم نے اکثر مرتبہ زکام میں نزلہ حلق پر گرتا معلوم کیا ہوگا + یہی راستہ ہے جس سے بلغم ناک میں سے ہو کر حلق میں چلا آتا ہے - یا بعض دفعہ جب کھانا کھانے یا پانی پینے وقت اچھو ہو جاتا ہے - تو ناک سے پانی یا غذا نکل آتی ہے +

اس کے آگے خوراک پیٹ میں لے جانے کی ایک تنگ سی نالی ہے - لمبائی میں نو انچ کے قریب ہوگی + گردن اور سینے میں سے سیدھی نیچے کو چلی جاتی ہے - اور حجاب حاجز میں سے پار ہونے کے بعد معدہ میں جا پہنچتی ہے + یہ نالی سخت دیوار کی اور بیچ میں سے کھوکھلی نہیں - کہ غذا اس میں سے پڑتے ہی پیٹ میں پھسل کر جا گرے + اس کی دیوار ربڑ کی طرح نرم ہے - اور سکڑی رہتی ہے + جب غذا اس میں پہنچتی ہے - تو اس کے دباؤ سے یہ نالی کھلتی چلی جاتی ہے - اور غذا اس میں سے گزر جاتی ہے +

حجاب حاجز کے نیچے پیٹ میں تین بڑے اعضاء ہیں - دائیں طرف جگر ہے - بائیں طرف تلی - اور بیچ میں معدہ + معدہ حلق کی نالی سے ملا ہے - وہ کوئی علیحدہ چیز نہیں - بلکہ وہی حلق کی نالی ہے - جو حلق میں تنگ سی نظر آتی ہے + حجاب حاجز میں سے پار ہونے کے بعد وہ اتنی چوڑی ہو گئی ہے - جتنا چھوٹا سا کدو + پورا بھرا ہوا نہ ہو - تو معدہ جس جگہ زیادہ سے زیادہ لمبا ہے - بارہ انچ ہے - اور جہاں زیادہ سے زیادہ چوڑا ہے - چار انچ ہے + اس میں اندازاً دو سیر کے قریب پانی سما سکتا ہے + (دیکھئے تصویر نمبر ۵)

معدہ چھاتی کے نیچے کسی قدر ترچھا رکھا ہوا ہے ۔ چھاتی کی ہڈیوں کے نیچے دائیں طرف جگر ہے۔ جو جانوروں میں کلیجی کہلاتا ہے ۔ اس کا کسی قدر حصہ معدہ کے اوپر اس طرح آگیا ہے۔ کہ اس نے معدہ کو ڈھک لیا ہے ۔ معدہ کی شکل مشک سے ملتی جلتی ہے اس کی اوپر کی گردن ذرا بائیں طرف ہے۔ اور نیچے کا حصہ جہاں سے آنتیں شروع ہوتی ہیں۔ دائیں ہاتھ کو جگر کی طرف ہے ۔ معدہ کی دیواریں نہایت مضبوط پٹھوں کی بنی ہوئی ہیں ۔ اس کے اندر کی طرف بھی باریک لعاب دار جھلی کا استر لگا ہے ۔ یہ استر بڑے کام کی چیز ہے۔ اسے غور سے دیکھا جائے۔ تو اس کے اندر شہد کے چھتے کی طرح خلنے خانے نظر آتے ہیں ۔ اس کے اندر نہایت ننھے ننھے غدود ہیں۔ جن میں سے رطوبت رس رس کر غذا میں ملتی۔ اور اس کے ہضم کرنے میں بڑی مدد دیتی ہے ۔

معدے کے اخیر سرے سے جو ہمارے دائیں پہلو کی طرف ہے۔ آنتیں شروع ہوتی ہیں۔ کہنے کو تو آنتیں کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ہمارے پیٹ میں بہت سی آنتیں نہیں۔ بلکہ صرف ایک آنت ہے۔ جو کہیں سے پتلی ہے۔ کہیں سے موٹی۔ کہیں بڑی ہے۔ اور کہیں کھڑی ۔ ان وضعوں کے لحاظ سے مختلف حصوں کے مختلف نام رکھ لئے ہیں۔ تاکہ اگر آنت کے کسی حصے میں کوئی مرض پیدا ہو جائے۔ تو بتایا جا سکے۔ کہ مرض کس مقام میں ہے ۔

آنت کا وہ حصہ جو معدے سے ملا ہوا ہے مضبوط دیوار کا اور بہت تنگ ہے۔ اور سکڑ کر راستے کو ہر وقت بند رکھتا ہے ۔ اس کے آگے بارہ انچ تک لمبائی بغیر کسی قسم کے اینچ پینچ کے بالکل سیدھی چلی گئی ہے۔ اس لئے آنت کے اس قدر حصے کو رودۂ اثنا عشری کہتے ہیں۔ کیونکہ رودہ کے معنے آنت کے ہیں۔ اور اثنا عشر کے معنی ہیں بارہ ۔ آنت کا یہ حصہ نہایت مضبوط اور موٹے دل کی دیوار سے بنا ہے ۔ اس کے آگے نیچے تک لپٹی ہوئی آنت کو چھوٹی آنتیں کہتے ہیں ۔ اس حصے پر باہر کی طرف باریک سی جھلی کی تہ لگی ہوئی ہے ۔ یہ باریک جھلی دوسری طرف پیٹ کی پچھلی دیوار سے چپکی ہوئی ہے۔ اس طرح یہ چھوٹی آنتوں کو اوپر کو اٹھائے رکھتی ہے۔ اور پچھلی گہرائی میں جسے حوض کہتے ہیں۔ نہیں گرنے دیتی ۔

معدے کی طرح چھوٹی آنتوں کی دیوار بھی کئی تہوں سے بنی ہے ۔ اس کے اندر کی طرف بھی باریک لعاب دار جھلی کا استر موجود ہے ۔ یہاں اس استر پر ہزاروں ننھے ننھے سے دانے ہیں۔ جو غذا کو جذب کرنے میں بہت مدد دیتے ہیں ۔

چھوٹی آنت ختم ہونے کے بعد جو موٹی سی آنت اوپر کو چڑھتی ہے۔ اس کا نام قولون ہے ۔ یہ آنت

پہلے اوپر کو چڑھتی ہے۔ جگر کے نیچے پہنچ کر بائیں طرف کو مڑ جاتی ہے۔ اور ناف کے اوپر اور تلی کے نیچے تک پہنچتی ہے۔ وہاں سے خم کھا کر سیدھی نیچے کی طرف آتی ہے۔ غرض اس کے تین حصے ہیں۔ ایک چڑھتا۔ ایک آڑا۔ اور ایک اترتا۔ قولنج کا درد انہیں تین حصوں میں سے کسی حصے میں سُدہ پیدا ہو جانے سے ہوا کرتا ہے۔ اسے قولنج اسی واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ قولون میں ہوتا ہے۔ (دیکھئے تصویر نمبر ۶)

قولون کے خاتمے پر آخری آنت ہے۔ جسے مستقیم یعنی سیدھی آنت کہتے ہیں۔ یہ تمام آنتیں معدہ سے لے کر رودۂ مستقیم تک سیدھی پھیلائی جائیں۔ تو ان کی لمبائی تیس فٹ یعنی دس گز کے قریب ہوتی ہے۔ مگر خداوند کریم نے اسے بڑی حکمت سے لپیٹ لپاٹ کر گھڑی کی کمانی کی طرح ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں رکھ دیا ہے۔

* * *

پیامِ صبح

(از علامہ سر محمد اقبال)

اُجالا جب ہوا رخصت جبینِ شب کی افشاں کا
نسیم زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا
جگایا بلبل رنگیں نوا کو آشیانے میں
کنارے کھیت کے شانہ ہلایا اس نے دہقاں کا
طلسم ظلمت شب سورۂ والنور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاج زر شمع شبستاں کا
پڑھا خوابیدگان دیر پر افسون بیداری
برہمن کو دیا پیغام خورشید درخشاں کا
ہوئی بام حرم پر آ کے یوں گویا مؤذن سے
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمود مہر تاباں کا؟
پکاری اس طرح دیوار گلشن پر کھڑے ہو کر
چٹک او غنچۂ گل! تو مؤذن ہے گلستاں کا!
دیا یہ حکم صحرا میں چلو اے قافلے والو!
چمکنے کو ہے جگنو بن کے ہر ذرہ بیاباں کا
سوئے گور غریباں جب گئی زندوں کی بستی سے
تو یوں بولی نظارہ دیکھ کر شہر خموشاں کا
ابھی آرام سے لیٹے رہو میں پھر بھی آؤں گی۔
سلا دوں گی جہاں کو خواب سے تم کو جگاؤں گی۔

مرسلہ منظور فاطمہ - بلند شہر

خاندانی تحفہ

ایک مختصر افسانہ

(از غلام عباس صاحب)

حُسنہ کھڑکی کے پاس کھڑی باہر کی سیر دیکھ رہی تھی۔ اس وقت کا منظر بہت ناخوشگوار تھا۔ شدت کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ پہاڑ۔ دشت اور سبزہ زار کہر کے دھندلکے میں چھپے ہوئے تھے۔ آس پاس اور کوئی گھر نظر نہ آتا تھا۔

حسنہ فطرتاً خلوت پسند تھی۔ اکیلے بیٹھ کر سینا پرونا یا کتاب کا مطالعہ کرنا اس کی زندگی کی واحد آرزو تھی۔ اس سے اسے بے پایاں مسرت حاصل ہوتی تھی۔ دوسری عورتوں کی طرح ادھر اُدھر کی گپ شپ یا فضول باتوں میں وقت گنوانا اسے ذرا نہ بھاتا تھا۔ شادی سے پہلے کنوارپتے میں وہ بہت خوش تھی۔ خوش حال ماں باپ کی بیٹی تھی۔ گھر کے کام دھندوں سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ سارا سارا دن اکیلی بیٹھی اپنے خاموش مشاغل میں مگن رہا کرتی تھی۔

مگر شادی اس کے لئے ایک حادثہ ثابت ہوئی۔ شہاب خاں متوسط حیثیت کا آدمی تھا۔ گھر کا سارا بوجھ حسنہ کے نازک کندھوں پر پڑ گیا۔ کوئی دوسرا ہاتھ بٹانے والا نہ تھا نہیں۔ دن بھر گھر کے دھندوں میں اُلجھی رہتی تھی۔ آ پر قیامت یہ کہ اگر کبھی شام کے وقت تھوڑی سی فرصت مل گئی۔ اور اطمینان کا سانس لے کر کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہونا چاہا۔ تو اس وقت کا سکون اور چین اس کے شوہر شہاب خاں کی اونچی اور کرخت آواز سے برباد ہو جاتا تھا۔ شہاب دوسرے کمرے میں بیٹھا اس پر حکم چلائے جاتا۔ یا اور کچھ نہیں۔ تو اونچی آواز سے اخبار ہی پڑھنے لگتا تھا۔ ایسی حالت میں حسنہ کے لئے اس کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ کہ چین بجبیں ہو کر کتاب پرے پھینک دے۔ اور اُٹھ کھڑی ہو۔ دس سال سے وہ اسی قسم کی زندگی بسر کر رہی تھی۔

ادھر شہاب کا یہ حال تھا۔ کہ حسنہ کو چلا چلا کر پکارنے یا یونہی واہی تباہی بکنے یا اونچی آواز میں اخبار پڑھنے سے اسے ایک خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ اسے اپنی بلند اور گرج دار آواز پر بہت ناز تھا۔ اور یہی وہ بات تھی۔ جس سے حسنہ کو سخت چڑ تھی۔ یہ شور و غل سُن سُن کر اس کے کان پک جاتے تھے۔ خدا خدا کر کے اس کے ہاتھ سے اخبار چھوٹتا۔ تو سر میں گانے کا سودا سما جاتا۔ بے تکی تانیں لگ رہی ہیں۔ اور گویا

ہے۔ کہ آسمان کو چھید رہی ہے + گاتا تھا۔ تو "اے حسنہ ذرا پان تو لگا دو"۔ تھوڑی دیر بعد اس بات کی ذرا پروانہ کرتے ہوئے۔ کہ شاید حسنہ کسی اہم کام میں مصروف ہو۔ حسنہ ذرا سر میں تیل تو دبا دو"+

حسنہ بے چاری حکم کی بندی۔ چپ چاپ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتی رہتی۔ پر آرام و چین کا ایک لمحہ بھی اسے میسر نہ ہوتا تھا+

دس سال سے چھاتی پر صبر کی سِل رکھے یہ سب کچھ سہے جا رہی تھی۔ اس کی زبان سے کبھی اُف نہ نکلتی تھی۔ لیکن آج جبکہ وہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ تو اس کا دل جیسے بغاوت پر آمادہ ہو چلا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ آخر کہاں تک برداشت کئے جاؤں گی۔ ابھی اتنی عمر پڑی ہے۔ کیونکر کٹے گی۔ ایسی زندگی سے تو موت اچھی!

رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ عید میں صرف ایک ہفتہ رہ گیا تھا، حسنہ نے ایک روزہ بھی نہ چھوٹنے دیا تھا۔ اس خیال سے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی نمودار ہو گئی۔ عین اس وقت دور سے اسے اپنا شوہر آتا دکھائی دیا+

شہاب خاں نے دروازہ پر پہنچ کر کہا "حسنہ!" حسنہ آہستہ سے اس کی جانب بڑھی۔ شہاب کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ بولا "چٹھی رساں خط دے گیا ہے۔ تمہاری خالہ کا خط ہے"+

حسنہ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ شہاب نے کہا "پھر وہی لکھا ہوگا۔ کہ اب کے عید یہیں آ کر کرو۔ کوئی پوچھے اس سے حاصل؟ کسی بہر کی ملاقات کا نتیجہ؟ انسان اپنی تو کچھ کہہ نہیں سکتا بس بیٹھا ان ہی کی تقریر سنتا رہے"+

حسنہ نے چپ سادھ لی۔ جانتی تھی "پچھلے سال بھی میاں یونہی فقرے کستے رہے تھے۔ لیکن بعد میں خود ہی چلنے پر رضامند ہو گئے تھے۔ چند روز کو کسی دوسری جگہ جانے اور وہاں تفریح میں وقت گزارنے کا شوق شہاب کو بھی تھا۔ مگر حسنہ پر احسان رکھنے کے لئے اوپرے دل سے ناراضا مندی کا اظہار کیا کرتا تھا+

حسنہ کے خاندان کا بہرا پن ضرب المثل تھا۔ حسنہ کی پڑنانی کی عمر جب پچیس برس کی ہوئی۔ تو یکایک اس کی قوت سامعہ نے جواب دیدیا تھا۔ اسی طرح اس کی بیٹی بھی اسی عمر میں آکر بہری ہو گئی تھی۔ پھر اس کے بعد اُس کی بیٹی یعنی حسنہ کی خالہ مہربان نے بھی اسی عمر میں آکر اپنے خاندان کی پرانی یادگار کو تازہ کر دیا تھا+

تھوڑی دیر تک نہ جانے منہ ہی منہ میں کیا کچھ کہہ کر شہاب نے حسنہ سے کہا "خیر چلے چلیں گے۔ لکھ دینا ہم آ رہے ہیں"+

عید کی شام تھی۔ دونوں میاں بیوی اپنے خالو کے دیہاتی مکان میں فروکش تھے + حسنہ کی بوڑھی خالہ مہربان چولھے کے پاس بیٹھی ہنڈیا

پکار رہی تھی۔ اس کے سوکھے ہونٹوں پر ایک خفیف سا لیکن نہایت شوخ تبسم جھلک رہا تھا۔ مہربان اسی طرح مسکراتی رہا کرتی تھی۔ شہاب خاں اور مہربان کا شوہر اللہ داد خاں چارپائی پر بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ حسنہ چوکی پر بیٹھی گھر کے سادہ سازو سامان کو تک رہی تھی۔ باہر برف پڑ رہی تھی۔ اور گھر کے اندر دیواروں کے ساتھ ساتھ تختوں پر چنے ہوئے چینی اور تانبے کے قلعی شدہ برتنوں پر آگ کی لو ناچ رہی تھی۔ یکایک اللہ داد نے کہا۔ "مہربان"!

بہری مہربان نے جنبش تک نہ کی۔

"مہربان!"

اب بھی بڑھیا ٹس سے مس نہ ہوئی۔

اللہ داد نے اور بھی چلا کر کہا۔ "مہربان"!

اس پر مہربان نے آہستہ سے پلٹ کر اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ اللہ داد نے پھر چلا کر کہا۔ "اوپر سے فوٹو تو لے آؤ"۔

مہربان نے جواب دیا۔ "لوٹ کو کہتے ہو؟"

اللہ داد نے گلا پھاڑ کر کہا۔ "فوٹو"۔

بڑھیا بولی۔ "کوٹ؟"

اللہ داد نے غصے سے کہا۔ "تمہارا سر"!

حسنہ نے پہلے خالہ۔ پھر خالو کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اللہ داد خاں جھنجھلا کر خود اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک بڑا سا فوٹو لے کر آ گیا۔ بڑبڑا کر بولا۔ "توبہ خدا کسی بہرے سے بھی پالا نہ ڈالے۔ دو گھنٹے سے فوٹو فوٹو کہہ کر گلا پھاڑ رہا تھا۔ سر پھر گیا۔ اور یہاں رسید ہی نہیں۔ اس سے آدمی اپنا کام آپ ہی نہ کر لے۔" (شہاب خاں کی طرف متوجہ ہو کر) بیٹا شہاب! تمہارے بھائی (اللہ داد کے بیٹے) نے کابل سے اپنا فوٹو اتروا کر بھیجا ہے۔ دیکھو تو فوجی وردی میں کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے"۔

شہاب خاں نے بوڑھے اللہ داد کے ہاتھ سے تصویر لے لی۔ اور مہربان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ "آغا جان! خالہ اماں کی حالت پہلے سے بھی خراب ہو گئی ہے؟"

اللہ داد خاں نے کہا۔ "یہ تو اب اپنی ماں سے بھی بڑھ گئی ہیں"۔

شہاب نے کھانس کر کہا۔ "خدا مغفرت کرے نانی مرحومہ کے بہرہ پن کی تو یہ حالت تھی۔ کہ سر پر ڈھول بھی بجتے تھے۔ تو انہیں پتہ نہ لگتا تھا"۔

اللہ داد خاں نے کہا۔ "تقریباً یہی حال اب ان کا ہو گیا ہے۔ جتنی دیر انہیں کسی کام کے کہنے میں لگ جاتی ہے۔ اتنی دیر میں بیسیوں کام انسان خود کر لیتا ہے۔ میرے خیال میں تو بہروں کے دماغ میں کچھ خلل آ جاتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ انہیں بس ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے"۔

شہاب خاں نے حقے کے کش لگانے شروع

کردئے۔ اللہ داد خاں نے دروازہ کھول کر کہا "بیٹا شہاب۔ برف تھم گئی۔ آؤ تمہیں گاؤں کی سیر کرالاؤں"

شہاب خاں اٹھا۔ سر پہ مشہدی پگڑی رکھی۔ اور چلنے کے لئے تیار ہوگیا۔ دونوں مرد باہر نکل گئے۔ دروازہ کھلنے سے کمرہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے بھر گیا۔ حسنہ چوکی سے اٹھی۔ الماری سے ایک کتاب نکال کر بڑھیا کے پاس آبیٹھی۔

"بیٹی حسنہ!"

حسنہ چونک اٹھی۔ یہ بہری بڑھیا کی کرخت اور تند آواز نہ تھی۔ بلکہ ایسی ملائم آواز تھی جیسی حسنہ بچپن میں اپنی خالہ مہربان کے منہ سے سنا کرتی تھی۔ بولی "خالہ جان عید مبارک ہو"۔

بڑھیا نے فوراً جواب دیا "بیٹی جیتی رہو"۔

حسنہ حیرانی سے مہربان کا منہ تکنے لگی۔ بولی "خالہ جان آپ نے میری آواز سن لی"؟ مہربان کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اور کہا "ہاں بیٹی سنتی کیوں نہ"۔

حسنہ نے خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے کہا "آہا خالہ جان تو تم پھر اب اچھی ہوگئی ہو"؟

مہربان نے ایک قہقہہ لگایا۔ بولی "بیٹی حسنہ کیا کہتی ہو۔ خدا نہ کرے۔ میں بہری تھی کب؟"

حسنہ حیرانی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ بولی "تم... تم بہری نہیں تھیں؟"

"ہاں بیٹی نہ میں بہری تھی۔ نہ خدا نخشے میری اماں جان اور نہ نانی اماں..."

حسنہ کا سر چکرانے لگا۔ پوچھا "تو کیا جان بوجھ کر بہری بنی ہوئی تھیں؟"

بوڑھی مہربان نے جواب دیا "پیاری حسنہ بہرہ پن ہمارا خاندانی تحفہ ہے۔ جو ماں کی طرف سے بیٹی کو ملتا چلا آرہا ہے۔ میں جب تمہاری عمر کی تھی۔ تو یہی تحفہ میری اماں نے مجھے دیا تھا۔ جب میری اماں تمہاری عمر کی تھیں۔ تو یہی تحفہ نانی اماں کی طرف سے انہیں ملا تھا۔ بیٹا تم جانتی ہو۔ میری اتنی توفیق نہیں۔ کہ تمہیں کوئی اعلیٰ تحفہ دے سکوں۔ اس لئے آج عید کے موقع پر بہرہ پن کی یہی خاندانی سوغات تمہیں دیتی ہوں۔ یہ تحفہ تمہارے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوگا۔ جو بات سننا چاہوگی۔ سنوگی۔ جو نہ سننا چاہوگی نہ سنوگی۔

اب مہربان حسنہ کے اور قریب ہو بیٹھی۔ اور بڑے رازدارانہ انداز میں کہنے لگی "سنو بیٹی۔ یہ بڑے کام کی بات ہے۔ اس سے زندگی بڑے آرام اور چین سے گزرتی ہے۔ تو تو میں میں کی نوبت کبھی نہیں آتی۔ مزاج میں سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر میاں کا مزاج اپنے مزاج سے الگ ہو۔ تو یہ سوغات بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے۔ بچی جو تیری حالت ہے۔ میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ تیرے لئے

یہ تحفہ بڑا کارآمد ثابت ہوگا"۔

حسنہ حیرت کے عالم میں اپنی خالہ کا منہ تک رہی تھی۔ بولی "توبہ توبہ خالہ اماں مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا"۔

مہربان نے جواب دیا "تم جانو۔ میں تمہیں یہی تحفہ دے سکتی تھی۔ اور اسی تحفے کو تمہارے لئے ضروری سمجھتی تھی۔ میں نے تمہیں دے دیا۔ اسے استعمال میں لانا نہ لانا اب تمہارا کام ہے"۔

اب بڑھیا کے ہونٹوں پر وہی پرانا شوخ تبسم جھلکنے لگا۔ حسنہ ایک سوچ میں پڑ گئی۔

ذرا دیر بعد دروازہ کھلا۔ سرد ہوا کے جھونکے کے ساتھ دونوں مرد کمرے میں داخل ہوگئے۔ ان کے کوٹوں پر برف پڑی ہوئی تھی۔ انہیں دیکھ کر حسنہ نے دبی زبان سے خالہ سے کہا۔ "مجھے جرأت نہ پڑے گی"۔

بڑھیا مسکرا دی۔ اللہ داد خاں نے سر سے پگڑی اتارتے ہوئے کہا "خیر ہوئی دور نہیں گئے تھے۔ ورنہ اب تک برف میں دفن ہی ہو چکے ہوتے"۔

مہربان جلدی سے اٹھی۔ فرش پر دسترخوان بچھا دیا۔ کھانا چنا۔ پھر بیٹھ کر چپاتی ڈالنے لگی۔ حسنہ چولھے کے پاس بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ نظریں دہکتے ہوئے کوئلوں پہ گاڑ رکھی تھیں۔

مہربان نے گرم گرم چپاتی دسترخوان پہ لاکر رکھی۔ شہاب بولا "خالہ اماں اپنے تمام کام تو بڑی پھرتی سے کر لیتی ہیں"۔

اللہ داد بولا۔ "اماں کام تو سب خوب کرتی ہیں۔ پر میں تو ان کے بہرے پن کی بدولت پریشان ہوں۔ بڑی فکر اس بات کی ہے کہ ان کے ساتھ رہتے رہتے کہیں میں گونگا نہ بن جاؤں۔ میری عادت ٹھہری بولنے چالنے کی۔ یہاں یہ کیفیت۔ کہ گھنٹوں پڑے بکا کرو۔ گرجو۔ برسو۔ رسید ہی نہیں ملتی۔ نتیجہ یہ کہ رفتہ رفتہ بولنے کی عادت ہی چھوٹتی جا رہی ہے"۔

شہاب نے ہمدردانہ نظروں سے اللہ داد کو دیکھا۔ تو وہ بولا "شکر کرو تمہاری بیوی کو یہ مرض نہیں"۔

شہاب نے مسکرا کر کہا "بے شک خدا کا ہزار ہزار شکر ہے"۔ یہ کہ کر اس نے اپنی بیوی کو پکارا "حسنہ"!

حسنہ کے رخساروں پر سرخی سی پھیل گئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر اپنی خالہ کی طرف دیکھا لیکن کسی بات سے یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ اس نے اپنے شوہر کی آواز سن لی ہے۔ اسی طرح بیٹھ گئے بیٹھی رہی۔

شہاب نے دوبارہ آواز دی "حسنہ"!

حسنہ نے اپنے دانت ہونٹ میں گاڑ رکھے تھے۔ مگر چپ چاپ بیٹھی تھی۔



"مسز رتن بائی جناح مرحومہ"

The Victoria Press,
Ry., Road, Lahore.



شہنشاہ جاپان کی اکلوتی بیٹی

اللہ داد نے معنی خیز نظروں سے شہاب کی طرف دیکھا۔ شہاب کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔ اور وہ اُٹھ کر حسنہ کی طرف لپکا۔

بوڑھی خالہ مہربان دونوں ہاتھوں سے پانی کا گلاس تھامے دسترخوان کی طرف جا رہی تھی۔ لمحہ بھر کو تھم گئی۔ اور اس کے جھریوں دار ہونٹوں پر وہی عجیب و غریب اور شوخ تبسم جھلکنے لگا۔

خاندانی سوغات اگلی نسل کو سونپی جا چکی تھی۔

قناعت

(مشہور شاعرہ ایلا وہیلر ولکاکس کی ایک نظم کا ترجمہ)

اگر میرے قلم سے نکلی ہوئی ایک سطر نے یا میری زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ نے میرے دوست یا دشمن کے دل کو کسی طرح تسکین بخشی ہے ——

جو کچھ میں نے کہا۔ یا لکھا ہے۔ اگر اس سے میرے ہمسایہ کا دل ذرا سا بھی خوش ہو گیا ہے تو میں کہہ سکتی ہوں۔ میری زندگی کو اپنی محنت کا اجر مل گیا۔

میں نے دنیا میں جو کام کئے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے باعث بھی کسی اداس دل کا غم گھٹ گیا ہے۔ اگر میری کسی کوشش کی بدولت جھکی ہوئی پلکیں اُٹھ کر ذرا کی درخشانی کی آئینہ دار بن گئی ہیں ——

تو خواہ دنیا کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ اور اسے میرا خیال آئے یا نہ آئے ——

خواہ دنیا کو کبھی معلوم نہ ہو سکے۔ اور وہ کبھی مجھے داد نہ دے ——

لیکن پھر بھی میں اپنے دل سے یہی کہتی رہوں گی۔ کہ میری زندگی اور محنت ٹھکانے لگ گئی۔

اگر میں نے کسی طرح بھی کسی ہستی کو امداد دی۔ یا کسی روح کو خوشی بخشی ہے۔ تو میں یہی سمجھتی رہوں گی۔ کہ میرا خوشی کا جام لبالب بھر گیا ہے۔

خواہ اس ایک آنکھ کے سوا جو آسمان پر ہے۔ کوئی میرے نیک کام کو نہ دیکھ سکے لیکن پھر بھی اے میرے دل ہم یہی سمجھا کریں گے کہ ہم نے تماشہ گاہ عالم میں اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

رابعہ خاتون

دستکاری

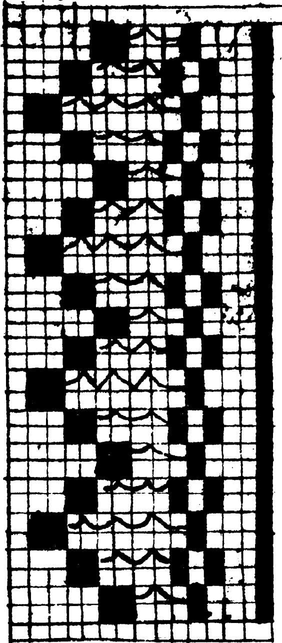
کروشیا کی لیس

کروشیا کاٹن نمبر ۲۴- اور ½ ۵ نمبر کے فولادی کروشیا سے کام شروع کرو۔ ۴۳ چین بُنو۔

پہلی قطار۔ تین چین چھوڑ کر ان سے اگلے چھ چین میں ۶ ٹربل بنو۔ تین چین۔ نیچے کے ۲ چین چھوڑ کر تیسرے میں ایک ڈبل کروشیا۔ ۳ چین نیچے کے دو چین چھوڑ کر تیسرے میں ایک ٹربل۔ ۲ چین۔ ۲ چین چھوڑ کر اگلے ۴ چین میں ۴ ٹربل۔ ۲ چین۔ ۲ چین چھوڑ کر تیسرے میں ایک ٹربل۔ ۲ چین۔ دو چین چھوڑ کر تیسرے میں ایک ٹربل۔ ۲ چین نیچے کے۔ ۲ چین چھوڑ کر باقی ۴ چین میں ۴ ٹربل۔ ۳ چین بن کر قطار موڑ دو۔

دوسری قطار۔ پہلا ٹربل چھوڑ کر اگلے تین پر ۳ ٹربل (یا ایک بند خانہ) تین کھلے خانے۔ اگلے ۴ ٹربل پر ۴ ٹربل یا ایک بند خانہ۔ ایک کھلا خانہ۔ ۵ چین آخری ۷ ٹربل پر ۷ ٹربل ۸ چین بن کر قطار موڑ دو۔

تیسری قطار۔ تین چین چھوڑ کر باقی ۵ چین اور پہلے ٹربل۔ ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک ٹربل۔ تین چین ۲ ٹربل چھوڑ کر چوتھے ٹربل پر ایک ڈبل کروشیا۔ ۳ چین ساتویں ٹربل پر ایک ٹربل۔ تین چین۔ پانچ چین والے خانے میں ایک ڈبل۔ . . . .



کروشیا۔ تین چین ۴ ٹربل یا ایک بند خانہ۔ ایک ٹربل اگلے ٹربل پر ۲ خانے میں ایک ۴ میں سے پہلے ٹربل پر۔ ۲ چین ۴ ٹربل یا ایک بند خانہ ۲ کھلے خانے۔ ایک بند خانہ۔ ۳ چین بن کر قطار موڑ دو۔

چوتھی قطار۔ ایک بند خانہ۔ ۳ کھلے خانے۔ ایک بند خانہ۔ ایک کھلا خانہ۔ ا بند خانہ ۵ چین اگلے ٹربل پر ایک ٹربل۔ ۵ چین۔ ۷ ٹربل پر ۷ ٹربل ۸ چین

پانچویں قطار۔ تین چین چھوڑ کر اگلے ۵ چین میں اور پہلے ٹربل ان سب پر ایک ایک ٹربل۔ ۳ چین چوتھے ٹربل پر ایک ڈبل کروشیا ۳ چین ساتویں ٹربل پر ایک ٹربل۔ ۳ چین۔ ۵ چین کے خانہ میں

ایک ڈبل کروشیا۔ ۳ چین اگلے ٹریبل پر ایک ٹریبل ۳ چین دوسرے پانچ چین کے خانہ میں ایک ڈبل کروشیا۔ ۳ چین اگلے ٹریبل پر ایک ٹریبل۔ پھر ایک کھلا خانہ۔ ایک بند خانہ۔ ۲ کھلے خانے ایک بند خانہ۔ تین چین ٭

چھٹی قطار۔ ایک بند خانہ۔ ۲ کھلے خانے۔ ایک بند خانہ ایک کھلا خانہ۔ ۵ چین۔ اگلے ٹریبل پر ایک ٹریبل۔ ۵ چین اس سے اگلے ٹریبل پر ایک ٹریبل۔ پانچ چین۔ سات ٹریبل پر ۷ ٹریبل ٭

ساتویں قطار۔ ۷ ٹریبل پر ۷ سلپ سٹیچ ۳ چین (یہ چین بجائے ایک ٹریبل ہوں گے) ۵ چین کے خانے میں ۵ ٹریبل اور ایک ٹریبل خانے کے ساتھ کے ٹریبل پر۔ تین چین اگلے پانچ چین کے خانے میں۔ ایک ڈبل کروشیا۔ ۳ چین اگلے ٹریبل پر ایک ٹریبل۔ ۳ چین۔ ۵ چین کے تیسرے خانے میں ایک ڈبل کروشیا۔ تین چین ایک بند خانہ یا ۴ ٹریبل (ایک اگلے ٹریبل پر۔ ۲ خانہ میں اور ایک خانے کے ساتھ ٹریبل پر) ایک کھلا خانہ ایک بند خانہ ۲ کھلے خانے۔ ایک بند خانہ۔ ۳ چین ٭

آٹھویں قطار۔ ایک بند خانہ۔ ۲ کھلے خانے ایک بند خانہ۔ ایک کھلا خانہ۔ ایک بند خانہ۔ ۵ چین۔ اگلے ٹریبل پر ایک ٹریبل۔ ۵ چین اگلے ۷ ٹریبل پر ۷ ٹریبل ٭

نویں قطار۔ ۷ ٹریبل پر ۷ سلپ سٹیچ۔ ۳ چین ۵ ٹریبل۔ پانچ چین کے خانے میں اور ایک اگلے ٹریبل پر۔ ۳ چین دوسرے ۵ چین کے خانہ میں ایک ڈبل کروشیا۔ ۳ چین اگلے ۴ ٹریبل میں سے پہلے پر ایک ٹریبل۔ پھر ایک کھلا خانہ۔ ایک بند خانہ۔ ۲ کھلے خانے ایک بند خانہ۔ تین چین ٭

دسویں قطار۔ دوسری قطار کی مانند ہو ٭

لیس کا نمونہ ختم ہو گیا۔ اب تیسری قطار سے دسویں قطار تک ان آٹھ قطاروں کو بار بار دہراتی جائیں۔ یہاں تک کہ ضرورت جتنی لیس تیار ہو جائے ٭

راقمہ ایل۔ ایف

کروشیا کی کتابیں

محفل تہذیب میں متعدد دفعہ کروشیا کی انگریزی کتابوں کے استفسار میری نظر سے گزرے۔ مگر میں اپنی تصنیف کے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکی۔ اب ذیل میں چند انگریزی کتب کے نام اور ان کی قیمت اور ملنے کا پتہ درج ہے۔ ساتھ ہی ان کے متعلق اپنی ناچیز رائے بھی لکھے دیتی ہوں۔ تاکہ بہنوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ کتابیں کس حد تک مفید ہیں۔ میں نے خود تو سوائے دو تین انگریزی کروشیا کی کتابوں کے کوئی چوتھی کتاب نہیں خریدی۔ ہاں ایسی بہت سی کتابیں اور ویلڈن نیڈل ورک Weldon's Needle Work کے بیسیوں رسائل نظر سے گزرے

ہیں + ایک رسالہ میں بہ شکل دو تین لیسیں۔ ایک جھالر ایک ٹی کوزی وغیرہ ہوتی ہے۔ مگر ایک ایک رسالہ کی قیمت ۱۲؍ آنے سے کم نہیں ہوتی۔ غرض قیمت کے لحاظ سے اس میں کچھ نہیں ہوتا + متعدد رسائل اور کتابیں دیکھنے کا اتفاق مجھے ایسے ہوا۔ کہ ہمارے ہمسایہ میں میرے والدین کی ایک معزز دوست عیسائی خاتون مقیم تھیں + وہ کروشیا کے کام میں بڑی ماہر تھیں۔ ان کے پاس سالہا سال کے کروشیا کے ویلڈن کے رسائل موجود تھے + انہوں نے ازراہ شفقت مجھے تمام رسائل دیکھنے کے لئے دے تھے۔

میں نے ان میں سے نہایت خوبصورت نقشے منتخب کر کے اس مجموعہ کو گلدستہ کروشیا کے نام سے شائع کیا ہے +

ذیل میں تمام کتابوں کے نام اور ملنے کا پتہ درج ہے۔ ہر ایک کتاب ۸؍ میں مل سکتی ہے۔

(1) Distinctive Crochet

(2) Needle Work Economics

(3) Hardanger & Cross Stitch

(4) Beautiful Crochet on House hold Linen

(5) Artistic Crochet

(6) The Modern Knitting Book

(7) The Cult of Needle

(8) The Modern Crochet Book

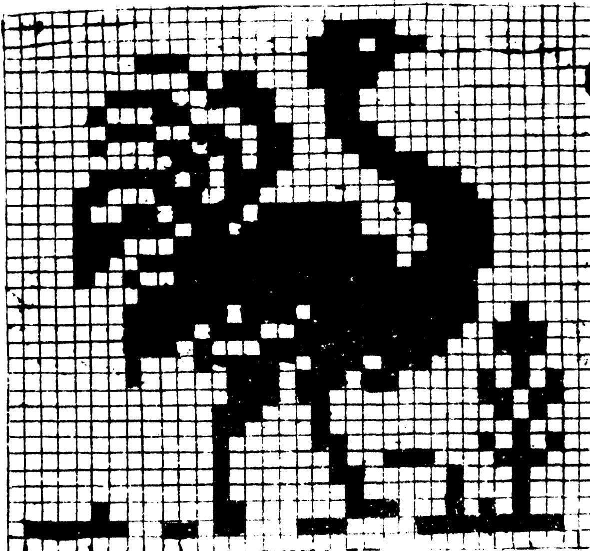
(9) The Craft of Crochet Hook

(10) The Home art Book of Fancy Stitchery

(11) The Home art Crochet Book

4, Bouverie Street London E. C. 4.

کروشیا کا شترمرغ



سیدہ م-ا
بیتول سی پی

دسترخوان پر

رس گُلّا

یہ مٹھائی چھانا سے تیار ہوتی ہے۔ بنگال میں اور خصوصاً ہُگلی ضلع میں تو چھانا نہ بنا بنایا تیار مل جاتا ہے۔ لیکن جہاں چھانا نہ مل سکے۔ وہاں کے لئے میں اس کی تیاری کی ترکیب لکھتی ہوں۔ پہلے دو سیر دودھ لے کر اس کو خوب جوش دیجے۔ اور جب دو تین اُبال آجائیں تو ایک لیموں کا رس نچوڑ کر اس میں ڈال دیجے۔ دودھ پھٹ جائے۔ تو اُتار کر موٹے اور صاف جھاڑن میں ڈال کر باندھ دیجے۔ اور کہیں اونچی جگہ لٹکا دیجئے۔ تاکہ سب پانی نچڑ جائے۔ پانچ چھ گھنٹے بعد استعمال میں لائیے۔ اب اس سے رس گلّے کی تیاری کی ترکیب لکھتی ہوں:۔

اگر نصف سیر چھانا تیار ہوا۔ تو ڈیڑھ سیر قند کا قوام تیار کیجئے۔ اور ایک چھٹانک چاول کا آٹا یا سوجی چھانا میں ملا کر خوب پھینٹئے جس قدر زیادہ پھینٹا جائے گا۔ رس گلا عمدہ تیار ہوگا۔ پھر الائچی خورد اور پستہ کی ہوائیاں کشمش کے دانے عرق گلاب میں ڈبو دیجئے چھانا کی تولہ تولہ بھر کے اندازے کٹوریاں سی بنا لیجئے۔ اور ان کے اندر پستہ کشمش اور الائچی وغیرہ ڈال کر گولیاں سی بنا دیئے۔ انہیں قوام میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیجئے۔ اور ہلکی ہلکی آنچ پر اتنا پکنے دیجئے۔ کہ قوام ایک تار کا ہو جائے۔ ٹھنڈا ہونے پر نوش کیجئے۔ نہایت عمدہ قسم کے لذیذ رس گلے تیار ہوں گے۔

خاکسار یعقوب بیگم از دھنیا گھلی

دودھ کی ترکاری

اول دودھ کو گرم کر کے اسے لیموں کی ترشی سے پھاڑ لیں۔ اور پھر پھٹے ہوئے دودھ کو کپڑے میں باندھ کر کہیں لٹکا دیں جب تمام پانی نچڑ جائے۔ تو اس کی موٹی روٹی سی بنا کر ہوا میں رکھ دیں۔ جب وہ سخت ہو جائے۔ تو چاقو سے قتلے کاٹ لیں۔ اور قتلوں کو گھی میں تل کر شلغم اور ترکاری کے پکائیں۔ نہایت مزے دار اور عمدہ ترکاری بنے گی۔

نایاب انتظار بیگم۔ از رہتک قلعہ

برلن سے ایک خط

محترمہ حامدہ بیگم کے نام تہذیب کی معرفت

میری پیاری بہن آپا حامدہ + بہت سے سلاموں کے بعد معلوم ہو۔ کہ آخر آپ نے سکوت توڑا۔ میں تو بالکل ناامید ہی ہوگیا تھا۔ اللہ تہذیب کی عمر دراز کرے۔ کہ جس کے ذریعے سے آپ نے پردیسی بھائی کو قریب سال بھر کے بعد پھر یاد کیا + ہاں آپا۔ میں تہذیب کو خوب جانتا ہوں۔ اس سے بھی پہلے سے جس کا ذکر آپ نے کیا + والدہ خدا بخشے اس کی خریدار شروع ہی سے تھیں جبکہ ہم لوگ بلند شہر میں تھے + سہارنپور تو دو سال بعد گئے تھے +

میں جب بھی تہذیب کو نہایت شوق سے پڑھا کرتا تھا۔ اور اب بھی مجھے تہذیب دیکھ کر نہایت خوشی ہوتی۔ فوراً ہی اول سے آخر تک پڑھا۔ تہذیبی بہنوں کے بناپے کا حال سن کر بھی بہت مسرت ہوتی + کاش کہ تمام تہذیبی بہنیں اپنے آپ کو ایک زبردست جماعت کی صورت میں منظم کر کے عملی کارنامے دکھائیں + یہاں جرمنی میں گو ہر فرقے کی زبردست جماعتیں (اور گائینرنشینی) ہیں + یہ جماعتیں جس بارے میں جو فیصلہ کرلیں۔ تمام عضا (ممبر) اس پر عمل درآمد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ورنہ جماعت سے خارج کردئے جاتے ہیں + کاش کہ تہذیبی بہنیں بھی ایک ایسی ہی زبردست جماعت بناسکیں۔ تو ہماری ہندوستانی بہنوں کے ہزارہا مسئلے حل ہو جائیں +

آپا! تم ہی اس کام کو شروع کرو۔ مددگار انشاءاللہ بہت مل جائیں گے + مگر یہ کام کرنے کے لئے حوصلہ اور مضبوط قوت ارادی کی بہت ضرورت ہے۔ مگر خدا کے لئے کہیں کوئی ایسا عہد نہ کر بیٹھنا۔ جیسا مجھے خط لکھنے کے بارے میں کرلیا ہے + ارے بی آپا۔ چاہے تم وہ ساڑی بھیجو۔ یا نہ بھیجو۔ مگر برائے خدا خط لکھنا تو بند نہ کرو + اچھا اس بات کا فیصلہ تہذیبی بہنوں پر ہی چھوڑ دو۔ لو یہی عملی کام کی ابتدا ہے۔ آپا تمہیں ایسا عہد کرنے کا حق ہے۔ کہ جب تک تم میری بیوی فاطمہ کو ساڑی نہ بھیج لو گی۔ مجھ کو ہرگز خط نہ بھیجو گی ؟ اور آپا ساڑی کا بھیجنا ہی ایسا کونسا مشکل کام ہے۔ کہ سال بھر ہوگیا۔ میں نے تو کبھی خواہش ظاہر بھی نہ کی تھی + آپ نے خود ہی کہا۔ اور پھر ایسی چپ سادھی کہ سال بھر ہوگیا۔ وہ بھی شکر ہے۔ کہ تہذیب موجود ہے۔ جس کے ذریعے سے آپ نے مجھ کو آخر یاد کیا + آپ نے تہذیب میرے نام جاری کردیا۔ اس کا شکریہ میں تہ دل سے ادا کرتا ہوں + ہندوستانی ڈاک ہر اتوار یا پیر کو آتی ہے۔ تہذیب کا بے صبری سے انتظار کیا کروں گا + انشاءاللہ

فرصت کے وقت کبھی کبھی مضمون بھی لکھوں گا۔

آج یہاں رمضان شروع ہے۔ پہلا روزہ ہے۔ آدھ گھنٹے میں افطار کر دوں گا۔ اللہ کے فضل سے برلن میں پچھلے دس سال میں رمضان کا کوئی روزہ ضائع نہیں ہوا۔ جاڑوں میں یہاں روزہ رکھنا کچھ مشکل بھی نہیں۔ آج ساڑھے سات بجے سورج نکلا تھا۔ اور پانچ بجے غروب ہوگا۔ تین بجے سحری کھائی تھی۔ پیاس کا تو نام نہیں۔ بھوک بھی برائے نام ہے۔ آج کل سردی اس قدر ہے۔ کہ آج تک برلن میں کبھی ایسی سردی نہیں پڑی۔ آخر دسمبر سے سخت سردی ہے۔ اور آج حد ہوگئی۔ صبح تھرمامیٹر میں پارہ صفر سے ۲۸ درجہ سنٹیگراڈ نیچے تھا۔ صفر پر پانی جم جاتا ہے۔ عموماً تین چار درجے صفر سے پارہ نیچے جایا کرتا ہے۔ زیادہ سردی ہوئی۔ تو تین چھ سات درجے نیچے۔ ابھی میں باہر گیا تھا۔ اس قدر سردی تھی۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کانوں میں سوئیاں کی چبھوئی جا رہی ہیں۔ اور ناک کی ہڈی گلی جا رہی ہے۔ کان کے پردوں پر عجیب قسم کا دباؤ پڑتا تھا۔ سانس ناک سے نکل کر اوپر کے ہونٹوں پر مونچھوں پر جم کر برف بن جاتا تھا۔ ایسا اب تک کبھی نہ ہوا تھا۔ گھر آیا۔ تو کانوں اور ناک میں حس کا نام نہیں۔ ایسی سردی میں آدمی کو کھانے کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے بھی ذرا بھوک لگتی ہے۔ یہ واضح رہے۔ کہ مجھ کو جرمنوں سے زیادہ سردی نہیں لگتی۔ گو چہل سال عمر گزر چکی ہے۔ مگر مزاج حال طفلی سے نہیں گزرا۔ کرکٹ وغیرہ کھیلتا ہوں۔ جس سے بڑھاپے کا اثر زیادہ معلوم نہیں ہوتا۔

آج تین دن کے بعد خط پھر شروع کرتا ہوں۔ چوتھا روزہ ہے۔ بدھ کا دن ہے۔ اور فروری کی ۱۳ تاریخ ہے۔ سردی کا وہی حال ہے سیکڑوں آدمی روزانہ شفاخانوں میں لے جائے جاتے ہیں راستوں میں ٹھٹھر جاتے ہیں۔ کئی ایک ٹھٹھر کر مر گئے۔ ایک غریب آدمی کے دونوں چھوٹے بچے پلنگ پر ٹھٹھر کے مر گئے۔ اللہ رحم کرے۔

میری بیوی اور دونوں بچے بیمار تھے۔ اب افاقہ ہے۔ مگر زینب پندرہ دن سے زیادہ سے بستر پر ہے۔ بخار کم ہو جاتا ہے۔ بالکل گیا نہیں۔ مجھ پر اللہ کا شکر ہے۔ کم از کم صحت اچھی ہے۔ اور یہاں کی کوئی نئی خبر نہیں۔ سب کا حال سن کر بہت خوشی ہوئی۔ شکر ہے۔ کہ سب اچھی طرح ہیں۔ اللہ سب کو عافیت اور حفظ وامان میں رکھے۔

زینب اور عبدالرحمن بہت بہت آداب عرض کرتے ہیں۔ فاطمہ خانم بھی سلام کہتی ہیں۔ زینب کو دوپٹے کی بہت خوشی ہے۔

خالدہ قائمہ کی شادی خانہ آبادی کا حال پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ سعادت دے اور خوشی

خوشی سے بسر ہو۔ وسیمہ وجمیلہ اور سعیدہ بانو کو بہت بہت دعا۔ بھائی اسعد کو سلام اور انہوں نے تو کبھی بھول کر بھی یاد نہیں کیا۔ اصل میں چوبیس سال میں آدمی ماں باپ کو بھی بھول جاتا ہے۔ اب تو پردیس میں رہتے رہتے جی گھبرا گیا۔ اپنوں کے دیکھنے کو دل تڑپتا ہے۔ آنکھیں ترستی ہیں۔ اللہ وہ دن لائے کہ خاک پاک ہندوستان پر پھر قدم رکھیں۔ والسلام

خاکسار محمد عبدالستار خیری

از برلن - جرمنی

محفل تہذیب

جناب محترم! السلام علیکم۔ غالباً آپ کو یاد ہوگا۔ کہ تہذیب میں محترمہ مس حجاب اسمٰعیل اور محترمہ محمودہ اختر صاحبہ نے دور حاضرہ کی تعلیم یافتہ خواتین کا جو تذکرہ میں مرتب کر رہا تھا۔ اس کی نسبت خواتین کو معلومات بہم پہنچانے کی جانب توجہ دلائی تھی۔ الحمد للہ کہ اب "تذکرہ جمیل" کی طباعت بالکل ختم ہو جائے گی۔ اور میں مہینہ پندرہ روز میں اس کو پبلک میں پیش کر سکوں گا۔ یہ تذکرہ باتصویر ہے۔ آپ اس کی اطلاع اپنے اخبار میں شائع فرما دیجئے۔

خاکسار محمد عبدالرزاق بسمل

میں نہایت رنج وقلق کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میرے دادا صاحب ۵ اشعبان المعظم بروز بدھ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ دادا صاحب صوم وصلوٰۃ کے پابند اور برگزیدہ ہستی تھے۔ بہنیں مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اگر ہو سکے۔ تو ایک ایک پارہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو ثواب بخشیں۔

خاکسار دختر محمد سلطان حیدر ڈپٹی کلکٹر باندہ (بندیلکھنڈ)

میری ہمشیرہ کے ہاں ۲ رمضان شریف کو۔ اور میرے بھائی جان کے ہاں ۱۶ عید المبارک کو لڑکا پیدا ہوا ہے۔ بہنیں ازراہ عنایت دونوں کے لئے تاریخی نام تجویز کر دیں۔ میرا پتہ یہ ہے:-

دختر شیخ عبدالمجید صاحب سب انسپکٹر پولیس تھانہ حجرہ۔ ضلع منٹگمری۔ ریلوے اسٹیشن ریناله

ہمیں ۱۳-اکتوبر اور ۱۱-اگست ۱۹۲۸ء کے تہذیب کے پرچوں کی بے حد ضرورت ہے۔ جو بہنیں باقاعدہ فائل نہ رکھتی ہوں یا ان کے پاس یہ پرچے زیادہ ہوں۔ وہ دفتر تہذیب میں بھیج کر ممنون فرمائیں۔

ولائتی معلومات

(خاص تہذیب کے لئے)

بدوی عورتیں

صحرا کی بدوی عورتوں کے متعلق عموماً لوگ طرح طرح کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ حقیقت میں ان کی زندگی کو نہ تو عیش و آزادی کی زندگی کہا جاسکتا ہے۔ اور نہ بالکل غلامی اور پستی کی زندگی۔

یہ سچ ہے کہ اکثر بدوی عورتیں کھیتی باڑی اور بھیڑ بکریاں چرانے کے ایسے مشکل اور محنت طلب کام سرانجام دیتی ہیں۔ لیکن اُن کی بادیہ نشینی کی زندگی اور تربیت کا خیال کیا جائے۔ تو یہ کام کچھ کٹھن نہیں معلوم ہوتے۔ علاوہ ازیں بدوی عورتیں کپڑا بنتی ہیں۔ نیز کھانے پکانے اور خانہ داری کا انتظام بھی انہی کے سپرد ہوتا ہے۔

بدوؤں میں ایک بات نہایت قابل قدر ہے۔ کہ باوجود ہر مسلم کو چار بیویاں کرنے کی اجازت ہے تاہم ان میں کثرت ازدواج کی رسم بہت کم دیکھی گئی ہے۔ عام طور سے جب کسی بیوی کے اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ تو صرف اس صورت میں اُس کا شوہر دوسری شادی کرتا ہے۔ صحرا میں قبائل کا بل اور اقتدار مردوں کی تعداد ہی پر منحصر ہوتا ہے۔ چنانچہ بیوی بھی اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے شوہر کے دوسری شادی کرنے کو برا نہیں سمجھتی۔ بلکہ بعض اوقات تو یہاں تک دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر میاں دوسری شادی کرنے پر رضامند نہ بھی ہو تو یہ خود اسے دوسری شادی کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

کثرت ازدواج کی طرح طلاق کی بھی بہت کم نوبت آتی ہے۔ گو اسلامی دنیا میں مردوں کا طلاق دینا بڑی معمولی بات ہے۔ جب کبھی کسی ناخوشگوار بنا پر شوہر بیوی کو طلاق دیتا ہے۔ تو ایک اُونٹنی یا اُسکی قیمت کا روپیہ بطور مہر دیکر اسے اُس کے میکے میں بھیج دیتا ہے۔

صحرا کی عورتیں پردے کی قید میں نہیں رہتیں۔ جب کبھی انہیں کوئی سفر درپیش ہوتا ہے۔ تو عام طور پر کھلے بند سفر کرتی ہیں۔ اگر دُور سے کوئی غیر مرد آتا نظر آجائے۔ تو اپنے چہرہ کو چادر کی اوٹ میں کر لیتی ہیں۔

بدوی عورتیں نہایت مضبوط قومی کی ہوتی ہیں۔ سوسائٹی میں انہیں بہت وقعت حاصل ہے۔ روپے پیسے کا خرچ اور تمام خانگی معاملات انہی کے اختیار میں ہوتے ہیں۔

بدوی عورتیں نہایت سادہ مگر دلکش خط و خال کی ہوتی ہیں + ہار سنگار اور بناؤ چناؤ کی بیحد دلدادہ ہیں۔ چہرہ پر خال گُدھواتی ہیں۔ ہونٹوں پر سُرخی ملتی ہیں۔ عموماً ان کی ٹھوڑیوں پر طرح طرح کے نقش و نگار گُدھے ہوتے ہیں۔ اور کنپٹیوں پر کسی پرند کی تصویر بھی ہوتی ہے +

کنپٹیوں پر پرندوں کی تصویر گُدھوانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ بدوؤں کی بڑی بوڑھیوں کا خیال ہے۔ اس سے بہت سی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور خبیث روحیں پاس نہیں پھٹکنے پاتیں + آنکھوں میں کاجل کا استعمال اس درجہ بڑھا ہوا ہے۔ کہ بدوی عورتوں کی آنکھوں کے ڈورے سیاہ ہو جاتے ہیں + انکا خیال ہے کہ کاجل لگانے سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اور تمازت آفتاب کا اثر نہیں ہوتا +

بدوی عورتوں کو جواہرات سے بھی از حد دلبستگی ہے۔ صحرا میں شاید ہی کوئی عورت ایسی نظر آئے۔ جو کچھ نہ کچھ جواہر نہ پہنے ہو وہ عورتیں جو غریب ہیں۔ اور قیمتی جواہرات نہیں خرید سکتیں۔ ان کے گلوں میں بھی طرح طرح کے منکوں کا ہار ضرور دیکھا جاتا ہے +

بدوی عورتوں کا گھر بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور سامان اس قدر تھوڑا کہ اچھے خاصے امیر گھر میں بھی چند برتنوں سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ بعض گھروں میں مسندیں بھی نظر آتی ہیں۔ لیکن ان کی تعداد بہت محدود ہے +

بدوؤں کے گھر مٹی کے بنے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ زن و مرد اور بچے سارا سارا وقت باہر سورج کی روشنی میں گزارتے ہیں۔ ان کے گھر محض رات کو پڑ رہنے کے کام آتے ہیں + رات کو عموماً کھجور کی چٹائیوں پر لیٹے ہیں۔ ہر گھر میں علیحدہ علیحدہ چولھا بنا ہوتا ہے۔ سردیوں میں ٹھنڈ سے بچنے کے لئے یہ چولھوں کے پاس ہی پڑ رہتے ہیں +

بادی النظر میں بدوی عورتوں کی زندگی کیسی ہی کٹھن معلوم ہو۔ لیکن حقیقت میں وہ اسے ایسی کٹھن نہیں سمجھتیں + وہ نہایت زندہ دل اور مسرور ہوتی ہیں۔ شام کو گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر بوڑھی جوان سب کی سب چھت کی منڈیروں پر بیٹھ جاتی ہیں۔ اور آپس میں دل لگی کی باتیں کرتی ہیں +

خلع کا مسئلہ

لندن کے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف کا نمایندہ مقیم قاہرہ رقم طراز ہے کہ ان دنوں مصر کی مجلس وزارت طلاق کے متعلق چند اہم تجاویز پر غور کر رہی ہے جن کے محرک وزیر مالیات احمد پاشا ہیں +

موجودہ قانون ہے۔ کہ ایک مصری شوہر تین بار مختلف اوقات پر طلاق کی خواہش کا

اظہار کرکے بیوی سے علیحدہ ہوسکتا ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض شوہر اس قانون سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ طلاق کی خواہش ظاہر کرکے اپنی بیویوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ چنانچہ طلاق کے نئے قانون میں مزید پابندیاں عاید کی جاری ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ اگر شوہر نشے کی عادت میں ہو تو اُس کی خواہش طلاق کو قانونی حیثیت نہ دی جائے +

اس مسودہ تجاویز میں عورتوں کے خلع کے متعلق دو باتیں نہایت قابل قدر ہیں + ایک یہ کہ اگر شوہر بیوی سے نامناسب برتاؤ کرے۔ تو بیوی اسی وقت قاضی کے سامنے خلع کی درخواست پیش کر دے +

دوسرے یہ کہ اگر شوہر بیوی سے برابر ایک سال تک نہ ملے تو بھی بیوی خلع کی درخواست کرسکتی ہے +

مصر میں حنفی قانون رائج ہے۔ اور بڑے بڑے قانون دانوں کی رائے ہے۔ کہ یہ ترمیمات امام ابوحنیفہ کے ارشادات کے خلاف نہیں +

مصر کے وزیر اعظم محمد محمود پاشا مسئلہ خلع کے متعلق ان ترمیمات کے حق میں ہیں + آپ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عورتوں کی اس آزادی سے پورا اتفاق ہے۔ کیوں کہ اس سے ہماری قوم کی سچی اصلاح مقصود ہے + پاشائے موصوف اعتدال کے ساتھ ترقی کرنے کے قائل ہیں۔ اور بساط سے بڑھ کر چھلانگ مارنے کو ملک اور رعیت دونوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں +

ایک بیش قیمت پھولدان

انگلستان کے لارڈ پورٹ لینڈ نے اپنا ایک نہایت بیش قیمت پھولدان عرصہ سے برطانوی عجائب گھر میں نمائش کی غرض سے رکھا ہوا تھا۔ یہ پھولدان قدیم رومن صنعت کا بے مثال نمونہ اور کئی سو سال کا بنا ہوا ہے + اس کی اونچائی ۹½ اور گھیر ۷ انچ ہے۔ اور اس پر نہایت خوبصورت تصویریں کھدی ہوئی ہیں + لارڈ پورٹ لینڈ اب اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ یہ رومن صنعت کا نمونہ ہے۔ اس لئے ایک طرف تو اطالوی چاہتے ہیں۔ کہ اپنے وطن کی اس نادر چیز کو خود خرید لیں۔ دوسری طرف امریکن اسے خریدنے کو بے تاب ہیں۔ اور قیمت میں ہزاروں پونڈ کی رقم پیش کر رہے ہیں۔ ادھر انگریز بھی یہ نہیں چاہتے۔ کہ ایسی قابل قدر چیز ان کے ملک سے نکل جائے اس کی فروخت کے لئے ۲ مئی کی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ دیکھیئے کونسا ملک سب سے بڑی بولی دے کر اس نادر روزگار چیز کو خریدتا ہے +

آجکل کی عورتوں کے پاؤں

لندن کے ایک مشہور و معروف موچی کا بیان ہے۔ کہ جنگ کے بعد سے عورتوں کے پَیر پہلے کی نسبت زیادہ بڑے ہو گئے ہیں۔ یہ موچی کہتا ہے۔ کہ اس تغیر کی وجہ آج کل کی عورتوں کی صحت اور آزادانہ زندگی ہے۔

گولف، ٹینس اور رقص کی کثرت اور موجودہ طرز معاشرت کی بڑھی ہوئی آزادیوں اور مردانہ مشاغل اور پیشوں میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے کے شوق نے عورتوں کو آج سے پندرہ سال پہلے کی نسبت بہت زیادہ صحت مند بنا دیا ہے۔ انگلستان ہی نہیں۔ امریکہ اور اکثر یورپی ممالک کی عورتوں کے پیروں پر بھی جنہیں اپنے چھوٹے پیروں پر بڑا ناز ہوا کرتا تھا۔ اس کا ایسا ہی اثر پڑا ہے۔

یہ موچی بیان کرتا ہے۔ کہ آج کل جو عورتیں ہماری دکان پر بوٹ خریدنے آتی ہیں۔ ان کے پاؤں کا سایز اوسطاً ۴½ اور ۵ کے درمیان ہوتا ہے حالانکہ پہلے ۳ اور ۳½ کے درمیان ہوتا تھا۔

ایک اور مشہور موچی نے بھی اس کی تصدیق کی اور کہا۔ میں تو سات سات سایز کے بھی بے شمار بوٹ بیچ چکا ہوں۔ اور نو نو سایز کے بوٹ بھی اچھی خاصی تعداد میں بک چکے ہیں۔

مکسیکو کی عورتیں

مکسیکو کی عورتوں کے متعلق اب تک جس قدر اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دوسرے ممالک کی عورتوں کی طرح مکسیکو کی عورتیں بھی اپنے حقوق کے لئے مردوں سے برسرپیکار ہیں۔

مکسیکو میں عورتوں کی یہ تحریک روز بروز زیادہ زور پکڑتی جا رہی ہے۔ اس تحریک کی بانی اور رہنما خواتین کہتی ہیں: "اس جدوجہد سے ہمارا یہ مقصد نہیں۔ کہ عورتوں کو مردوں کی جگہ دے دی جائے۔ ہم صرف اپنے جائز حقوق اور اپنی بہنوں کی آزادی چاہتی ہیں۔ اور یہ کہ انہیں ملک کے قوانین اور رسم و رواج میں پوری پوری آزادی حاصل ہو۔"

اگرچہ مکسیکو کی عورتیں انگلستان اور امریکہ کی عورتوں کی طرح اونچے کرتے پہنتی ہیں۔ بال ترشواتی ہیں۔ اور سر عام بے جھجک ہو کر سگرٹ کے کش لگاتی ہیں۔ تاہم بقول سینورٹیا بولیو انہیں ابھی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔

خبریں اور نوٹ

قسطنطنیہ ۲۲ مارچ۔ حکومت ترکی کا ارادہ ہے کہ وہ ایک ایسا قانون نافذ کرے۔ جس کے ذریعے سے ان تمام ناکتخدا مردوں اور عورتوں پر جو سرکاری ملازم ہوں۔ اور لاولد بیواؤں اور رنڈوؤں پر ٹیکس لگایا جائے۔ اور اس طرح جو رقم وصول ہو۔ اس میں سے کچھ حصہ ان لوگوں کی مدد معاش کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ جن کے پانچ سے زیادہ بچے ہیں +

قسطنطنیہ ۲۰ مارچ۔ ترکی پارلیمنٹ میں عنقریب ایک مسودۂ قانون پیش ہوگا۔ جس کی رو سے ان عورتوں کو جن کی عمر ۱۸ سال ہو۔ میونسپلٹی کے ارکان کے انتخاب میں رائے دہی کا حق عطا کر دیا جائے گا + خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اس قانون کے بعد عورتوں کو ترکی پارلیمنٹ میں ارکان منتخب ہونے کا حق بھی دیدیا جائے گا +

قاہرہ کا تار۔ مجلس وزراء نے اپنے ۱۷ مارچ کے اجلاس میں انگلستان و مصر کے مالی معاہدہ کی تصدیق کر دی ہے + حکومت مصر نے ان نقصانات کے معاوضہ میں روپیہ دینے کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ جو زمانۂ جنگ میں تارپیڈو لگنے سے جہازوں کو پہنچے۔ کیونکہ یہ جہاز مصر کے لئے کوئلہ لا رہے تھے۔ اس کے علاوہ مصر نے عثمانی قرضے کی بابت اپنا اصل اور سود کا حصہ رسدی ادا کرنے کی بھی حامی بھر لی ہے۔ جو ۱۹۲۴ء سے اب تک ادا نہیں کیا ہے + غرض کہ حکومت مصر بعد وضع کرنے ان نقصانات کے معاوضے کے جو اسے جنگ عظیم میں خود اٹھانے پڑے ہیں۔ برطانیہ کو تقریباً ۳۰ لاکھ پونڈ ادا کریگی +

طہران کی خبر ہے۔ کہ ایران کی وزارت ڈاک و برقیات اور عراق کے حکام ڈاک خانہ کے درمیان ایک سمجھوتہ طے ہوا ہے۔ اس کے مطابق یکم اپریل سے ڈاک ہوائی جہازوں پر سرحد تک لے جانے کی بجائے جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔ براہ راست بغداد لے جائی جائے گی +

طہران ۲۸ مارچ۔ آذربائیجان کا جنرل افسر کمانڈنگ کُردوں کے ساتھ ایک لڑائی میں مارا گیا ہے۔ کیونکہ کردوں نے جدید ایرانی لباس اور پہلوی ٹوپی پہننے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کچھ عرصہ سے وہاں حکومت کے خلاف کارروائیاں کی جا رہی تھیں + بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد آذربائجان کے قریب ایک مقام پر فوجیں جمع کی جا رہی ہیں۔ صورت حالات ابھی اخفا میں ہے +

اس ہفتے افغانستان کے متعلق بہت امید افزا خبریں آئی ہیں۔ جن میں بعض کی صحت

پر کامل یقین کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ افغان قونصل مقیم دہلی کو دفتر خارجہ قندھار سے مندرجۂ ذیل تار ملا ہے:۔

۳۰ مارچ کو شاہ امان اللہ خاں ہرات قندھار۔ فرح ہزارہ اور دوسرے قندھاری قبائل کے لشکر جرار کے ساتھ کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔ قندھار کی درانی اقوام کا لشکر بھی آپ کے ساتھ ہے +

دہلی یکم اپریل۔ معتبر خبر ہے۔ کہ بچہ سقہ نے قوم وردک سے ساز باز کر کے ان کے علاقہ میں سے اپنی فوج کو غزنی تک لے جانے کے لئے بندوبست کر لیا ہے۔ ورنہ اب تک وردک قوم کابل کے جنوب میں سڑک پر بچہ سقہ کو برابر حیران و پریشان کر رہی تھی + اس طرح بچہ سقہ نے غزنی تک آمدورفت کا راستہ اپنی فوج کے لئے قایم کر لیا ہے +

خبر ہے۔ کہ بچہ سقہ کی فوج کا ہراول دستہ غلزائی اقوام کے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مقام قلات غلزئی سے ایک منزل قریب تک پہنچ گیا ہے + شاہ امان اللہ خاں کا ہراول دستہ بھی اس مقام پر پہنچ گیا ہے +

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خاں نے تقریباً ۴۰ ہزار فوج کے ساتھ کابل پر چڑھائی کی ہے۔ اور سامان رسد چھ ماہ کی جنگ کے لئے کافی ہے +

شاہ امان اللہ خاں نے جرمنی سے ۱۲ ہوائی جہاز خریدے ہیں۔ جو ہرات پہنچ گئے ہیں + کہتے ہیں۔ کہ کئی روسی ہوائی جہاز بھی آئے ہیں +

اطلاع ملی ہے۔ کہ ملکہ ثریا بھی میدان جنگ میں عملی حصہ لے رہی ہیں۔ چنانچہ آپ بڑے بڑے شہروں میں تقریریں کر کے عورتوں کی ایک فوج تیار کر رہی ہیں + یہ زنانہ فوج زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی اور حفاظت کا انتظام کرے گی +

لندن ۲۵ مارچ۔ ڈیوک آف گلوسٹر جاپان روانہ ہونے والے ہیں + آپ شہنشاہ جاپان کو آرڈر آف گارٹر دیں گے + شہزادہ موصوف کروزر میں سفر کریں گے۔ اور ۲ مئی کو ٹوکیو پہنچ جائیں گے + یہ آرڈر انگلستان کا قدیم اور معزز ترین امتیاز ہے۔ اور اس سے جاپان و انگلستان کے شاہی خاندانوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کا اظہار مقصود ہے + آرڈر آف گارٹر ملک معظم کی طرف سے پیش کیا جائے گا +

مسٹر ہُوور صدر جمہوریہ امریکہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس جہاز کے عملے کو جو صدر کے لئے مخصوص ہے۔ سرکاری طور پر رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں + اس کے عملے سے کسی جنگی جہاز پر کام لیا جائے + اس طرح قومی خزانے کو ۴۰ ہزار پونڈ سالانہ کا فائدہ ہو جائے گا +

بادشاہ سلامت کے چوتھے فرزند شہزادہ جارج نے محکمۂ بحری سے مستعفی ہو کر محکمہ سول میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔ اور آپ محکمۂ مذکور کے صیغۂ خارجہ میں کام کریں گے۔ شہزادہ موصوف کے بڑے بھائی ان سے قبل فوجی اور بحری محکمہ جات میں کافی تجربہ حاصل کر چکے ہیں۔ لیکن محکمۂ سول میں کام کرنے کے لحاظ سے شہزادہ جارج نے شاہی خاندان میں سب سے پہلی مثال قایم کی ہے۔

حکومت جاپان کے صدر پارلیمنٹ مسٹر موتورا نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا ہے۔ آپ ۱۹۰۸ء سے برابر پارلیمنٹ کے صدر ہوتے چلے آرہے تھے۔

چین و جاپان کے درمیان ایک معاہدہ کی رو سے یہ طے ہو گیا ہے۔ کہ دو ماہ کے اندر اندر شانٹنگ سے تمام جاپانی فوج ہٹا لی جائے گی۔ اس کے بعد چین کی قومی حکومت جاپانیوں کے جان و مال کے تحفظ کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر لے لے گی۔ چین و جاپان کا ایک مشترکہ کمیشن نانکنگ کے حادثات میں ہونے والے دونوں قوموں کے نقصانات کی تحقیقات کرے گا۔ اس معاہدہ کے اخیر میں یہ توقع ظاہر کی گئی ہے۔ کہ چین و جاپان کے تعلقات ترقی کرتے جائیں گے۔

لندن سے خبر آئی ہے۔ کہ فرانس میں جب جنگ ہو رہی تھی۔ اس زمانے میں ایک افسر زخمی ہوا۔ ایک سپاہی اس کو اٹھا کر ڈریسنگ اسٹیشن لے جانے لگا۔ افسر نے اس وقت یہ الفاظ کہے۔ "میں تمہاری اس مہربانی کو کبھی نہ بھولوں گا"۔ اس زبانی وعدہ کا ایفا اس طرح ہوا۔ کہ لفٹنٹ گرینتھ کے مختار نے بیونرڈ وایلڈ کو مقام ٹیوٹربڈگر سے اطلاع دی۔ کہ لفٹنٹ مذکور مر گیا ہے۔ اور وہ اس کے نام ۸۰۰۰ پونڈ کی رقم چھوڑ گیا ہے۔

لندن کا تار۔ جرمنی نے برطانیہ کے ہلکے ہوائی جہازوں کی منڈی میں بہت رسوخ پیدا کر لیا ہے۔ ۲۱ مارچ کو کرائیڈن میں اس کا مظاہرہ کیا گیا۔ ایک جرمن ہوا باز ایک نہایت خوشنما دو نشستوں والے ہلکے ہوائی جہاز پر اڑا۔ یہ ہوائی جہاز عنقریب برطانیہ میں ۴ سو ۹۵ پونڈ میں فروخت کیا جائے گا۔ یہ قیمت برطانیہ کے نہایت سستے ہلکے ہوائی جہاز کی قیمت سے سوا سو پونڈ کم ہے۔

فرانس الکٹریکل انجنیر اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ کہ ایفل ٹاور سے لاسلکی کی لہروں سے پیرس کے کل مکانات کو برقی حرارت پہنچانے میں کامیابی کا کہاں تک امکان ہے۔ ایک ماہر الکٹرک کی رائے ہے۔ کہ وائرلیس کے ذریعے سے مکانات کو گرم کرنا ایک یقینی بات ہے۔

انگلستان میں صرف ایک عورت ایسی ہے۔ جو ہاتھ سے اینٹیں بنانے کا کام کرتی ہے۔ اس کے کارخانہ واقعہ نورفولک میں ہر سال پانچ لاکھ اینٹیں تیار ہوتی ہیں۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت سردار غلام رسول صاحب اڈیشنل سب جج بہادر ترنتارن

دیوان چند ولد جوالاداس کھتری ساکن تیشہ۔ مدعی

بنام

چراغ - جلال پسران فتا ارائیں ساکن تیشہ تحصیل ترنتارن

دعوےٰ ۲۰۰/-

مقدمہ ہذا میں مدعی کی درخواست ہے کہ مدعا علیہم تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم بتاریخ ۱۱-اپریل ۱۹۲۹ء حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کی اصالتاً یا وکالتاً نہیں کریں گے۔ تو ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۲۹ء بدستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

دستخط حاکم　　　　مہر عدالت

اشتہار زیر قاعدہ ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب جونیر سب جج صاحب بہادر ضلع لائلپور

بھائی سکھ دیال ۔ سندر سنگھ پسران بھائی مول سنگھ ذات پروہتی ساکن احمد آباد ضلع جھنگ

بنام

عمر بخش ولد علی گوہر ذات جٹ ساکن چک ۲۴۶/ج ب تحصیل لائلپور

دعوےٰ ۵۰۰/ فک

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی عمر بخش تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر عمر بخش مذکور بتاریخ ۳ مئی ۱۹۲۹ء کو بمقام لائلپور حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آ سکے گی۔

آج بتاریخ ۱۸ مارچ ۱۹۲۹ء بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم　　　　مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت سردار غلام رسول صاحب اڈیشنل سب جج بہادر ترنتارن

دیوان چند ولد جوالا داس کھتری ساکن تیشہ - مدعی

بنام

چراغ - جلال پسران متا ارائیں ساکن تیشہ تحصیل ترنتارن

دعوے ۵۰۰/-

مقدمہ ہذا میں مدعی کی درخواست ہے - کہ مدعا علیہم تعمیل سمن سے عمداً گریز کرتے ہیں - لہذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے - کہ اگر مدعا علیہم بتاریخ ۲۰-اپریل ۱۹۲۹ء حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کی اصالتاً یا وکالتاً نہیں کریں گے - تو ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ ہوگی -

آج بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۲۹ء بدستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری ہوا -

دستخط حاکم   مہر عدالت

اشتہار زیر دفعہ ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب جونیئر سب جج صاحب بہادر ضلع لائلپور

بھائی سکھ دیال - سندر سنگھ پسران بھائی مول سنگھ ذات پروہتی ساکن احمد آباد ضلع جھنگ

بنام

عمر بخش ولد علی گوہر ذات جٹ ساکن چک ۱۶۷/ج ب تحصیل لائلپور

دعوے ۵۰۰/- لہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی عمر بخش تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتا ہے - اور روپوش ہے - اس لئے اشتہار ہذا جاری کیا جاتا ہے - کہ اگر عمر بخش مذکور بتاریخ ۳ مئی ۱۹۲۹ء کو بمقام لائلپور حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگا - تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آسکے گی -

آج بتاریخ ۱۸ مارچ ۱۹۲۹ء بثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت کے جاری ہوا -

دستخط حاکم   مہر عدالت

عصمت کا جوبلی نمبر

۲۵۶ صفحوں کا شاندار علمی ذخیرہ۔ ایک تہائی کے قریب رنگین صفحات

۶۰ تین رنگ دو رنگ اور ایک رنگ کی منظیر تصویریں ۱۲ تصویروں کے بلاک یورپ میں طیار ہوئے

مضامین بہترین لکھنے والی خواتین اور چوٹی کے انشاپردازوں کے ۴۴ مضمون علامہ راشد الخیری مدظلہ کا

جرمنی سے پروفیسر ستار خیری ایم اے

تحریر فرماتے ہیں "عصمت کا جوبلی نمبر ماشاء اللہ نہایت شاندار ہے۔ سائز مرغوب۔ چھپائی صاف اور خوبصورت مضامین دلچسپ اور مفید۔ ترتیب مضامین لائق تحسین۔ تصویریں نہایت عمدہ۔ غرض ہر پہلو سے جوبلی نمبر قابل تعریف ہے۔ یہاں جرمنی میں بھی اس کی تعریف ہو رہی ہے۔ زنانہ اخباروں کے اڈیٹروں نے بہت دلچسپی سے عصمت کے اس خاص نمبر کو دیکھا اور پسند کیا اور انھیں معلوم ہو گیا کہ ہاں اردو بھی کوئی زبان ہے۔ خدا عصمت کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے۔

مسٹر عبدالرحمن علوی بی اے ڈپٹی انسپکٹر مدارس

بہرائچ کی رائے ہے عصمت کا شاندار جوبلی نمبر اشتہارات سے بدرجہا بڑھا چڑھا پایا۔ پرچہ دلفریب مفید عمدہ اور دل آویز منتخب مضامین کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے طباعت اچھی کاغذ نفیس مضامین کی عمدہ ترتیب مدیرکی اعلیٰ ذہانت اور قابلیت کا ثبوت ہے تصاویر دلفریب اور سبق آموز ہیں۔ اس پرچے کی زبان کے متعلق میرا کچھ لکھنا بڑے سے سورج کو ... علامہ راشد الخیری کی نگرانی میں قوم کی خدمت کر رہا ہو واقعتاً آفتاب کے آگے چراغ جلانا ہے" جوبلی نمبر اگر معنوی محاسن کا گنجینہ ہے تو ظاہری خوبیوں کا خزینہ۔ بیشمار اہل علم اور اڈیٹر صاحبان اس نمبر کی تعریف میں اپنے قلم کو کافی جنبش دے چکے ہیں۔ اب مزید تعریف کیلئے الفاظ نہیں ملتے واقعی "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" المختصر جوبلی نمبر اپنی نظیر آپ ہے"

عصمت برابر پابندی وقت کا خیال رکھکر شایع ہو رہا ہے میری نظر سے ہندوستان کے تمام زنانہ پرچے گزرتے ہیں مگر میں ان سب پرچوں پر "عصمت" کو بہمہ وجوہ ترجیح دیتا ہوں جس شان آپ پر اور پیارے عصمت پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔

ہندوستان کے مشہور اخبارات و رسائل اور مشاہیر قوم کی رائے ہے کہ عصمت جوبلی نمبر سے زیادہ دلچسپ و مفید خوبصورت و شاندار خاص نمبر آج تک اردو میں شائع نہیں ہوا۔

عصمت جوبلی نمبر اردو صحافت میں ہمیشہ یادگار رہیگا ۱۲ خرچ کر کے آپ آج ہی عصمت جوبلی دیکھ سکتی ہیں جلدی کیجئے بہت تھوڑے سے پرچے رہ گئے ہیں عصمت جوبلی نمبر دس روپیہ میں بھی سستا ہے۔

خریداران عصمت سے صرف ۱۲

منیجر عصمت دہلی

از ... محترمہ آصف جہاں بیگم۔ مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ ... پرنٹر چھپا اور ... سے ... اگست ... شائع ہوا

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

جو

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۲	لاہور ہفتہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۹ء	نمبر ۵۲

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۲۶ رجب المرجب ۱۳۴۸ھ

فہرست مضامین

فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ

مطبوعات دار الاشاعت پنجاب کی قیمتوں میں رعایت کی اطلاع دوسرے اخبارات و رسائل میں بھی کی جائے۔

اور جنوری کے مہینے میں ان لوگوں کو بھی رعائت سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا جائے۔ جن کی نظر سے تہذیب نسواں اور پھول نہیں گزرتا

اس لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ

۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء

تک دار الاشاعت پنجاب کی ان تمام کتابوں کی قیمت میں رعائت دی جائے گی۔ جن کی فہرست ۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کے اخبار تہذیب نسواں میں شائع ہو چکی ہے۔

فہرست طلب کرنے پر پھر دفتر سے روانہ کی جا سکتی ہے۔

مینیجر دار الاشاعت پنجاب۔ لاہور

دفتر تہذیب نسواں و پھول ۷ ریلوے روڈ۔ لاہور

جہیز اور بری کی نمائش

مسلمان ویسے ہی غریب ہیں۔ اس پر رسم و رواج کی فضول خرچیوں نے انہیں بالکل مفلوک الحال کر دیا ہے۔ سلطنت کے زمانے میں دبدبۂ امارت کا نقشہ ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ ہندوستان میں مسلمان راج کرتے تھے۔ ان کے گھروں میں سونے چاندی کی گنگا بہتی تھی۔ انہوں نے اس وقت اسلامی شادی بیاہ کی سادگی کو ہندوانہ تکلفات اور رسم و رواج میں رنگ لیا۔ اسلام میں شادی فقط اتنی تھی۔ کہ کسی مکان میں۔ یا مسجد میں ہی چند احباب جمع ہوئے۔ مرد اور عورت کی مرضی دریافت کر لی گئی۔ نکاح ہوا۔ اور دولھا دلھن نے اپنا اپنا گھر بنا کر رہنا سہنا شروع کر دیا۔ نہ برات نہ آتش بازی۔ نہ باجا نہ گاجا۔ نہ ناچ نہ ڈومنی بیت ہوا۔ تو مرد نے چند دوستوں کو کھانا کھلا دیا۔ جسے ولیمہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنا ولیمہ اس طرح کیا تھا۔ کہ صحابہ کو فرمایا۔ کہ اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آؤ۔ سب کھانا لے آئے۔ آپ بھی اپنا کھانا لے آئے۔ سب نے مل کر کھا لیا۔ چلو قصہ ختم ہوا۔

مگر آج کل آپ کی امت مرحومہ میں جو بیاہ رچایا جاتا ہے۔ وہ اسلامی سادگی کا بالکل ضد اور تمام ہندوانہ تکلفات سے بھرپور ہوتا ہے۔ امیری کے چوچلے اب فقیری میں دکھائے جاتے ہیں۔ رسمی جل گئی پر بل نہ گیا۔ منگنی۔ عیدی۔ مہندی۔ ساچق برات۔ ولیمہ۔ چوتھی۔ چالا اور خدا جانے کیا کیا بلائیں سہٹری ہوئی ہیں۔ جن پر سیکڑوں روپے پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں۔ جن کا نہ کوئی فائدہ نہ مصرف۔ صرف ناک اور شیخی بازی کی دیوی کے تھان پر بھینٹ چڑھتی ہے۔ اور ایسی بھینٹ چڑھتی ہے۔ کہ غریبوں کے مکان بک جاتے ہیں۔ زمینیں گرو ہو جاتی ہیں۔ سودی قرضوں میں بال بال پر دیا جاتا ہے۔ اور پھر بھی نکتہ چیں اور عیب بیں نگاہوں کے لئے انگلی دھرنے کو کچھ نہ کچھ گنجائش باقی رہ ہی جاتی ہے۔

انہی میں ایک نہایت بیہودہ رسم جہیز کی نمائش ہے۔ جہیز دینے والوں کا مقصد ابتدا میں تو یہ ہوگا۔ کہ جب مرد عورت کا ایک جوڑا الگ گھر بنا کر رہنے سہنے لگا۔ تو اب ضروری ہے۔ کہ ان کے لئے خانہ داری کا سامان مہیا کر دیا جائے۔ تاکہ نئے گھر میں ضروریات کی سب چیزیں پہلے سے مہیا ہو جانے کی وجہ سے انہیں تکلیف نہ ہو۔ کپڑے۔ برتن پلنگ۔ بستر وغیرہ سب ضرورت کی چیزیں لڑکی کے ساتھ کر دی جائیں۔ تاکہ وہ اپنے نئے گھر میں جاتے ہی ان چیزوں سے فائدہ اٹھائے۔ اور کسی کی دست نگر نہ ہو۔ میرے خیال میں یہ مقصد بہت اچھا۔ اور قابل تعریف تھا۔ لیکن ہر چہ گیرد علتی علت شود۔ لوگوں نے اس پاک مقصد کو

کو بھی طرح طرح کے توہمات اور شیخی بازی اور نمود و نام کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا۔ جس سے اصل مقصد کو سخت صدمہ پہنچا ۔

جہیز کا مقصد تو یہ تھا۔ کہ لڑکی کو اپنی نئی خانہ داری میں کسی چیز کی محتاجی نہ ہو۔ اسے ایسی چیزیں دی جائیں۔ جو کام آئیں۔ نہ کہ صرف دکھانے کی ہوں۔ اور کام کچھ نہ آئیں۔ لیکن توہمات اور نام نمود کی خواہش کی وجہ سے اس مقصد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے ۔ جوڑے دیں گے۔ ایسے کہ ظاہر میں بھڑک بہت ہو۔ اور درحقیقت کم قیمت ہونے کی وجہ سے وہ محض لفافہ ہی ہوں ۔ دلھن نے ایک دفعہ پہنا۔ اور وہ ختم ہوئے۔ یا صندوق میں رکھے ہی رکھے کٹ گئے ۔ بڑے بوڑھے کہتے ہیں۔ کہ صاحب یہ تو وقت کی سوبھا ہوتی ہے"۔ یعنی لوگوں نے وقت کے وقت دیکھا۔ اور واہ وا کر دی۔ اور اس وقت بڑی ناموری ہوئی۔ لڑکی کے اگر کام نہ آیا۔ تو بلا سے۔ ماں باپ کی ناک تو اونچی ہو گئی ۔ اسی طرح برتن دیں گے۔ تو بہت بڑے بڑے پرات اور دیگچے اور مٹکے جو بہت کم کام آنے کی چیزیں ہیں۔ لیکن توا چھری۔ نالا کنگھی نہیں دیں گے۔ کہ ان چیزوں کا دینا منحوس ہے۔ حالانکہ یہی چیزیں سب سے ضروری ہیں ۔ یہاں بھی وہی نمائش مقصود خاطر ہے۔ اسی طرح لڑکی کو کچھ ملے نہ ملے۔ مگر سمدھنوں اور سمدھیوں کو جوڑوں سے لاد دیا جائے۔ ورنہ وہ جہیز میں سے جوڑے اٹھا لیں گے ۔ گویا یہ بھی ایک قرضہ ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے ۔

پھر اتنا ہی نہیں ۔ جہیز کو رخصتانے سے پہلے پھیلا کر اور سجا کر تمام مرد عورت براتی اور میل جول والوں کے سامنے نمائش کرنا فرض اور واجب ہے۔ اور سچ پوچھو۔ تو یہی وہ نمائش ہے جس نے مسلمانوں کو برباد کر دیا۔ اور جہیز کے اصل مقصد کو فوت کر دیا۔ صحن میں یا کسی بڑے کمرے میں بڑی محنت اور سلیقہ سے جہیز سجایا جاتا ہے۔ تمام عورتیں سب چیزوں کا ملاحظہ کرتی اور جائزہ لیتی ہیں۔ پھر باہر سے مرد بلوائے جاتے ہیں۔ وہ آکر ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور گھر والے اندازہ لگاتے رہتے ہیں۔ کہ ہماری ناک کتنی اونچی ہوئی اور کتنی کٹی! یہی وہ لعنت ہے۔ جس نے بیٹی کے بیاہ کو ایک مصیبت بنا دیا ہے ۔ ہاتھ پلے کچھ ہو یا نہ ہو۔ گھر نیلام کرو۔ قرض و ام کرو۔ لیکن اس نمائش کی خاطر کچھ کرو ضرور ۔ اگر یہ نمائش نہ ہو۔ تو جہیز میں اسراف سے کام لینے کی ضرورت کیوں ہو۔ اور ایسی چیزیں کیوں دی جائیں۔ جو محض نمائشی ہوں۔ اور کام نہ آئیں؟ روپے کی اس قدر بربادی۔ اور لڑکی کے حقوق کی اس قدر تباہی۔ اور پھر بھی سمدھیانے والوں کے طعن و تشنیع کی یورش سے بے پناہی محض اس وجہ سے ہے۔ کہ جہیز کو ایک نام و نمود کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ اور لڑکے والے گویا اسے اپنا ایک حق سمجھنے لگے ہیں۔ کہ جہیز ان کی خوشنودی مزاج کا سارٹیفکٹ حاصل کرنے

کا ایک وسیلہ ہے۔ اگر ان کو پسند آگیا۔ تو خوش قسمتی ورنہ لڑکی پر اس کا نزلہ تمام عمر گرتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں۔ آخر کیوں یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔ ماں باپ اگر کچھ اپنی لڑکی کو دیتے ہیں۔ تو سمدھیانے والوں کا یا براتیوں اور تماشائیوں کا کیا حق ہے۔ کہ وہ آکر اسے دیکھیں اور پرکھیں۔ اور رائے زنی کریں؟ ایک شخص اپنی لڑکی کو کچھ دیتا ہے۔ تھوڑا دیتا ہے یا بہت دیتا ہے۔ جو کچھ دیتا ہے اپنی لڑکی کو دیتا ہے۔ وہ لڑکی کا مال ہے۔ زید یا بکر کو اس پر رائے زنی کرنے کا کیا حق ہے۔ اور انہیں کیوں جہیز دکھایا جائے۔ اور اس طرح ایک غریب شخص کو اس کی غربت کی وجہ سے ذلیل کیا جائے۔ شادی سے مطلب ایک دوسرے سے تعلقات محبت پیدا کرنا ہیں۔ یا یہ کوئی تجارت ہے۔ کہ کتنے نفع میں رہے؟ شادی کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے۔ کہ دو خاندانوں میں محبت اور مروت کے تعلقات پیدا ہوں۔ اور آپس میں ایسی یکجائی اور اتفاق کا رنگ نظر آئے۔ کہ ایک کی عزت دوسرے کی عزت اور ایک کی ذلت دوسرے کی ذلت سمجھی جائے۔ لیکن یہی نام ونمود کے مظاہرے شادی کے دن سے ہی آپس کی رنجشوں اور تفرقوں کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ لڑکی والے دیکھتے ہیں۔ کہ لڑکے والا کیا لایا۔ اور لڑکے والے دیکھتے ہیں۔ کہ لڑکی والے نے کیا دیا۔ اور پھر جو کچھ دیا۔ تھوڑا یا بہت بجائے شکریے کے اس پر رائے زنیاں اور طعنہ زنیاں کس قدر طرفین کے لئے دل آزار اور رنج دہ چیزیں ہیں۔ یہ ہماری مشیختوں اور نام ونمود کی قابل نفریں خواہشات کا صدقہ ہے۔ جو دو خاندانوں میں بجائے محبت اور ہمدردانہ تعلقات کے عداوت ونفرت کا بیج بویا جاتا ہے۔

ایک دفعہ میرے ایک دوست کی لڑکی کا بیاہ تھا۔ ان کی برادری میں جہیز کی نمائش بڑی زور وشور سے کی جاتی ہے۔ وہ بے چارے متوسط درجے کے آدمی تھے۔ مگر ان کی بیوی نے برادری میں ناک اونچی رکھنے کے لئے جہیز پر بہت روپیہ صرف کیا۔ جس سے وہ بے چارہ بہت زیر بار ہوگیا۔ اس نے بہت شور وغوغا کیا مگر بی بی نے ایک نہ مانی۔ کہنے لگی۔ تو نے تو ناک کٹا کر ہتھیلی پر رکھ لی ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کرسکتی۔ اس نے مجھ سے بھی ذکر کیا۔ میں نے کہا۔ اچھا وقت پر کوئی اصلاح کی صورت نکالیں گے۔

شادی کے دن نکاح کے بعد میں نے کل لوگوں کو ان مسرفانہ رسوم کے متعلق کچھ نصیحت کی۔ سب نے انہیں پسند کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب جہیز کی نمائش کا وقت آیا۔ اور بیوی صاحبہ نے جہیز دیکھنے کے لئے مردوں کو بلایا۔ تو میں نے کہا۔ کہ ہمیں اندر جانے اور جہیز کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو کچھ میرے دوست نے دیا ہے۔ اپنی بیٹی کو دیا ہے۔ تھوڑا دیا ہے تو۔ اور

بہت دیا ہے تو ان کی بیٹی کا مال ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں۔ کہ اسے دیکھیں۔ اور اس پر ناحق کی رائے زنیاں کرتے پھریں + صرف دولھا کو بلا کر سب چیزیں دکھا دیں۔ کہ برخوردار یہ سب چیزیں تمہارے گھر جاتی ہیں۔ اور دل تمہاری بی بی کی ہیں۔ انہیں دیکھ لو۔ اور سنبھال لو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی چیز ضائع ہو جائے + دولھا دیکھ بھال کر سب چیزیں سنبھال لے + بس قصہ ختم ہوا + ہم لوگوں کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی وہ چیزیں ہمیں تو دی نہیں گئیں۔ کہ ہمیں ان کی دیکھ بھال کی ضرورت ہو +

بات معقول تھی۔ سب کے دل کو لگی + سب نے اندر جانے اور جہیز دیکھنے سے انکار کر دیا + اس پر میرے دوست کی بی بی نے سر پیٹ لیا۔ کہلا بھیجا۔ کہ میں نے تو آج ہی ان کے لئے یہ سارا کھڑاگ کیا تھا۔ اور اب عین وقت پر آپ یہ کیا غضب کرنے لگے ہیں نے کہا غضب نہیں کرنے لگے۔ تمہیں سبق دینے لگے ہیں۔ کہ آیندہ اس نمود و نمائش سے باز آؤ۔ اگر ہم سب براتیوں کو ایک ایک جوڑا بخشنا ہے۔ تو جوڑا لینے آجاتے ہیں۔ اور اگر بیٹی کو دینا ہو۔ تو بیٹی کو دیدو۔ ہمیں اس کے دیکھنے کی ضرورت نہیں + کلیجہ مسوس کر رہ گئیں۔ مگر ہمیشہ کو سبق مل گیا۔ آیندہ کے لئے کانوں کو ہاتھ لگایا +

یہی حال بری کا ہے۔ اصل میں بری خاوند کی طرف سے بی بی کے واسطے محبت کا پہلا تحفہ تھا۔ جو وہ پیش کیا کرتا تھا۔ جہاں تک اس کی وسعت میں ہو۔ اچھے سے اچھا کپڑا اور زیور لا کر اپنی بی بی کو پہنا کر اور دلھن بنا کر لے گیا۔ مگر یہ بھی نام ونمود کا ذریعہ بن کر مسلمانوں کے گھر برباد کرنے کا سامان بن گیا + بری نہ صرف عورتیں دیکھیں گی۔ بلکہ مردانہ میں سب براتی خاص وعام دیکھیں گے + آخر یہ کیوں؟ شوہر غریب تھا۔ یا امیر حسب توفیق اپنی بی بی کے لئے تحفہ لایا تھا۔ مگر ماشا اللہ ایرے غیروں سب کو دکھا کر غریب کو ننگو بنا دیا + جو اٹھتا ہے۔ ناک بھوں چڑھا کر حقارت کی نگاہ میاں پر ڈال کر اس کے دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ لڑکی کے آیندہ بننے والے شوہر کے دل میں محبت کا بیج بویا جاتا۔ الٹا نفرت کا بیج بویا گیا + جو کچھ شوہر لایا۔ اپنی بی بی کے کے لئے۔ تھوڑا لایا۔ تو اس کے گھر جائے گا۔ بہت لایا۔ تو اس کے گھر جائے گا۔ لوگوں کا کیا حق ہے۔ کہ اس پر نکتہ چینیاں کریں؟ مگر یہ قصور ان کا ہے۔ جو اس کی نمائش کرتے ہیں۔ جب تک یہ نمائش کی لعنت بری اور جہیز دونوں سے دور نہ ہوگی۔ مسلمانوں کے شادی بیاہوں سے اسراف اور آپس کی خانہ جنگی کبھی رفع نہیں ہو سکتی +

بشارت احمد جہلم

مستعار چیزیں

۱۹-اکتوبر کے "تہذیب" میں عنوان بالا پر محترمہ حجاب اسمٰعیل کا مضمون بہت دلچسپی کے ساتھ پڑھا۔ انہوں نے واقعی ایک مفید موضوع پر مضمون لکھا ہے۔ اس سے قبل بھی تہذیب میں اسی قسم کے موضوع پر ایک مضمون "تہذیب" چھپ چکا ہے۔ جس میں مضمون نگار صاحبہ نے چند صحیح واقعات اور ان کے افسوسناک نتائج کو بیان کیا تھا۔ مستعار چیزیں مانگنا صرف قابل اعتراض عادت ہی نہیں۔ بلکہ بیماری ہے اجہاں تک ہو سکے۔ اس بیماری سے بچنا چاہئے۔

عموماً یہ عادت تعلقات کی کشیدگی۔ بدمزگی لڑائی۔ ذلت اور مالی نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ مانگنے والا خودغرضی کے ساتھ صرف اپنی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر دوسروں کی تکالیف اور دقتوں کو خیال میں نہیں لاتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ خود اپنی ضرورت کی وجہ سے کوئی چیز دوسرے کو مستعار نہیں دی جا سکتی۔ مثلاً موٹر یا کوئی اور سواری مانگنے کے متعلق عام طور پر اس قسم کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں انکار ایک جائز انکار ہوتا ہے۔ نہ کہ تنگ خیالی اور بداخلاقی کے سبب سے۔ لیکن اکثر مانگنے والا انکار کو تنگ ظرفی۔ بے التفاتی اور بخل پر محمول کرتا ہے۔ اور اپنے خیال میں آداب ملاقات اور رسم دوستی کی توہین سمجھتا ہے۔ اس طرح ایک معمولی سی بات دلوں میں بغض اور نفرت پیدا ہو جانے کا باعث ہو جاتی ہے۔

یا فرض کیجئے چیز مل بھی گئی۔ لیکن کھوئی گئی۔ یا بداحتیاطی کے سبب خراب ہو گئی۔ جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ کہ لوگوں کو پرائی چیز کا زیادہ خیال نہیں ہوتا۔ تو سخت دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ مالک کو اپنی چیز کے کھوئے جانے کا افسوس۔ ساتھ ہی اس کے بدلے میں دوسری چیز لینے میں تامل۔ مانگنے والے کو سخت ندامت اور خجالت دوسری چیز منگا کر دینے میں تکلف مانع۔ یا اگر ایسا نہ بھی ہو۔ تو تلاش کے باوجود بھی اکثر اوقات بالکل ویسی چیز نہیں ملتی۔ ان سب باتوں کا سدباب اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ یہ اصول بنا لیا جائے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ چیزیں مستعار مانگنے سے گریز کیا جائے۔ اس قسم کی اشیاء یہ ہوتی ہیں۔ گرامو فون۔ عموماً بداحتیاطی سے اس کی کمانیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ یا ساؤنڈ بکس کا شیشہ چٹخ جاتا ہے۔ فاؤنٹین پن۔ ایک ہی قلم کو مختلف آدمیوں کے استعمال کرنے اور اس سے کبھی انگریزی اور کبھی اُردو لکھنے سے اس کی نب خراب ہو جاتی ہے۔ اور قلم جلد بیکار ہو جاتا ہے۔ چائے کے برتن محض ایک پیالی کے ٹوٹ جانے سے سٹ کا سٹ خراب ہو جاتا

ہے۔ کسی چائے کی دعوت کے موقع پر بغیر نشان میز کی چادریں اس قدر غلط ملط ہو جاتی ہیں۔ کہ پہچان نہیں ہو سکتی۔ ایسے ہی چھتے بھی۔ کیمرہ۔ سائیکل۔ دوربین وغیرہ۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں۔ جو عام طور پر مستعار لی جاتی ہیں۔ اور مالک ٹھنڈی سانس بھر کر تعلقات کی وجہ سے بغیر چون وچرا کے بھیج دیتا ہے ؛

البتہ چند چیزیں ہیں۔ جن کا مانگنا ذرا بھی برا نہیں۔ لیکن مستعار دینا برا ہے۔ مثلاً پائپ کا تمباکو۔ سگرٹ۔ ٹکٹ دار لفافہ۔ ڈبل روٹی۔ اُسترے کا نیا بلیڈ۔ مکھن۔ سر میں ڈالنے کا تیل۔ انڈے۔ اچار اور تھوڑی سی مشق ہو۔ تو یہ سب اشیاء بآسانی مہیا ہو سکتی ہیں !!

محترمہ حجاب اسمٰعیل کے مضمون میں جو مرکزی خیال ہے۔ وہ کتابیں۔ اخبار اور رسائل مانگنے کی مذمت ہے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ بغیر خریدی ہوئی کتاب مانگ کر پڑھنا "مذہب" "تہذیب" "اخلاق" اور "علم دوستی" کے خلاف ہے۔ "دکانداروں کے خلاف جہاد" ہے۔ "علم کی ناقدری" اور سراسر بے انصافی ہے۔ مجھ کو ان کی رائے سے اس حد تک اختلاف ہے۔ جہاں تک کہ ان کی دلیل کو تجارتی نقطۂ خیال سے تعلق ہے ؛ ان کی اس دلیل کو مدنظر رکھتے ہوئے شاید تمام پبلک لائبریریاں خلاف قانون تہذیب قرار دینی پڑیں ؛

علم کی قدر صحیح معنوں میں وہ کرتا ہے۔ جو علم کی اشاعت کرے۔ قیمتی عمدہ کتابیں خود پڑھے۔ اور دوسرے لوگوں کو پڑھنے کے لئے دے۔ جو ایسی کتابیں خرید نہیں سکتے۔ یا کاروباری زندگی کی مصروفیات کے سبب ان کے پاس مطالعہ کے لئے کافی وقت نہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ عمدہ جدید مطبوعہ کتب اور ان کی خوبیوں سے ناآشنا ہیں۔ اور خریدتے نہیں کسی عمدہ کتاب کو اپنے کسی دوست کے پاس دیکھتے ہیں۔ اور اس کو مانگ لے جاتے ہیں ؛ اس طرح لوگوں کو عمدہ کتابیں پڑھنے کا موقع ملتا ہے ؛ اب یہ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ احتیاط کے ساتھ کتاب کو رکھیں۔ اور پڑھ کر واپس کر دیں۔ نہ کہ قبضہ مخالفانہ کی رو سے اس کی ابدی ملکیت حاصل کر لیں۔ کیونکہ جن لوگوں کو کتابیں جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ ان کی ایک کتاب بھی گم ہو جانے سے ان کا بڑا نقصان ہو جاتا ہے ؛ نقصان سے مراد مالی نقصان نہیں۔ کیونکہ صرف ایک کتاب کی قیمت ہی کیا ہوتی ہے۔ لیکن بعض کتابوں کی معنوی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان کا دوبارہ دستیاب ہونا بہت مشکل ہو جاتا ہے ؛

ہندوستان کی موجودہ اقتصادی حالت۔ عوام کی ناعلم شناسی۔ معاشرتی خامیوں اور عام افلاس کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک درزی۔ قلعی گر۔ چونہ پز یا تانگہ والے سے یہ امید رکھنا۔ کہ وہ "حرماں نصیب" "روشنک بیگم" "تحفہ بلی نامہ با تصویر" "ہند کلھیا" یا اپنے "پسندیدہ مصنف" کی تصانیف کو خرید کر پڑھے

ذرا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ نہ یہ ممکن ہے۔ کہ آگرے سے فتح پور سیکری جاتے ہوئے موٹر ڈرائیور سے بحث کی جائے۔ کہ آیا "کانن ڈائل" کو "مسائل روزانہ" پر تصانیف کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی۔ یا شرلک ہومز کی کہانیاں لکھنے کی وجہ سے؟ ہندوستان میں رہتے ہوئے اور یہاں کی حالت کو جانتے ہوئے ایسے ناقابل عمل اصول اختیار کرنا نامناسب ہے +

مستعار چیزیں مانگنے والوں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سب سے مخدوش قسم ان لوگوں کی ہے۔ جو دوسروں کی چیزیں مانگنے کو زریں اصول زندگی سمجھتے ہیں۔ مانگنے کی ترکیبیں بھی بہت ہوتی ہیں جن سے آپ سب کو شاید اچھی طرح واقفیت ہو۔ لیکن چیزیں مانگنے اور نہ دینے کی چند ترکیبیں ناظرات کی واقفیت کے لئے درج ذیل ہیں!

ریل کے دوسرے درجے کی مسافر خاتون ایک دوسرے مسافر کے چرمی بیگ پر نظر ڈالتے ہوئے "میں نے تمام عمر کسی دوسرے درجے کی ایسی گاڑی میں سفر نہیں کیا جس میں آئینہ نہ لگا ہو لیکن مجھ کو سخت حیرت ہے۔ کہ اس درجہ میں آئینہ کا پتہ نہیں"+

ایسے موقع پر مناسب جواب یہ ہے:۔

"میں نے تمام عمر آئینہ استعمال نہیں کیا۔ کبھی نہیں خریدا۔ میں اپنے چہرے کو اس قابل ہی نہیں سمجھتی۔ کہ آئینہ میں دیکھوں"۔ یہ کہہ کر اپنے بیگ کا دوسرا قفل بھی بند کر دیا جائے +

ایک مسافر۔ "یہ آپ کی کتاب نہایت دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔ گاڑی کے ہلنے جلنے کی وجہ سے بمشکل چند سطریں ہی پڑھ سکا۔ کاش۔ ۔ ۔ ۔"

جواب:۔

"اس میں شک نہیں۔ کہ مجموعی حالت میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کا انتظام نہایت عمدہ ہے۔ مگر خدا جانے کیا سبب ہے۔ کہ یہ گاڑی اس قدر ہلتی ہے"+

وہ اپنی خاتون دوست کے قیمتی خوب صورت سگرٹ کیس کو حسرت بھری نظر سے دیکھتے ہوئے۔ "میں آپ کو ابھی اپنی تمناؤں کا حال سنا چکا ہوں۔ میری زندگی کی چند محدود آرزوؤں میں ایک آرزو یہ بھی تھی۔ کہ میرے پاس ایک عمدہ سگرٹ کیس ہوتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۔ ۔ ۔ !" یہ کہہ کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔

جواب:۔

"میرا ذاتی خیال ہے۔ کہ کسی آرزو کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے۔ کہ وہ پوری نہ ہو!"

سید شاہد حسین از میرٹھ

ضمیر کی آواز

(سلسلے کے لئے دیکھئے تہذیب صفحہ ۱۲۲۳)

۶

کمرۂ عدالت آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آج مفرور قیدی سلیم گرفتار کر لیا گیا ہے۔ عدالت کی کارروائی دیکھنے کو اتنے لوگ آئے ہیں۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا تھا۔ میلوں میں بھی شاید شوق نظارہ کا یہ عالم نہ ہوتا ہوگا۔

ڈاکٹر سعید ایک عالم بے ہوشی میں عزم بالجزم کے ساتھ عدالت میں پہنچے۔ ہزاروں تفکرات نے ان کے دماغ میں ایک زبردست طوفان برپا کر رکھا تھا۔ کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ اس وقت صرف ایک ہی شخص سب کی نظروں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اور وہ فرضی سلیم تھا۔ جو اجلاس کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

ملزم کے وکیل نے اپنی بحث ختم کر کے مدلل ثبوت اور ناقابل تردید دلائل پیش کر کے ثابت کیا تھا۔ کہ یہ شخص ہرگز سلیم نہیں ہے۔ اور محض شبہ پر گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس کے بعد وکیل سرکار نے اُٹھ کر جوابی تقریر کی۔ اور ملزم کے وکیل کے دلائل کو رد کرنے لگا۔ کہ یکایک ایک شخص کی پُراضطراب آواز نے سب کو اپنی جانب مخاطب کر لیا۔

ڈاکٹر سعید ملزم کے کٹہرے کے پاس جا کر کھڑے ہوئے۔ ان کے چہرے پر اس وقت ایک عجیب و غریب نور برس رہا تھا۔ اور استقلال کی ایک مضبوط اور پاکیزہ جھلک نمایاں تھی۔ انہوں نے ججوں اور جیوری کو مخاطب کر کے کہا۔ "صاحبان در اصل یہ شخص بے گناہ ہے۔ اسے چھوڑ دیجئے۔ آپ لوگ جس شخص کی تلاش میں ہیں۔ وہ یہ نہیں ہے۔ سلیم میں ہوں۔"

اس غیر متوقع واقعہ سے تمام عدالت میں ایک بارگی ہل چل سی مچ گئی۔ جج جیوری۔ سرکاری وکیل وغیرہ سے لے کر عام تماشائیوں تک کے سانس رُک گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑے ضبط اور شریفانہ انداز سے زیادہ وضاحت اور صاف گوئی سے اپنا اقبال جرم کیا۔ اور سب کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے بعد ثبوت فراہم کئے جانے لگے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان کی ہر طرح تصدیق ہو گئی۔

اس عجیب و غریب واقعہ کے ظہور اور ڈاکٹر سعید کے ایک سرکاری مجرم ثابت ہونے سے ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ ہزاروں آدمیوں کی آنکھیں ان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کیا ایسا نیک نفس۔ ایسا فرشتہ خصلت اور ایک زاہدانہ پاک زندگی بسر کرنے والا شخص بھی کسی ذلیل حرکت اور جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ کسی کو یقین نہ آتا تھا اور لوگ حیرت و افسوس سے ایک دوسرے کا مُنہ تک رہے تھے۔ مگر اس حیرت کے ساتھ ان میں ایک اس سے بھی زیادہ حیرت ملی ہوئی تھی۔ اور وہ ڈاکٹر

کا خود عدالت میں آکر اپنے جرم کا اقبال کرنا اور اس شخص کو رہائی دلانا تھا۔

بالآخر فیصلہ ہوگیا۔ اقبال جرم سے جرم کا ازالہ نہیں ہو جاتا۔ اس لئے ملزم کو کافی اور سخت سزا دینی ضروری تھی۔ ہزاروں آدمیوں نے بادل پُر درد جج صاحب کا فیصلہ سنا۔ اور جگر تھام کر رہ گئے۔ ایسے بلند پایہ۔ ایسے ہمہ صفت موصوف بیواؤں اور یتیموں کے والی و وارث اور ہزار ہا مخلوق خدا کو بے پایاں فائدہ پہنچانے والے شخص کو ایسی سزائے سخت! آہ یہ انصاف نہیں ہے ظلم ہے۔ سختی ہے۔ ہزاروں آنکھوں نے اس شخص کی طرف نگاہ افسوس سے دیکھا۔ جو حسرت و یاس کا مرقع بنا ایک گہرے سکوت کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت وہ فکر خاموش کی زندہ تصویر معلوم ہوتا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں سے ایک عجیب قلبی اطمینان اور سکون ٹپک رہا تھا۔ ہاں آج اس نے اخلاق کی بلندیوں کو اوج کمال پر پہنچا دیا تھا!

اس کے بعد ایک اس سے بھی زیادہ غیر متوقع اور عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ عام تماشائیوں میں ناصر کو زخمی کرنے والا اصلی مجرم بھی آیا ہوا تھا۔ جس نے ڈاکٹر سعید کے ہاتھوں مرض سے صحت پائی تھی۔ اس نے یہ عجیب وغریب واقعات دیکھے۔ تو اس کے ہوش وحواس سلب ہو گئے۔ کیا اس سارے واقعہ کا اصلی ذمہ دار وہی نہ تھا۔ اسی کی وجہ سے ایک بے گناہ شخص سزا پا رہا تھا۔ ڈاکٹر سعید کے بہترین طریق عمل نے اس میں انسانیت کی ایک نہایت عمیق اور گہری روح پھونک دی۔ اسے احساس ہوا۔ کہ وہ اپنے فرشتہ سیرت محسن کا دشمن ثابت ہو رہا ہے۔ اس خیال نے اسے دیوانہ سا بنا دیا۔ جج کا فیصلہ جونہی ختم ہوا۔ وہ یک لخت اٹھا۔ اور اس نے نہایت ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ اپنے جرم کا اقرار کیا۔ اور شروع سے لے کر آخر تک سب واقعات وضاحت اور سچائی سے بیان کرنے شروع کر دیئے۔ عدالت میں ایک بارگی پھر ہلچل سی مچ گئی۔ آج وہاں ایک عجیب وغریب ناٹک کھیلا جا رہا تھا۔ اس تماشے سے آج لوگوں کی عقل حیران تھی۔ دلوں میں ایک تلاطم مچا ہوا تھا۔ کیا سلیم بھی بے گناہ ہے۔ اور ایک تیسرا شخص اصلی مجرم ہے؟ — لوگوں کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ آج یہ کیا ہو رہا ہے۔ دنیا میں ایسے ایسے عجیب وغریب واقعات بھی رونما ہوتے ہیں!

۷

اس دن کے بعد سے ڈاکٹر سلیم پھر کبھی پریشان خاطر نظر نہ آئے۔ اب ان کے دل پر سے بھاری بوجھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا تھا۔ اب وہ اپنے اصلی نام سلیم سے مشہور

تھے۔ نجمہ کی دلی مسرت اور خوشی کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ ڈاکٹر صاحب جن وجوہ سے شادی نہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اب رفع ہوئے تو نجمہ سے ان کی شادی ہوگئی۔ نجمہ ایسا لائق اور فرشتہ سیرت شوہر پاکر جس قدر بھی اپنی خوبی قسمت پر ناز کرتی بجا تھا۔ اب اس کی زندگی حقیقی مسرتوں سے لبریز ہوگئی تھی۔ البتہ ڈاکٹر صاحب کو اس بدنصیب شخص کا خیال کبھی کبھی بے چین کردیتا۔ جس نے اگرچہ ایک قابل نفریں حرکت کی تھی۔ مگر ایک نازک موقع پر اقبال جرم کرکے اپنے گناہ کا داغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دھو ڈالا تھا۔ مگر اس کی وہ خلش بھی بہت جلد دور ہوگئی۔ ایک شاہی تقریب کے موقع پر وہ مجرم بھی آزاد کردیا گیا۔ اس کے بعد سے پھر کبھی وہ فکرمند نہ ہوئے۔ ہاں اب ان کی زندگی حقیقی خوشی اور مسرت سے معمور تھی۔ ضمیر کی لعنت۔ پوشیدگی کے بار اور جرم کے خیال و فکر سے اب ان کو پوری آزادی نصیب ہوگئی۔ اس انکشاف حقیقت نے ان کی پاک اور درخشاں زندگی کو روشن تر بنا دیا تھا۔

ایس۔ آر۔ کے

چرواہا

نظم نما نثر

مجھے شہروں کی کوئی خبر نہیں۔
کہ وہاں کی مخلوق کونسا راگ گارہی ہے؟
میں سبز آسمانوں کے نیچے کھجور اور زیتون کے درختوں کے سائے میں اپنی زندگی کی نظم پڑھ رہا ہوں۔
مجھے آبادیوں میں گونجنے والے مصنوعی قہقہے سنائی نہیں دیتے۔
میں زندگی کے نمائشی تکلفات سے معرا۔
دن رات ایک بے لوث دھیمی مسکراہٹ سے ہمکنار رہتا ہوں۔
میری آنکھیں بازاروں میں جگمگانے والی قندیلوں کو نہیں دیکھتیں۔
میری نگاہیں جنگلوں کی تنہائیوں میں تقدیر کی روشنی کی متلاشی ہیں!
میں اپنی زندگی کی ہر صبح کو ایک دلچسپ کہانی کی طرح شروع کرتا ہوں۔ اور اس حالت میں بے چین رہتا ہوں۔ تاوقتیکہ دوسرے دن کی روشنی مجھے اپنے آغوش میں نہیں لے لیتی
جبکہ دنیا کے تاجدار اپنی زندگی کی ہر صبح سے کانپ اٹھتے ہیں!
اور اپنی نیند سے بیدار ہوکر دن بھر کی کلفتوں کو اژدھے کے زہر کی طرح اپنے تنفس میں جذب

کرتے رہتے ہیں!
شام کے وقت میں اپنی نیند میں سرشار ہا
ہوتا ہوں۔
جب کہ یہ دنیا کے شہنشاہ اپنی پر تکلف
نیند میں دن کے خواب سے تھک کر آہیں
بھرتے رہتے ہیں!
مجھے شہروں کی کوئی خبر نہیں۔
کہ وہاں کی مخلوق کونسا راگ گا رہی ہے؟

حجاب اسمٰعیل

بی بی کا خط میاں کے نام

(دیکھئے تہذیب ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء)

میرے سرتاج سلامت رہو۔ لو یہ دعا دینا کہاں سے سیکھ لیا؟ للہ قلم روک کر خط لکھا کرو آپ کا خط جب آیا۔ تو میرے پاس میری ایک سہیلی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے میرے ہاتھ سے آپ کا خط کھینچ لیا۔ اور پڑھنا شروع کیا۔ خط پڑھ کر ہنسی کے مارے ان کی بُری حالت ہوئی۔ بولیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے شوہر کو فرصت بہت ہے۔ جب ہی تو اتنے لمبے چوڑے خط لکھا کرتے ہیں۔ میرے شوہر جب کہیں جاتے ہیں تو اول تو خط نہیں لکھا کرتے۔ اگر خط آیا بھی۔ تو دو حرفی۔ میں شکایت کرتی ہوں۔ کہ آپ وہاں کے حالات نہیں لکھتے۔ تو جواب ملتا ہے۔ یہاں کے حالات ہیں کیا۔ جو میں لکھوں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ محبت ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں محبت دل میں ہی کافی ہے۔ کیا ضرورت ہے۔ کہ محبت لفظوں میں ادا کی جائے۔ بعض مرد محبت کا اظہار لفظوں میں کر دیا کرتے ہیں مگر دل میں کچھ نہیں ہوتا۔ ان کا قول ہے۔ کہ آج کل کے زمانے میں فرصت کس کو ہے۔ جو بے کار محبت کا اظہار کر کے کاغذ سیاہ کرے؟

گزشتہ خط میں میں نے آپ کو لکھا تھا۔ جہاں آرا (نام غلطی سے لکھا تھا۔ جہاں پرور ان کا نام ہے) کا عقد ثانی ہونے والا ہے۔ جہاں پرور کی شادی چودہ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ شوہر ایک سال زندہ رہا۔ پندرہ سال کی لڑکی دنیا سے ہاتھ اُٹھا کر دن رات عبادت کرتی۔ ایک کمرے میں تنہا تمام دن گزار دیتی۔ ہر وقت روتی رہتی اپنے ماں باپ کے گھر میں رہتی تھی۔ نہایت حسین لڑکی۔ اس کی نازک کلائی بغیر چوڑی اور زیور کے بھی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ سفید لباس تمام جسم پر ایک ماشہ کا تار نہیں۔ آنکھوں میں ہمیشہ آنسو ڈبڈباتے۔ جب کسی سے بات کرتی نیچی نظر چشم پر آب۔ والدین کو بیٹی کی یہ حالت دیکھ کر بہت صدمہ ہوتا۔ خسر کی یہ خواہش تھی۔ کہ اپنے چھوٹے لڑکے سے عقد ہو جائے۔ اس لڑکے کی بھی یہ خواہش تھی۔ مگر زبان سے کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ ان لوگوں میں عقد ثانی کرنا بہت۔۔

بڑا عجیب بات ہے۔ آٹھ سال تک جہاں پرور نے اسی طرح گزارے۔ روز بروز دبلی ہوتی گئی۔ جب خسر کے گھر جاتی۔ خسر عقد ثانی کے فوائد وغیرہ بیان کرتا۔ ایک روز جہاں پرور کو اپنے سامنے بلاکر احکام اسلام سے آگاہ کیا۔ اس کے دیور کی جو خواہش تھی۔ ظاہر کی۔ جہاں پرور کے آگے ہاتھ جوڑے۔ منت کی۔ کہا۔ تم کو عقد ثانی کرنا منظور کرنا ہوگا۔ جہاں پرور شرم و ندامت سے رونے لگی۔ خسر نے گلے لگا لیا۔ کہا تو میری بیٹی ہے۔ میں تیری بھلائی چاہتا ہوں۔ تیری یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ تمہارے دیور کی دلی خواہش ہے۔ کہ تمہارے ساتھ عقد کرے۔ تم تعلیم یافتہ ہو۔ حکم خدا سے واقف ہو۔ ان کی زندگی کیوں برباد کرتی ہے؟ میں تمہارے بھائی کو بلاکر کہتا ہوں۔ جہاں پرور کے بھائی کو بلاکر کہا۔ کہ میں اپنے چھوٹے لڑکے سے جہاں پرور کا عقد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ جہاں پرور کے بھائی نے کہا۔ حکم خدا تو ہے۔ جہاں پرور کی مرضی۔ میں اس میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرے والدین اس کے خلاف ہیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ جو مناسب جانیں کریں۔ جہاں پرور عقلمند لڑکی ہے۔ اس سے دریافت کیجئے۔

جہاں پرور کے خسر نے کہا۔ میں جہاں پرور کو چند روز رکھ کر سمجھا سنا کر عقد کردوں گا۔ خدا خدا کرکے اب عقد ہوگیا ہے۔ دونوں آپس میں خوش ہیں۔ یہ خبر جب جہاں پرور کے والدین نے سنی تو اس قدر کہرام مچایا۔ کہ لوگ سمجھے کسی کا انتقال ہوگیا۔ جہاں پرور سے ماں باپ دادی نانی بہن بہنوئی وغیرہ نے ترک ملاقات کردی۔ کوئی ملتا نہیں۔ صاف کہتے ہیں۔ ہمارے حق میں جہاں پرور مرگئی۔ جہاں پرور شوہر سے خوش ہے لیکن ماں باپ کی جدائی شاق ہو رہی ہے۔ عقد کے روز چند آدمیوں کو بلا لیا تھا۔ کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ جہاں پرور نے عقد کیا۔ تو بہت اچھا کیا۔ ماں باپ کو اور خوش ہونا چاہئے۔ کہ ہماری لڑکی کی آیندہ زندگی خوشی سے کٹے گی۔ وہ اظہار رنج کر رہے ہیں۔ آپ کا اس میں کیا خیال ہے عقد ثانی ہونا چاہئے۔ یا نہیں؟

میرے والدین آپ کو دعا کہتے ہیں۔ لڑکی زریں تاج قدم بوسی عرض کرتی ہے۔ بورڈنگ سے نکلے آئیں۔ تو میری طرف سے پیار کرنا۔ گوہر تاج

میاں کا خط بی بی کے نام

روحی فداک۔ تمہارا محبت نامہ ملا۔ مسرور کیا یہ ٹھیک ہے۔ آج کل کے زمانے میں اس قدر فرصت کہاں۔ کہ محبت بھرے خط لکھے جائیں لیکن میں نے اپنے خیال میں کوئی لفظ تمہارے خط میں ایسا نہ لکھا تھا۔ جس سے محبت کا اظہار مقصود ہو۔ دراصل بعض مرد محبت نامے لکھ کر کاغذ سیاہ کردیتے ہیں۔ لیکن ان کے دل بجائے

محبت سے لبریز ہونے کے نفرت سے پُر ہوتے ہیں - ظاہرداری کرنی خوب آتی ہے ٭

تم نے مجھ سے یہ دریافت کیا ہے - کہ عقد ثانی کرنا چاہئے - یا نہیں؟ یہ ایک ایسی بات ہے - جس کو ہر شخص پسند کرے گا - جو مذہب سے واقف ہو - اور عقل سلیم رکھتا ہو - وہ ضرور یہ کہے گا - کہ کمسن بیوہ عورتوں کا عقد ثانی کرنا ضروری ہے - خود رسول کریم نے بیوہ عمر رسیدہ عورتوں سے عقد کر کے نظیر قایم کی - لڑکیوں کے والدین کا قصور ہے - کہ اسلام کے خلاف کرتے ہیں - والدین کا فرض ہے - کہ بیوہ لڑکی یا عورت اگر عقد ثانی کرتے شرمائے - اور رضامند نہ ہو - تو خود اس کو ترغیب دیں - اور رضامند کریں - تاکہ ان کی لڑکی کی آیندہ زندگی خوشی سے کامیاب گذرے ٭ مسلمان عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں - وہ بالکل بے کار رہ کر اپنی زندگی تباہ کر دیتی ہیں - اکثر دق میں مبتلا ہو ہو کر مر جاتی ہیں - اگر دق نہ ہوئی - اور وہ ہنس بول کر رہیں - تو لوگ طرح طرح کے بہتان اٹھا کر انہیں بدنام کر دیتے ہیں - جس کی وجہ سے تمام کنبے کی بدنامی ہوتی ہے - اس سے بہتر ہے - کہ عقد ثانی ہو جائے + اگر کسی کے کنبے میں رواج نہ ہو - تو چند روز لوگ نام رکھیں گے - اس کے بعد رواج ہو جائے گا + بیچاری ہندو عورتوں کو زیادہ مشکل ہے - ان کے ہاں تو یہ رسم ہے - کہ بیوہ عورتوں کا سر منڈا دیا جاتا ہے - اچھی غذا ان کو نہیں دی جاتی - غرض ہر طرح سے نفس کشی کرنا ان کے مذہب میں مستحسن ہے + اب چند سال سے نئے خیال کے ہندو بیوہ خانے قایم کر رہے ہیں - بیوہ عورتوں کو صنعت و حرفت سکھا رہے ہیں - اور عقد ثانی کرنے کا رواج دے رہے ہیں + کاش مسلمانوں کو بھی اس کا خیال ہوتا - کہ بیوہ عورتوں کو صنعت و حرفت سکھا کر ان کو اس قابل کرتے - کہ وہ محنت مزدوری کر کے بقیہ زندگی آرام سے گذاریں ٭ نادر قلی خاں

راقمہ صغرا ہمایوں مرزا

سموسے

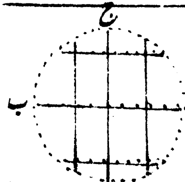
تہذیب کی کسی اشاعت میں ایک بہن نے سموسے بنانے کی ترکیب پوچھی ہے - معلوم نہیں انہیں نمکین سموسوں کی ترکیب مطلوب ہے - یا میٹھے سموسوں کی - بہرحال میں دونوں طرح کی ترکیبیں لکھتی ہوں ٭

سب سے آسان اور معمولی ترکیب تو یہ ہے - کہ آٹا یا میدہ خوب سخت گوندھ کر اگر بڑے سموسے بنانے ہوں - تو پاؤ بھر کے بارہ ورنہ سولہ یا بیس کے حساب سے پیڑے بنا لیں - اور ان کی پوریاں بیل کر رکھیں + پھر پوری میں جو چیز بھرنی ہو - بیچ میں رکھیں - اور چاروں طرف کنارے کنارے ذرا سا پانی لگائیں - پھر دوہرا کر کے انہیں چٹکی سے

اچھی طرح دبا کر چپکا دیں۔ پھر ان میں حسب پسند مڑوڑی کیکری یا جھالر بنا دیں۔ اور تل لیں۔ یہ بالکل سادے ہیں۔ اور گرم گرم کھانے میں اچھے لگتے ہیں ؛

اگر خستہ بنانے ہوں۔ تو میدہ گوندھتے وقت پاؤ بھر آٹے میں آدھی چھٹانک کے حساب سے گھی بھی ملائیں۔ میٹھے سموسوں میں اکثر لوگ روے کا حلوہ یا پنجیری بھرتے ہیں۔ اور اگر جلدی ہو تو یہ کرتے ہیں۔ کہ دو تین پوریاں تل کر ان کو مل ڈالا۔ اور شکر ملا لی ؛ یہ ملیدہ بھی سموسے میں بھرا ہوا اچھا لگتا ہے۔ اور یہ سموسے حلوے کے سموسوں کی نسبت زیادہ دیر تک رہ سکتے ہیں اور اگر کھوے میں شکر ملا کر بھری جائے۔ تو وہ ان سب سے لذیذ ہوتے ہیں ؛ نمکین سموسوں میں سوئے میتھی کا قیمہ اور آلو میتھی کی ترکاری یا پسندوں کے کباب بھرے جاتے ہیں ؛

پرت دار سموسے بنانے کی ترکیب یہ ہے۔ کہ میدہ بغیر گھی کے گرم پانی سے خوب مُکی دے کر گوندھیں۔ اور بہت زیادہ سخت نہ رہے ؛ پھر پاؤ بھر کے آٹھ کے حساب سے پیڑے بنا کر ان پر ایک مہین بھیگا ہوا کپڑا نچوڑ کر ڈال دیں اور آدھ گھنٹہ ٹھہر کر ان کی چنگیریں بنا لیں۔ پھر ایک چنگیر کو بیچ میں کٹائیں۔ اور دونوں ہاتھوں میں چپاتی کی طرح بڑھا کر اسے سینی میں پھیلا دیں اور پگھلا ہوا گھی اچھی طرح لگا کر اسے یوں تہ کریں۔ کہ الف اور ب دونوں کنارے الٹ کر بیچ میں ملا دیں



پھر اسے بیچ میں سے دہرا کر لیں۔ یہ ایک لمبی پٹی ج سے د تک کی ہو جائے گی۔ اب اسے بھی یونہیں تہ کریں۔ کہ ج اور د دونوں سرے بیچ میں موڑ کر اسے دہرا دیں ؛ اب یہ سولہ تہ کی ایک چوکور گدی سی بن گئی ؛ جب سارے پیڑوں کو اس طرح تیار کر چکیں۔ تو ایک گدی لے کر اس کو اس طرح بیلیں۔ کہ وہ چوکھونٹی ہی رہے جب ہر طرف سے آٹھ آٹھ انگل چوڑی ہو جائے۔ تو چاروں سے آدھ آدھ انگل نکال دیں۔ پھر جو بھرنا ہو۔ بھر کر کناروں میں پانی لگائیں اور دہرا دیں۔ مگر ان کے کنارے زیادہ نہیں دبانے چاہئیں۔ ورنہ پرت اچھے نہ کھلیں گے ؛

جب سب سموسے بن چکیں۔ تو بڑی کڑھائی میں زیادہ سا گھی ڈال کر چولھے پر رکھیں۔ اور جب اچھی طرح کڑک جائے۔ تو ایک سموسہ ڈال کر اس ترکیب سے تلیں۔ کہ کفگیر کا پھل کھڑا کر کے اس کے کناروں پر مارتے جائیں۔ گویا گھی اس میں بھرتے رہیں ؛ ڈیڑھ دو منٹ بعد اسے الٹ دیں۔ اور پھر یونہیں کریں جب دونوں طرف سے اچھی طرح سک جائے۔ تو نکال لیں ؛ اس میں آنچ ذرا دھیمی رکھنی چاہئے۔ کہ سموسہ ڈھائی تین منٹ کڑھائی میں رہ سکے کیونکہ

پرت کھلنے میں بہت دیر لگتی ہے + اگر آنچ تیز ہوگی - تو سموسہ اوپر سے سرخ ہو جائے گا - اور پھر بھی پرت اچھی طرح نہ کھلیں گے + نمکین سموسے ہوں - تو میدہ گوندھتے وقت سیر بھر میں دو ڈھائی تولہ نمک بھی ڈالنا چاہئے - اس سے بھی پرت اچھے کھلتے ہیں + تلنے کے بعد اگر نمکین سموسے ہیں - تو تیار ہیں +

اور اگر میٹھے ہوں - تو سیر بھر میدے کے لئے سیر ہی بھر شکر کا قوام تین تار کا - کیوڑہ اور پتے ڈال کر تیار رکھنا چاہئے - اور گرم گرم سموسے تل کر اس میں ڈالتے جائیں - اور ذرا دیر بعد نکال کر الگ رکھ دیں + ان سموسوں میں گھی سیر بھر میں تین پاؤ لگتا ہے - اور عرصے تک خراب نہیں ہوتے - اسی لئے کسی کے سفر کو جاتے وقت عموماً گھنے کے لوگ یہی ناشتہ پکا کر دیتے ہیں + انہیں تین چار آدمی مل کر پکائیں - تو زیادہ عمدہ ہوتے ہیں - کہ تازے تازے بنتے جائیں اور تلتے جائیں - ورنہ دو تو ضرور ہوں - اور اگر کوئی اکیلا ہو - تو ایک دفعہ میں پاؤ بھر سے زیادہ کبھی نہ بنائے - ورنہ سب ناس ہو جائیں گے ؛

اگر ان سے بھی زیادہ خستہ بنانے ہوں - تو یہ کرنا چاہئے - کہ پاؤ بھر کے آٹھ پیڑوں کی بجائے چوبیس پیڑے بنائے جائیں - اور چنگیریاں بنا ان پر گھی لگائیں - پھر تین تین کی اوپر تلے رکھ کر گدی بنا کر بیلیں + باقی سب طریقہ وہی ہے - صرف اتنا فرق ہے - کہ بیلنے کے بعد ہاتھوں پر نہیں بڑھاتے - ورنہ چپیدہ پڑ کر خراب ہو جاتے ہیں - اس میں بجائے سولہ کے اڑتالیس تہیں ہوتی ہیں - اور بہت نازک - اس لئے آنچ بہت دھیمی نہیں رکھتے - ورنہ کڑھائی ہی میں بکھر جائے گا + اگر دودھ سے گوندھیں - تو اور بھی زیادہ خستگی آ جاتی ہے - لیکن سرخ ہو جاتے ہیں + یہ اتنے نرم ہوتے ہیں - کہ اٹھانے رکھنے میں ٹوٹنے کا ڈر رہتا ہے - اسی کو اگر دہرا کر کے سموسہ نہ بنائیں چوکھونٹا ہی کاٹ کر رہنے دیں - تو خستہ پراٹھا ہوگا - اس کو بیچ میں سے تین جگہ اس طرح کاٹ دیتے ہیں - کہ پرت کھل کر بالکل الگ نہ ہو جائیں - اور اگر پراٹھے سے ذرا چھوٹا کوئی تین انچ لمبا چوڑا رکھیں - اور قوام میں پاگ لیں - تو کھجلہ ہوگا - جسے بعض جگہ کھاجا بھی بولتے ہیں ؛

یہ تو سموسوں کی ترکیبیں ہوئیں - لیکن لکھنؤ الہ آباد وغیرہ میں جو چھوٹے چھوٹے سموسے ٹکونے کے نام سے بکتے ہیں - ان کے اندر خدا جانے کیا مصالحہ بھرا جاتا ہے - عجیب مزہ سا کچھ کھٹاس اور تیز نمک بہت مزے دار ہوتے ہیں - جو کوئی بہن جانتی ہوں - تو ضرور لکھیں - میں نے اکثر جگہ اس کی ترکیب دریافت کی لیکن اب تک کوئی نہیں بتا سکا ؛

و - ا

محفل تہذیب

نہایت افسوس ہے۔ کہ ۷ نومبر ۱۹۲۹ء کو آخری شب کے وقت میرے دادا جناب مولوی شاہ وحید الدین صاحب کا قلب کی حرکت بند ہو جانے سے یک بیک انتقال ہو گیا۔ آپ کی عمر قریب ۸۰ سال کی تھی۔ اور اچھے نیک نام زمیندار بزرگ تھے۔ خدا سے دعا ہے۔ کہ اللہ پاک ان کے پس ماندگان کو صبر دے اور مرحوم کو جنت بخشے۔ خیرات فنڈ میں دو روپے ارسال ہیں۔ تہذیبی بہنیں ایک ایک پارہ قرآن مجید اور دو دو رکعت نفل پڑھ کر ایصال ثواب کریں۔ تاریخ گو بہن کوئی اچھی سی قطعہ تاریخ وفات کہہ دیں:: زاہدہ خاتون۔ اردل ضلع گیا

جناب روشن صدیقی۔ بہن رضویہ خاتون صاحبہ و خورشید آرا صاحبہ امراؤتی کا پتہ مطلوب ہے:: نورجہاں بیگم ناز۔ سنٹا کرز۔ بمبئی

تہذیب کے کسی گزشتہ پرچے میں بہن مس ابوالفضل کپورتھلہ نے جوز کام و نزلہ وغیرہ کا نسخہ تحریر کیا ہے۔ اس سے میرے پرانے اور لاعلاج نزلے کو بے حد فائدہ ہوا۔ میں بہن موصوفہ کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ اور ان سے درخواست کرتی ہوں۔ کہ وہ آیندہ بھی ایسے مجربات بذریعہ تہذیب لکھتی رہا کریں:: ا۔ ب بیگم شیخ تاج محمد گجرات پنجاب

۱۔ واحدی صاحب کے منجن اکسیر دندان کے فوائد کی کوئی تہذیبی بہن یا بھائی تصدیق کریں؟

۲۔ مجھے ایک نہایت خوب صورت کروشیا کے ہینڈ بیگ کی ضرورت ہے:: مس ایس کے ایف سید عبدالعزیز زمیندار۔ رآسا

عرصہ پانچ سال سے میری والدہ صاحبہ کے شانے میں دکھن اور بھاری پن محسوس ہوتا رہا۔ اب دو سال سے موسم سرما میں تمام ہاتھ میں درد ہونے لگتا ہے۔ یونانی اور ڈاکٹری علاج بہت ہوئے۔ فائدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن درد ہمیشہ کو نہیں جاتا۔ کوئی بہن براہ کرم آزمودہ نسخہ سے مطلع فرمائیں:: ہمشیرہ عبدالباسط۔ فرخ آباد

کوئی پشاور کی رہنے والی بہن کسی اس قسم کے اٹمن کے پتے سے مطلع فرمائیں جس سے چہرہ بالکل صاف ہو جائے۔ اور چہرے کے لئے مفید ہو:: ایک خریدار

میرے ابرو کے بال ہمیشہ جھڑ جاتے ہیں۔ اس کے لئے مجرب نسخہ مطلوب ہے:: خورشید اقبال

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

ایک حبش نژاد حجام عورت

امریکہ میں جو حبشی قوم آباد ہے۔ اس میں ایک حجام عورت کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ جو بیس لاکھ ڈالر کی ملکیت رکھتی ہے۔ اور اپنی قوم میں سب سے زیادہ امیر سمجھی جاتی ہے۔ اس حبشی عورت نے آج سے ۲۹ سال قبل ایک ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں حجامت کرنے کا کام شروع کیا تھا۔ لیکن آج اس نے اس درجہ ترقی کر لی ہے۔ کہ اس کا شمار امریکہ کے لکھ پتیوں میں ہوتا ہے۔

حبشی مردوں اور عورتوں کا چہرہ سیاہ۔ بال بہت موٹے موٹے اور گھنگھریالے ہوتے ہیں۔ وہ پڑھ لکھ کر خواہ کس قدر بھی ترقی کر لیں۔ شائستہ بن جائیں۔ لیکن اپنی ان خصوصیتوں کی وجہ سے فوراً پہچان لئے جاتے ہیں۔ اور گورے کالے اور ادنیٰ اعلےٰ کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی طریق سے ان کے یہ عیب دور ہو جائیں تو امریکن لوگ انہیں کبھی نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔

چنانچہ اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر اس حبشی عورت نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد ایک تو ایسا تیل ایجاد کیا۔ جس سے موٹے موٹے اور گھنگریالے بال ملائم ہو کر کھل جاتے ہیں اور دوسرے چہرے کے لئے ایسے غازے تیار کئے۔ جن سے رنگت نکھر جاتی ہے۔

جب یہ اپنی اس ایجاد میں کامیاب ہو گئی تو اپنی قوم کے درمیان ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی کے دروازے کے باہر ایک گتے پر یہ عبارت لکھ کر لٹکا دی۔

"بالوں کے لئے معجزنما تیل"

حبشی لوگ جو اپنے بالوں کی وجہ سے ہمسایہ گوری قوم کی نظروں میں قابل نفرت سمجھے جاتے تھے۔ کشاں کشاں اس کے پاس آنے لگے۔ اور اس کے کام کو ترقی ہونی شروع ہو گئی۔

جب اس کے پاس خاصا سرمایہ جمع ہو گیا۔ تو اس نے جھونپڑا چھوڑ کر ایک دکان لے لی۔ اب وہ اپنی دکان کے سامنے کھڑی ہو جایا کرتی۔ اور آتے جاتے حبشی مردوں اور عورتوں کو خطاب کر کے کہتی:۔

"تم اس لئے قابل نفرت و حقارت سمجھے جاتے ہو۔ کہ تم سفید رنگت والوں کی مانند نہیں ہو تم بھی اپنی ظاہری شکل و صورت کو ان کی طرح

بنا لو۔ پھر تم انہیں اُلو کھے نظر نہ آؤ گے۔ اور وہ تمہیں اپنے درمیان رہنے سہنے اور میل جول رکھنے کی اجازت دیں گے۔ اور تم بھی ان کے تہذیب و تمدن میں حصہ لے سکو گے + تمہارے بھدے ہاتھوں۔ سورج کی دھوپ میں جھلسے ہوئے چہروں اور الجھے ہوئے بالوں کو اصلاح کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس کا اندازہ تم آئینے میں اپنی صورت دیکھ کر لگا سکتے ہو + لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ اس کا علاج ہو سکتا ہے + اگر تم اپنی ہمسائے قوم کے ساتھ صلح و آشتی کے ساتھ ہمسر بن کر رہنا چاہتے ہو۔ تو اپنی ظاہری شکل و صورت کو ان جیسا بنا لو" +

تھوڑے ہی عرصے میں حبشی قوم میں اس عورت کا درجہ حجام عورت سے بڑھ کر ایک رہنما اور مصلح قوم کا ہو گیا۔ اور وہ اپنے اخباروں اور رسالوں میں اس کے کام کی تعریفیں اور اس کی خدمات کا اعتراف کرنے لگے + جہاں کہیں دو چار حبشی جمع ہو جاتے۔ اس عورت کا ذکر چھڑ جاتا۔ غرض اس طرح روز بروز اس کا چرچا زیادہ ہونے لگا۔ ہوتے ہوتے اس نے ایک بڑی عمارت خرید لی۔ اپنے تیل اور غازوں کا نام "پورو" رکھا۔ اور باقاعدہ طور پر اس کی رجسٹری کرائی +

آج کل اس حبشی عورت نے "پورو" کی بدولت اتنی ترقی کر لی ہے۔ کہ سینٹ لوئی میں پورو کالج کے نام سے حبشیوں کی ایک درسگاہ قائم ہے۔ اس میں بیسیوں کمرے ہیں۔ جہاں صحت جسمانی۔ ورزش اور امور خانہ داری پر لکچر دئے جاتے ہیں + اس کالج میں ایک دارالتجارت بھی ہے۔ ایک ہوٹل ہے۔ جہاں حبشیوں کے رہنے کے لئے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے لئے کھانا مہیا کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لیڈیز روم اور بلیرڈ روم بھی ہیں +

جن غریب حبشیوں کو یہ باتیں امریکہ کے مہذب ہوٹلوں میں میسر نہیں۔ وہ یہاں آتے ہیں +

وہی حجام عورت جو اب سے ۲۹ سال پہلے ایک شکستہ اور ذلیل سے جھونپڑے میں رہا کرتی تھی۔ اب اینی ایم۔ پوپ ٹرنبو میلون کہلاتی ہے۔ اور پورو کالج کی پرنسپل ہے + اس جگہ جس قدر ملازم ہیں۔ سب کے سب حبشی نژاد ہیں۔ اور ان کے بال پرنسپل صاحبہ کی طرح ملائم چمکیلے اور بنے سنورے ہیں +

لندن کا ایک اخبار لکھتا ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مسز میلون کو اس کام میں وہی درجہ حاصل ہے۔ جو ہنری فورڈ موٹروں کے محکمے میں پا چکے ہیں +

+ + +

ملایا کی عورتیں اور تعلیم

گزشتہ ہفتے لندن کے اخبار ناؤ درن دِگ میں "ملایا کی عورتیں اور ان کی تعلیم" کے نام سے ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون ایک انگریز سیاح کا لکھا ہوا ہے۔ جو ان دنوں ملایا میں مقیم ہے۔

مضمون نگار لکھتا ہے "مشرقی ممالک کی عورتوں پر عام طور سے جو سب سے بڑا اعتراض کیا جاتا ہے۔ وہ ان کی بے تعلیمی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ سنگاپور میں اعداد و شمار کی جو رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جزیرے کی چار لاکھ کی آبادی میں صرف پانچ لڑکیاں ایسی ہیں۔ جو انگریزی اسکولوں میں تعلیم پا رہی ہیں۔

"ان پانچ لڑکیوں میں دو تو بہنیں ہیں۔ جن کی سانولی رنگت اور سیاہ آنکھیں ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ تم کہاں سے آئی ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا "بنکاک سے"۔ بنکاک؟ پھر تو یہ ملایا کی نہیں۔ بلکہ سیام کی باشندہ ہیں۔

"تیسری لڑکی کا نام یوں تو ملایا کی لڑکیوں کا سا ہے۔ یعنی فاطمہ بنت محمد۔ لیکن اس کے چہرے کی رنگت زرد اور چھوٹی چھوٹی چینی آنکھیں ہیں۔ اس لڑکی سے استفسار کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ اس کے ماں باپ چینی تھے۔ اور ملایا کے ایک شخص نے اسے ان سے لے کر پالا ہے"۔

مضمون نگار لکھتا ہے "کیا عجب۔ کہ یہی حال باقی کی دو لڑکیوں کا بھی ہو۔ جن سے اب تک میری ملاقات نہ ہو سکی۔ اور وہ بھی خالص ملایا کی رہنے والی نہ ہوں۔ اگر یہ صحیح ہو۔ تو اس لحاظ سے ملایا میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی تعداد صفر ہے"۔

آگے چل کر مضمون نگار رند کور لکھتا ہے "کیا اس سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے۔ کہ ملایا کی عورتیں تعلیم سے یکسر بے بہرہ ہیں؟ اس کا جواب دینے سے پہلے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے۔ کہ تعلیم سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

"لڑکیوں کی تعلیم کا عام طور سے یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ وہ پڑھ لکھ کر مہذب اور شائستہ ہو کر اچھی جگہ بیاہی جائیں۔ جب میں نے ملایا زبان سیکھنی شروع کی۔ تو سب سے پہلے جو دو ضرب المثلیں میرے مطالعہ میں آئیں۔ وہ چیونٹیوں کے متعلق تھیں۔ اہل ملایا کا فطریات سے اس قدر دلچسپی رکھنا میرے لئے موجب حیرت ہوا۔ میں نے اپنے معتمد منشی سے پوچھا "اے محمد نور۔ جب تم کہا کرتے ہو۔ کہ جہاں گڑ ہوتا ہے۔ وہاں چیونٹیاں آ جمع ہوتی ہیں۔ اور چیونٹی گڑ کے پیچھے جان تک دیدیتی ہے۔ تو اس سے تمہاری کیا مراد ہوتی ہے؟

"محمد نور نے جواب دیا۔" یہ ملایا زبان کی دو مشہور کہاوتیں ہیں۔ گڑ سے مراد نوجوان لڑکیاں ہیں۔ اور چیونٹیوں سے مراد نوجوان لڑکے۔ ہم فطریات اور کیڑے مکوڑوں سے نہیں۔ بلکہ محبت سے دلچسپی رکھتے ہیں"۔

"چنانچہ ان دونوں ضرب المثلوں سے ملایا کی عورتوں کی استعداد اور قابلیت کی پوری وضاحت ہوتی ہے۔ پہلی ضرب المثل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جاذبیت سے عاری نہیں ہیں۔ دوسری ضرب المثل سے کہ مردوں کا ان پر اس درجہ گرویدہ ہونا۔ کہ جان تک دے دینا۔ بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ان کے حسن کا جادو کس قدر پر اثر ہوگا۔ ایسی حالت میں انہیں ہماری تعلیم کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟

"حسن و دل ربائی کے علاوہ ملایا کی عورتیں بہادر اور من چلی بھی ہوتی ہیں۔ اور ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرتی ہیں۔

"ایک دفعہ ہمارا باغبان جو ملایا کا باشندہ تھا۔ ہانپتا کانپتا دوڑا آیا۔ اور بغیر کچھ کہے سنے جلد جلد اوپر کی منزل پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد ایک چینی لڑکا ایک کمرے سے باہر نکلا۔ لیکن سانپ سانپ چلاتا ہوا پھر دوسرے کمرے میں گھس گیا۔ سانپ کا نام سن کر ہمارا باورچی جو ہندوستانی تھا باورچی خانے سے بھاگ اٹھا۔ اور اپنے کمرے میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

یہ شور و غل سن کر ایک بوڑھی آیا باہر نکلی۔ اس کے ہاتھ میں ایک کرچھا تھا۔ کرچھے کی ایک ہی ضرب سے سانپ کا سر کچل ڈالا۔ اور مرے ہوئے سانپ کو کرچھے سے اٹھا کر دور گوڑے پر پھینک آئی۔

اگر تعلیم سے مقصود کارزار حیات کے لئے تیار ہونا ہے۔ تو مشرقی عورتیں جس حال میں ہیں۔ اچھی ہیں"۔

دو کروڑ پچاس لاکھ جوان بیوائیں

پچھلے دنوں سینٹ متھیو کے کلیسا واقع ٹوٹنگھام میں مس ایم سہراب جی نے ہندوستانی عورتوں کے متعلق ایک تقریر کی۔ آپ نے بیان کیا۔ کہ ہندوستانی عورتوں کی اوسط عمر ۲۷ سال ہے۔ ہندوستان میں دو کروڑ پچاس لاکھ ایسی بیوا عورتیں ہیں۔ جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے۔

آئیس لینڈ کی رہنمائے نسواں خاتون

یورپ کے جن ممالک نے اپنے ہاں کی عورتوں کو حق رائے دہندگی دینے میں پیش قدمی کی ہے۔ آئیس لینڈ ان میں ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ آئیس لینڈ کی عورتوں کی یہ ترقی زیادہ تر مسز برائٹ کی مرہون منت ہے۔ جنہوں نے وہاں کی تحریک نسواں میں ایک معتد بہ حصہ لیا ہے۔

خبریں اور نوٹ

الاتحاد لکھتا ہے۔ کہ ترکی حکومت نے عام تعطیل کا دن بجائے جمعہ کے اتوار مقرر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ چونکہ یورپ کا تجارتی کاروبار جمعہ کے دن جاری رہتا ہے۔ اس لئے ترکی حدود میں جمعہ کے دن کاروبار جاری رہنے سے باہمی لین دین میں دقت ہوتی ہے۔

حکومت ترکی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ قومی مجلس میں جلد سے جلد ایک ایسا مسودہ قانون پیش کرے گی۔ جس کی رو سے آئندہ قومی پارلیمنٹ کے انتخابات کے عام طریقوں میں ترمیم کر کے موجودہ قانون انتخابات تبدیل کر دیا جائے گا۔

قسطنطنیہ کا تار۔ مصطفےٰ کمال پاشا اور قرہ خاں (روس) کے درمیان دو گھنٹے تک ملاقات رہی۔ جسے بڑی اہمیت دی جارہی ہے۔ اس گفتگو کے بعد ترکی اور روس کا عہد نامہ دوستی سابقہ شرائط ہی پر مرتب ہوگیا۔ اور دونوں حکومتوں نے اس پر دستخط کر دئے۔

حکومت ترکی نے البانیا کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور اب ترکی اور البانیا کے درمیان سیاسی تعلقات کی بحالی کے لئے گفت وشنید شروع ہوگئی ہے۔

ترکوں نے قسطنطنیہ کے انگریزی نام کانسٹنٹی نوپل کو متروک قرار دیا ہے۔ چونکہ اس شہر کا ترکی نام استنبول ہے۔ اس لئے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ آیندہ استنبول ہی لکھا جایا کرے۔ ترکی محکمۂ ڈاکخانہ جات کے ڈائرکٹر نے احکام جاری کر دئے ہیں۔ کہ ایسے تمام غیر ملکی خطوط فرستندگان کو واپس کر دئے جائیں گے۔ جن پر کانسٹنٹی نوپل یعنی قسطنطنیہ لکھا ہوگا۔

سلطنت ایران کے مختلف مقامات پر بے تار برقی کے چودہ اسٹیشن قایم کئے گئے ہیں۔ فی الحال ان کا انتظام غیر ملکی انجنیروں کے سپرد ہے۔ لیکن جلد ہی ان کا انتظام ان ایرانی انجنیروں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جو اس وقت جرمنی اور فرانس میں بے تار برقی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

امیر فیصل گورنر حجاز نہر زبیدہ کی کمیٹی کو وقتاً فوقتاً مالی امداد دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں آپ نے کمیٹی مذکور کو دو ہزار پونڈ عطا کئے تھے۔ اور اب کمیٹی کے کاروبار میں سہولت پیدا کرنے کے خیال سے ایک خوب صورت موٹر عطا کی ہے۔

عرب کے بعض قبائل سلطان ابن سعود کے خلاف سرکشی اور بغاوت پر تُلے ہوئے ہیں۔

ان کی ان سرگرمیوں کو دبانے کے لئے سلطان ابن سعود ایک لشکر جرار کے ساتھ بمقام الاحسان پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے الریاض سے روانہ ہونے سے پہلے شیرا کے مقام پر جو پایہ تخت نجد سے ۲۱۶ میل اور مکہ معظمہ سے ۲۸۹ میل ہے۔ نجدی فوج کے سامنے ایک تقریر کی۔ جس میں آپ نے باغیوں کے افعال کی مذمت کی۔ اور ان تدابیر پر غور کیا۔ جن پر عمل کر کے سرکشوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔

آپ نے اعلان کیا۔ کہ جو باغی حکومت کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں۔ ان کے گھوڑے اور دیگر سامان حرب بحق حکومت ضبط کر لئے جائیں گے۔ اور ان کے ساتھ شریعت کے احکام کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ جس شخص کی نسبت یہ ثابت ہو جائے۔ کہ باغیوں کا دوست ہے۔ خواہ اس نے عملی طور پر سرکشی کی ہو۔ یا نہ۔ اس کا گھوڑا اور سامان حرب چھین لیا جائے گا۔ جو کچھ باغیوں سے وصول ہو گا۔ وہ مجاہدین کا مال ہو گا۔

اس فیصلے کے مطابق جلد عمل درآمد شروع ہو جائے گا۔ اور احکام نافذہ کی تعمیل کرانے کے لئے مزید سپاہ بھیج دی جائے گی۔

مسٹر چرچل نے ایک جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں بڑے غور سے ان حالات کو دیکھ رہا ہوں۔ جو آج کل مصر میں رونما ہیں۔ غالباً ان کا نتیجہ عنقریب خونریزی ہو گا۔ جو تجاویز مصر میں ہمارے لئے موجب تشویش بنی ہوئی ہیں۔ وہی ہندوستان میں درپیش ہیں۔

مسٹر ویجوڈبن نے دارالعوام میں بیان کیا کہ بردہ فروشی عام معنوں میں کسی ہندوستانی ریاست میں رائج نہیں۔

دارالعوام میں بے روزگاری کا مسودۂ قانون تیسری بار منظور ہو گیا۔ قدامت پسندوں کی ترمیم تہتر آرا کے مقابلے میں ایک سو نناوے آرا سے گر گئی۔ یہ مسودہ قانون مزدوروں کی نمایندہ خاتون مسز بونڈ فیلڈ نے پیش کیا ہے۔ اور اس کے مخالفوں کا خیال ہے۔ کہ اس سے بجٹ میں بیس لاکھ پونڈ کا اضافہ ہو جائیگا۔

ٹوکیو میں باشندگان جاپان کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں افغانستان کی بغاوت فرو ہونے پر اظہار مسرت کیا گیا۔ اور شاہ نادر خاں کو بچہ سقہ کے خلاف جو کامیابی ہوئی۔ اس پر انہیں دلی مبارکباد دی گئی۔

غازی نادر خاں نے ایک شاہی فرمان میں اعلان کیا ہے۔ کہ وہ ہفتے میں ایک بار قصر دل کشا میں دربار عام منعقد کیا کریں گے جس میں رعایا کو عرضداشتیں پیش کرنے کی عام اجازت ہو گی۔

شاہ محمد نادر خاں نے فوج کی وردی کے لئے

ایک لاکھ روپے کا بل کی منظوری دی ہے۔

ٹنگا گو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ ایک سو پچیس بندروں پر تجربہ کرنے کے بعد انفلوئنزا کا کیڑا علیحدہ کر لیا گیا ہے۔ اس تجربے میں اٹھارہ طالب علموں نے پروفیسر صاحب کو مدد دی۔ یہ تحقیق سال بھر کی محنت کا نتیجہ ہے۔

جاپانی ڈاکٹر یوسا یورد نگوچی نے برازیل کے جنگلوں میں حبشیوں پر بجلی کا ایک ایسا عمل کیا۔ جس سے ان کی رنگت میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ڈاکٹر کا دعوےٰ ہے۔ کہ میرا تجربہ کامیاب ہو گیا۔ تو میں حبشیوں اور کالے آدمیوں کو شکل و صورت میں کوہ قاف کی پریاں بنا دوں گا۔ ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے۔ کہ ان معلومات کی بنا پر جو اس وقت مجھے حاصل ہیں۔ میں شیر خوار بچوں کی پرورش ایسے طریق پر کر سکتا ہوں کہ ان کے قد و قامت۔ چھاتی کی چوڑائی اور دوسرے اوصاف میری حسب منشا ان میں پیدا ہو جائیں۔

ایک برطانی جہاز مقام ویڈن سے آگے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور اس کا سامان تباہ ہو گیا۔ اس جہاز میں پچیس ہزار پونڈ کی مالیت کی برطانی تصاویر تھیں۔ جو نیوزی لینڈ کی نمائش کے لئے بھیجی گئی تھیں۔

لوڈاپسٹ کے دو قصبوں میں کم از کم پچاس آدمیوں کو زہر دینے کے واقعات رونما ہوئے تھے۔ اور اس الزام میں اکتیس عورتوں اور تین مردوں پر مقدمات چلائے گئے تھے۔ اب عدالت نے چار عورتوں کے پہلے فریق کا فیصلہ سنا دیا ہے۔ ان چار مجرم عورتوں میں سے ایک کو پھانسی اور تین کو حبس دوام کی سزا دی ہے۔

نائیجیریا کے باشندوں نے پیداوار کی قیمتوں میں تخفیف اور مزید ٹیکس لگائے جانے کے اندیشے سے حکومت کے خلاف فساد برپا کئے۔ ان فسادات میں ۵۴ دیسی باشندے فوج کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ مقتولین میں بارہ عورتیں بھی ہیں۔ جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے شورش کو تقویت دی۔ اور سرکاری عمارتوں اور خزانے پر حملہ کیا تھا۔

سائمن کمیشن کی ہندوستانی کمیٹی یعنی سنٹرل سائمن کمیٹی نے اپنی رپورٹ شائع کر دی ہے جس میں آیندہ نظام حکومت کے متعلق سفارشات کی گئی ہیں۔ اس رپورٹ کے ساتھ سر نواب ذوالفقار علی خاں اور ڈاکٹر سہروردی کا اختلافی نوٹ بھی شائع ہو گیا ہے۔ اس نوٹ میں ان حضرات نے نہایت قابلیت سے ان تمام سیاسی پیچیدگیوں پر رائے زنی کی ہے۔ جو ہندوؤں کی طرف سے پیدا کی گئیں۔ اور جن سے مسلمانوں کے حقوق پامال ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ نیز بتایا ہے۔ کہ مسلمانوں کے مطالبات کیا ہیں۔ اور ان کو ہندوؤں

کے مقابلے میں کیا کچھ ملنا چاہیئے ॰

حضور وائسرائے اور لیڈی اردن حیدرآباد تشریف لے گئے تھے ॰ نظام کی طرف سے لیڈی اردن کو دو ہزار پونڈ کا ایک چک نذر کیا گیا ॰ لیڈی اردن نے یہ رقم خواتین ہند کے تعلیمی سرمایہ میں دیدینے کا فیصلہ کیا ہے ॰

سر ولیم اور لیڈی بارٹن نے ایک گارڈن پارٹی دی۔ جس میں لارڈ اور لیڈی اردن کے علاوہ اعلیٰ حضرت نظام بھی شامل ہوئے ॰

وائسرائے اپنے دورے سے دہلی واپس آرہے تھے۔ ۲۳ دسمبر کو سات بج کر ۴۰ منٹ پر جب آپ کی اسپشل ٹرین نظام الدین اولیا اور نئی دہلی کے درمیانی اسٹیشنوں سے گزر رہی تھی۔ تو ایک بم پھٹا۔ یہ بم پٹری پر رکھا گیا تھا۔ اور اسے ایک برقی تار کے ذریعے دو سو گز کے فاصلے سے ملحق کیا گیا تھا ॰ جب انجن اور دو گاڑیاں گزر چکیں۔ تو بم پھٹنے کا ہولناک دھاکا ہوا۔ جس سے ریل کی آہنی سلاخ ٹوٹ گئی۔ اور تیسری اور چوتھی گاڑی کو خفیف نقصان پہنچا۔ تاہم گاڑی چلتی رہی۔ اور وقت مقررہ پر دہلی پہنچ گئی۔ اس کارروائی سے حضور وائسرائے کی اسپشل ٹرین کو پٹری سے اتارنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جو ناکام رہی۔ اور خدا کے فضل سے وائسرائے بہادر اور لیڈی اردن نئی دہلی کے اپنے نئے محل میں صحیح سلامت پہنچ گئے۔ جہاں یونین جیک اُڑایا گیا ॰

پولیس بم بازوں کی تلاش کر رہی ہے۔ دہلی اور لاہور سے کئی نوجوان گرفتار کئے گئے ہیں ॰

محترمہ فاطمہ الکبریٰ صاحبہ خوشنویس کو اعلیٰ حضرت والی بھوپال نے پندرہ روپے ماہوار کا وظیفہ عطا فرمایا ہے۔ خاتون موصوفہ منشی محمد الدین صاحب خوشنویس دہلی کی صاحبزادی ہیں۔ اور فن خوش خطی میں ماہر ہونے کی وجہ سے متعدد طلائی اور نقرئی تمغے حاصل کر چکی ہیں۔ نیز دولت آصفیہ حیدرآباد سے آپ کو تیس روپے ماہوار کا منصب حاصل ہے ॰

آل انڈیا خواتین کانفرنس کی شاخ پنجاب کا چوتھا جلسہ وائی ایم سی لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں تقریباً ڈھائی سو خواتین شامل ہوئیں ہر راج کماری امرت کور نے اپنے خطبۂ صدارت میں بچپن کی شادی اور پردے کی مذمت کی، متعدد قرار دادیں منظور ہوئیں، پہلی قرار داد میں حکومت سے پُر زور مطالبہ کیا گیا۔ کہ عورتوں کے لئے ایک ٹریننگ کالج کھولا جائے۔ دوسری قرار داد میں درخواست کی گئی۔ کہ حکومت قانون وراثت میں ایسی تبدیلی کرے جس سے عورتوں کو فائدہ ہو ॰ تیسری قرار داد میں مطالبہ کیا گیا۔ کہ گلیوں میں بھیک مانگنا جرم قرار دیا جائے ॰ چوتھی میں کثرت ازدواج کی مذمت کی گئی ॰

۲۵ دسمبر کو ۳ بجے بعد دوپہر پنڈت جواہر لال نہرو صدر کانگریس لاہور تشریف لائے۔ آپ کا جلوس نہایت شاندار رہا۔ سوا سو خواتین والنٹیر جلوس میں شامل تھیں ॰

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ اعجاز احمد صاحب بی اے - ایل ایل بی - پی سی ایس

سب جج بہادر صدر جھنگ

احمد ولد محمد ذات حجام سکنہ موضع دہر کماں تحصیل جھنگ - مدعی -　　　بنام

(۱) مسماۃ صابن زوجہ احمد دختر یارا ولد احمد -(۲) احمد ولد یارا قوم حجام -(۳) محمد بخش ولد یارا قوم حجام -(۴) فاطمہ بیوہ یارا قوم حجام سکنہائے موضع بارن تحصیل سرگودھا -(۵) گاماں ولد یارا قوم حجام سکنہ جھوک دایہ -(۶) غلام ولد گاماں قوم حجام سکنہ شادی والا تحصیل و ضلع سرگودھا - مدعا علیہم

دعویٰ اعادہ حقوق زناشوئی بنام مدعا علیہا ۱ و حکم امتناعی دوامی مدعا علیہم ۲ تا ۶

کہ وہ مدعا علیہا ۱ کو مدعی کے پاس آکر آباد ہونے سے نہ روکیں :-

مقدمہ مندرجہ عنوان میں رپورٹ و بیان حلفی پیادہ سے پایا جاتا ہے - کہ مدعا علیہم ۱ تا ۴ و ۶ تعمیل کُن سے انکاری ہیں - اس رپورٹ و بیان حلفی مدعی سے ہم کو اطمینان ہوگیا ہے - کہ ان مدعا علیہم کی تعمیل اصالتاً نہ ہو سکے گی - لہذا اشتہار جاری کیا جاتا ہے - کہ اگر مدعا علیہم ۱ تا ۴ و ۶ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۳۰ء کو اصالتاً یا وکالتاً برائے جواب دہی و پیروی مقدمہ عدالت ہذا میں حاضر نہ آئیں گے - تو مقدمہ ان کی عدم موجودگی میں مسموع ہوگا - اور کارروائی ان کے خلاف یک طرفہ ہوگی :-

آج مورخہ ۱۸ ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا :-

دستخط حاکم　　　　مہر عدالت

❖ ❖ ❖

✣ ✣ ✣

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام ہنس الیشر داس پرنٹر چھپا اور مولوی سید ممتاز علی مالک و نیجر نے دفتر تہذیب سے شائع کیا